اُردوئے معلی

حصہ اول اور دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مِن تصنیف شاعرِ شیرین مقال ناثرِ عدیم المثال جناب میر مہدی صاحب المتخلص بہ مجروح شاگرد رشید جناب مرزا اسد اللہ خان غالب مدظلہم

ستایشِ داورِ جہان آفرین آسان نہین کیونکر بیان ہو۔ اور نعت حضرت سید المرسلین مشکل ہے زبان کیا مردِ میدان ہو وہ دریاے ذخار ہے یہ محیطِ ناپید اکنار ہے وہان ذہن نارسا اور فہم بے سروپا یہان عقل معترف بعجز و قصور و خرد ناچار و مجبور پھر اس صورت مین قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سواے اس کے کہ اصل مطلب گزارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنوران خرد پیشہ اور خردمندان درست اندیشہ خوب جانتے ہین کہ ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات پر متفق الکلام ہے مگر یہ جو زبان اُردو نے ہندوستان مین رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حُسن کی اسلوبی مین اُنہین زبانونکے ہم پایہ ہے اگر فصحاے عرب و عجم کماحقہٗ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائین تو اپنی زبان سے زیادہ اس کی تحسین فرمائین ہر چند ابتدائے رواج سے ہر عہد مین کاملانِ عصر اس معشوقۂ خرد فریب کی آراستگی و پیراستگی مین سعی فراوان اور کوششِ بے پایان کرتے آئے ہین

مگر بالفعل اِس زمانہ مین اِس زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب یہ بدر انور بدرجہ کمال ہے آگے بیم زوال ہے خصوصاً زبان اہلِ دہلی کہ اُردوے معلّی بولنا اُن کا حصہ ہے ہرچند بعض حضرات کو اِس بات کا غصہ ہے مگر جو صاحب کہ فہم سلیم و ذہن مستقیم و طبع رسا و مزاجِ انصاف اشعار رکھتے ہین وہ اس امر کو مان جاتے ہین معوج الذہن و کج راے یون ہی باتین بناتے ہین بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر نہ مرتبہ ہو جب اس عدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن و ماوا ہو جس کی طبع وقاد نے عقدہاے معانی کو وا کیا ہے جس کے ذہن نقاد نے پست و بلند شاہ راہ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعل ناب ہے تو وہ اُس کی آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہر بے بہا ہے تو وہ اُس کی آبروے جوہر فزا ہے معنی اگر گل ہے تو وہ اُس کی شمیم روح فزا ہے۔ اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اُس کی صیقلِ جلوہ نما ہے۔ اُس کا سینہ مثلِ کینۂ نکات حکمیہ کا گنجینہ اُس کا قلب باصفا اسرارِ علمیہ کا دفینہ شعر و شاعری کی اُس کی ذات نے رونق بڑھائی ہے اُردو نے اُس کی زبان پر گذر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کہ برمزوا ہے یہ جناب **نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خانصاحب غالب** تخلص کی ذات بابرکات کی خوبیونکا ایک ادنی شمہ ہے

میر اُستاد کہ ہے جس کا سخن عالم گیر ٭ ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر

حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِ عدن جو بات ہے از رہ معنی کرامات ہے یہ نثر کی رنگینی یہ نظم کی شیرینی یہ غزل کی فصاحت یہ قصیدہ کی متانت یہ لفظون کی عمدگی یہ ترکیب کی خوش اسلوبی یہ جدتِ معانی یہ طاقتِ لسانی یہ سلاستِ عبارت یہ روانی مطالب دیکھی نہ سنی سطرین ہین کہ موتی کی لڑیان ہین باتین ہین کہ مصری کی ڈلیان ہین۔ نثر نثرہ نثار نظم انجم قربان حسنِ تقریر پر تحریر شعلع سے نثار کرنے کو آفتاب زر بداماں۔ گفتار شکر بار کو جادو کہون سحر کہون حیران ہون کیا کہون۔ لاحول ولا قوۃ کیا سودائیون کی باتین کرتا ہون کیا جادو ہے کیا سحر کا

اشہب گفتار اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستان مین نہ جادو ہے نہ سحر ہے ہان بابل کے کسی کونے مین چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا اُس عبارت فصاحت نشان کا کیا وصف بیان ہو جس کی صفائی استعارات کی خجلت سے دُرِ شاہوار پانی پانی جس کی رنگینی فقرات سے جگر خون لعل رُمانی ہین نہین یہ ستایش کچھ سرمایہ نازش نہین۔ کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب اندک تغیر مین نایاب ہے اور یہ قیامت تک یکسان۔ تہیدستان سرمایۂ سخن کو فیض رسان عبارت متین کی کیفیت دیکھ کر جامی تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہین اور اُس کے ادراک خواص مین اپنی عقل و خرد کھوتے ہین۔ جہان ایسے ایسے سرخوشان خمستان معنی جرعہ خوار بادۂ گفتار اور نشۂ حسن بیان سے سرشار ہون پھر ہم سے نارسیدہ اُس پختگی مطالب کو کیا پائین کہان سے ایسی قوت متخیلہ لائین سواے اس کے کہ یہ راہ باریک دیکھ کر قدم اُٹھا ئین اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال مین غوطہ کھائین۔ مگر افسوس کہ اس جنس گران ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسفِ مصر سخندانی کا کوئی طالبِ دیدار نہ ہوا حضرت کا ظہور حضرت اکبر شاہ کے عہد مین ہوتا شاہ عباس داراے ایران کے عصر مین ہوتا نظیری اپنا نظیر دیکھ لیتا ظہوری کو فن شعر مین اپنا حریف غالب نظر آجاتا خیر اب ہم یون دل خوش کرتے ہین کہ اگر حضرت اُس وقت مین زینت بخش جہان ہوتے تو ہم کہان ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی یہ ہماری خوش نصیبی کہ ایسے منتخب روزگار کے جمال باکمال سے مقتبس انوارِ فیض ہوئے اور شرف قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندانانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سن لیا سب کا کلام سن لیا۔ مبین میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہو جانے کلیاتِ نظم و نثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزۂ گوشِ فصاحت و سرایۂ

گلوے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے وِردِ زبان ہے مدت
سے حضرت کو اس طرزِ نو ایجاد اُردو سے لگاؤ ہے اور خط کتابت میں اِسی کا برتاؤ ہے جب
مشتاقین ہنر دوست نے اس نمک ہندی کا مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذت مائدۂ سخن سمجھ کر
طلبگار و خواستگار ہوا اس واسطے منشی **جواہر سنگھ صاحب جوہر** کہ یہ صاحب اخلاق
و مروت مین یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمین معززین سرکار سے ہین اور اب پنشن دار ہین
علم فارسی کو خوب جانتے ہین اشعار بھی اُسی زبان مین فرماتے ہین ۔ منشی صاحب کے
اشعار قابل دید ہین جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگرد رشید ہین چنانچہ جناب مرزا صاحب
فرماتے ہین ؎ ۔ در معرکۂ تیغیم کہ جوہر داریم ؛ اُن کی طبع والا نے یہ اقتضا کیا
کہ یہ گہرہاے شب افروز سلک تحریر مین منسلک ہو کر زینت بخش عروس سخن ہون اور یہ
گلہاے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہون تا اُس کے روائح روح پرور سے دماغ نکتہ سرایان
غیرت چمن ہو اس واسطے **میر فخر الدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی** نے سعیِ
بے پایان اور **لالہ بہاری لال صاحب** منشی مطبع مذکور نے کوشش فراوان سے اکثر
خطوط جمع کیے اور قصد انطباع کیا اور **اُردوے معلیٰ** نام رکھا گیا اور اُن خطوں کو
دو حصون پر منقسم کیا پہلے حصہ مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے تا طلباے
مدرسہ فائدہ اُٹھائین ۔ دوسرے حصہ مین مطالب مشکل کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا
سخنوران معنی یاب اُس کے دیکھنے سے ترا پائین اور منشی صاحب موصوف نے اس
ہیچمدان خاکسار یعنی **مجروح** دل افگار سے اس کا دیباچہ لکھنے کو فرمایا ۔ بندہ یہ
سُن کر حیران ہوا کہ بلرب دُرِّ شاہوار کے سامنے خزف ریزون کا کیا اعتبار اور لعل و زمردین
پتھر کے ٹکڑون کا کیا وقار مگر الامر فوق الادب سمجھ کر اور اپنے کو اسی خوان نعمت کا

ذلہ چین جان کر یہ چند سطرین لکھین بقول عرفی۔

چو ذرہ گرچہ حقیریم نسبتم این بس	که آفتاب بود نقطۂ مقابل ما

حصہ اول

رقعہ بنام نواب میر غلام بابا خان بہادر

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی حق تعالیٰ تمہین سلامت رکھے ۲۶ درفش کاویانی کی رسید پہنچی بموجب ارشاد کے اب اور نہ بھیجونگا قبلہ غرض شہرت ہے اس قلمرو مین مین نے جلدین تقسیم کی ہین اُس ملک مین آپ بانٹ دین اتنی میری غرض قبول ہو کہ بڑودہ۔ گجرات مین سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علی خانصاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیے گا۔ اور چھ جلدین مولانا سیف الحق کو عطا کیجیے گا کہ وہ اپنے دوستون کو بھجوا دین۔ خواجہ بدرالدین خان میرے بھتیجے نے بوستان خیال کو اردو مین لکھا ہے اُس کا ایک اشتہار اور یہان ایک اخبار نیا جاری ہونے والا ہے اُس کے دو اشتہار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہون آپ یا آپکے احباب مین سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہون تو اشتہار کے مضمون کے مطابق عمل مین لائین۔ والسلام مع الاکرام +

میان سیف الحق سیاح کو سلام۔ ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ سبحان اللہ تعالیٰ شانہ ما اعظم برہانہ۔ جناب مستطاب نواب میر غلام بابا خان بہادر سے بتوسط میان داد خان صاحب شناسائی بہم پہنچی لیکن واہ اول ساغر و دُردی کیا جگر خون کن اتفاق ہے پہلا عنایت نامہ حضرت کا مجھ کو آیا اُس مین خبر مرگ اب مین

جو اس کا جواب لکھوں اور یہ میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہونگے نہ نامۂ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ ہے بلکہ قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ ہے ہے۔ نواب میر جعفر علی خاں جیسا امیر روشن گہر نام آور روشناس اعیان ہند و انگلنڈ وسط جوانی یعنی ۴۶ برس کی عمر میں یوں مرجائے **ع** نخل چمن سروری افتاد ز پا ہائے سچ تو یوں ہے کہ یہ وہ آشوب غم ہے مجموع اہل ہند ماتم دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ میں کیا اور میری دعا کیا مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دعا کروں اور کیا کروں قطعہ سال رحلت نواب غفران مآب جب دل خار خار غم سے پرخون ہوا ہے یوں موزوں ہوا ہے۔ **ع**۔

گردید نہان مہر جہانتاب دریغ ❊ شد تیرہ جہان بچشم احباب دریغ
این واقعہ را ز روے زاری غالب ❊ تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

از روے زاری زا و ہوز کے عدد ٹہائے جائیں تو ۱۲۸۰ پیدا ہوتے ہیں۔ فہذا المطلوب شریک بزم ماتم منشی میان داد خان صاحب کو سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول ۱۲۸۰ مطابق ششم ستمبر ۱۸۶۳ء۔

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرماے مخلصان زاد مجدہ۔ شکر یادآوری و ردان پروری بجا لاتا ہوں پہلے اس سے آپ کا مودت نامہ پہنچا ہے وہ میرے خط کے جواب میں تھا اس کا جواب نہیں لکھا گیا پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا خط کیا تھا خوان دعوت تھا میں نے کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے ناچ بھی دیکھا گانا بھی سُنا۔ خدا تم کو سلامت رکھے کہ اس نالایق درویش گوشہ نشین پر اپنی عنایت کرتے ہو صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے بہت رہتے ہیں میں بسبب فرط محبت اخبار میں تمہاری افزایش عز و جاہ دیکھ کر خوش ہوا اور تم کو تہنیت دی ظفر نامہ اید بہت مبارک لفظ ہی انشاء اللہ العلی العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہو گے **ع** کارت بجہان جملہ چنان باد کہ خواہی ٭ نجات کا طالب غالب سہ شنبہ ۲۳ اپریل ۱۸۶۷ء

ایضاً۔ جناب سید صاحب وقبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہون کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا۔ آپ جو فرماتے ہین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ طاقت بھی زائل ہو گئی ہاتھ مین رعشہ پیدا ہو گیا بینائی ضعیف ہو گئی متصدی نوکر کھنے کا مقدور نہین عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے یہ حسن اتفاق ہے کہ کل آپ کا خط آیا آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطرین لکھوا دین اور یہ آپ کبھی نہ فرمائین کہ منشی میان دادخان سے تجھے قطع محبت ہو گیا ہے منشی صاحب کی محبت اور ان کے توسط سے آپ کی محبت دل و جان مین اسقدر سما گئی ہے جیسا اہل اسلام مین بلکہ ایمان کا بس ایسی محبت کا موقوف ہونا کبھی ممکن نہین امراض جسمانی کا بیان اور اخلاص ہمدگر کی شرح کے بعد ہجوم غمہاے نہانی کا ذکر کیا کرون جیسا ابر سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی میان دادخان کو سلام کہیے گا اور یہ خط پڑھا دیجیے گا۔ نجات کا طالب غالب۔ روز چہارشنبہ۔ ۶۔ اپریل ۱۸۶۶ء۔ فقط۔

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام باباخان صاحب بہادر زاد مجدہ عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونو لفافے ایک دن پہنچے۔ سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے مین شادیان قرار پائی ہین مبارک ہو اور مبارک ہو نظارہ بزم جمشیدی سے محروم رہونگا مگر میرا حصہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع ہے۔ کیون حضرت صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہین۔ نام تاریخی اور پھر سید بھی اور خان بھی۔ سید مہابت علیخان ۱۲۸۳ عجب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپ کے خط مین توضیح نہ میان دادخان کے خط مین خبر۔ یہ مین نہین کہتا کہ خواہی نہ خواہی یہی نام رکھیے پسند آنے نہ آنے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۹ ماہ اگست ۱۸۶۶ عیسوی۔

ایضاً۔ ستودہ بہر زبان و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی تبار نواب میر غلام بابا خان بہادر کو مسرت بعد مسرت و جشن مبارک و ہمایون ہو۔ رقعہ گلگون نے بہار کی سیر دکھلائی۔ بسواری ریل روانہ ہونے کی لہر دل مین آئی۔ پائون سے اپاہج کانون سے بہرا۔ ضعف بصارت۔ ضعف دماغ۔ ضعف دل۔ ضعف معدہ۔ ان سب ضعفون پر ضعف طالع۔ کیونکر قصد سفر کرون۔ تین چار شبانہ روز قفس مین کس طرح بسر کرون۔ گھنٹہ بھر مین دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ قولنج کے دورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقت جسم مین۔ حالت جان مین نہین۔ آنا میرا صورت تک کسی صورت حیز امکان مین نہین۔ خط لکھتے لکھتے خیال مین آیا کہ سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سیدانی صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا چاہیے۔ مادۂ خجستہ بہار ذہن مین آیا سات عدد کم پائے۔ خجستہ بہار پر ادب کے اعداد بڑھائے شمار مین ۱۲۸۳ نظر آئے دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ بوڑھون کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جوش محبت سے چار مصرع موزون ہوئے ہین۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ رقم اسد اللہ خان غالب۔ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصور خاکسار کا خاکہ اتار کر دربار کا نقشہ اتارنے کو اکبرآباد گئے ہین وہ آجائین تو شغل تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ **قطعہ**۔

خجستہ جشن دبستان نشینی بیگم ٭ بفیض ہمت نواب و یمن و اقبالش
چو از پے ادب آموزیست خوش نباشد ٭ اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان

ایام میمنت فرجام مین جوارزوے اخبار مبنی آپ کی افزایش عز و جاہ کے حالات معلوم ہوئے متواتر شکر الٰہی بجالایا اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا خصوصاً مدالت العالیہ مین فتح پانا اور حق حقیقی کا ظہور مین آنا کیا کہون کیا مسرت و شادمانی کا موجب اور کس طرح کی نشاط و انبساط کا سبب ہوا ہے حق تعالے یہ فتح مبارک و ہمایون کرے۔ **قطعہ**۔

فتح سید غلام بابا خان • خود نشانِ دوامِ اقبال ست
هم ازین رو بود که غالب گفت • که ظفر نامهٔ ابد سال ست

بہار باغ جاہ و جلال جاودان باد۔ اسد اللہ خان غالب۔ فقط۔

ایضاً۔ جناب نواب صاحب مین آپکے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یادآوری کا ممنون اور آپ کے دوام دولت کا دعاگو ہون اگر بوڑھا اور اپاہج نہوتا تو ریل کی سواری مین مقر آپ تک پہنچتا اور آپکے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہین خدا آپ کو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے اگر میری اوقات شبا روزی اور میرے حالات آپ دیکھین تو تعجب کرین گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا اور پھر دمبدم پیشاب کو اٹھنا اُن مجموع مصائب مین سے ایک ادنی مصیبت ہے یہ کہ ستر برس شروع ہوئے سنہ ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے۔ ۱۰ رجب کے مہینے سے ستروان سال شروع ہوگا ستر برس کا پھر بوڑھا اپاہج آدمی ہون۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمہاری خوبی ہے مین کسی لایق نہین۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۲۱۔ مئی۔ سنہ ۱۸۶۹ عیسوی۔

ایضاً۔ بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالی۔ بعد سلام مسنون الاسلام و دعاے دوام دولت و اقبال کہ ہمیشہ وردِ زبان ہے گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجالاتا ہون پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر۔ اور پھر سید۔ نظران تین امور پر اس ارمغان کو مین نے بہت

عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھون پر رکھا خداے عالم آراے آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا ممد و مددگار رہے ظاہرا بوقت روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیر پنہان بن جائے گی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی احباب کا طالب غالب شنبہ سوم دسمبر سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضالکم۔ آپ کا بندہ منت پذیر غالب خونین صفیر یون نواسنج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عزورود لایا اور مژدہ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق مین ارشاد ہوا ہے اگر اس کو قدردانی کہون تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لون۔ البتہ آپ نے از راہ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدر افزائی کی ہے جو اغلاط فارسی دانان ہند کے ذہن مین راسخ ہو گئے تھے انکو دفع کیا ہے تو کیا برائی کی ہے۔ بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام اپنی شہرت کے لیے مجھ سے لڑتے ہین واہ واہ اپنے نامور بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہین۔ عطیہ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور مین نے اسکو بے تکلف عطیہ مرتضوی سمجھا علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خدا کا احسان ہے کہ مین احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو میرے پاس آنے لگی چھاپنے کے واسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اب اس کے چھپ جانے مین دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۰ء

بنام منشی میان دادخان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بسیاح

سعادت و اقبال نشان منشی میان دادخان سے مین بہت شرمندہ ہون کہ ان کے خطوط کا جواب نہین لکھا۔ غزلون کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہوا اب یہ سطرین جو لکھتا ہون اس خط کے جواب مین ہین جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہے ایک مثنوی مین نے اس کی تعریف مین لکھی ہے

اور چراغ دیر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان مین موجود ہے اس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خان صاحب میرے دوست ہین فتنہ و فساد کے زمانے سے بہت پہلے اُنکا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور مین تم سے یہ توقع رکھتا ہون کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگذشت لکھی ہے اسی طرح آیندہ بھی لکھتے رہو گے۔ مین سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہون ؎

اگر بہ دل نہ خلد ہرچہ در نظر گزرد ٭ زہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد

خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہین نہ سہی ذکر العیش نصف العیش پر قناعت کی میان داد خان سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی نہ سنی۔ غزل تمہاری رہنے دیتا ہون اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہین ہی جیسا تم نے وعدہ کیا ہے جب اور غزلین بھیجو گے اُنکے ساتھ اسکو بھی دیکھ لونگا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہی کہ اُن غزلونکے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا۔ ناتوانی زور پر ہے بڑھاپے نے نکما کر دیا ہی ضعف سستی۔ کاہلی۔ گرانجانی۔ گرانی۔ رکاب مین پانون ہی باگ پر ہاتھ ہے بڑا سفر دور و دراز در پیش ہے زاد راہ موجود نہین۔ خالی ہاتھ جاتا ہون۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر۔ اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے دوزخ جاوید ہے اور ہم ہین ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے ٭ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

اللہ اللہ اللہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۲۱۔ دسمبر ۱۸۶۰ء

ایضاً صاحب یہ سر پیٹنے کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک مین ضائع نہین ہوتا اور میرا کوئی خط تم کو نہین پہنچتا۔ سنو چھوٹے صاحب کا خط آیا اُس مین قطعہ کا شکر اور اجزاے کتاب کے بھیجنے کی تاکید تھی مین نے اُس کے جواب مین لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہان ہی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالی بعد انطباع ایک مجلد آپ کے واسطے اور ایک مجلد منشی میان داد خان کے

واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجونگا۔ اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو اور یہ اپنے نام کا خط انکو پڑھا دو اور ایک پتہ تم کو دیتا ہون نواب صاحب کا جو خط طلب کتاب کے باب مین آیا تھا اُس مین مندرج تھا کہ اب مین سورت کو جاتا ہون تمام اجزاے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا بھائی مین نے اُسی پتہ سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ۔ بیرنگ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہون تاکہ ضائع نہونے کا احتمال قوی رہے۔ فقط

صبح دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی۔ مطابق ۷ استمبر سال حال۔ غالب

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان دادخان سلمکم اللہ تعالےٰ فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کرین چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید مین بھائی محمد حسین خان سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دے دینا سو اب تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انہون نے اطلاع دی ہے حال تصویر کا یہ کہ مین نے اُسے سر پر رکھا آنکھون سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا لیکن اسکا سبب نہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو سن لین گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ کی تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہین مگر فقیر اسکا معتقد نہین اب دیکھو حضرت کی تصویر مین کہنیون تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے پہنچے اور نیچے کا پتہ نہین مکالمہ یک طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہین۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لین۔ مین سادات کا نیازمند اور علی رضہ کا غلام ہون ؎

بندۂ شاہ شمائیم و ثنا خوان شما
منجات کا طالب۔ غالب ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۸۱ھ ہجری۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میان دادخان سیاح طال عمرہ۔ درویش گوشہ نشین غالب حزین کی دعاے درویشانہ سے کامیاب و بہرہ مند ہون۔ لکھنو کی ویرانی پر

دل جلتا ہے مگر تمکو یاد رہے کہ وہان بعد اس فساد کے ایک کون ہوگا یعنی راہین وسیع
ہوجائینگی بازار اچھے نکل آئینگے جو دیکھیگا وہ داد دیگا۔ اور دلی کے فساد کے
بعد کون نہین ہے یہان فساد در فساد چلا جائیگا شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو
قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی
ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین جس نے مجھ سے دیوان منگا
بھیجا آدمی نہین ہے بھوت ہے پلید ہے غول ہے قصہ مختصر سخت نامعقول ہے مجکو اُس کے
طور پر انطباع دیوان نامطبوع ہے اب مین اُس سے دیوان مانگ رہا ہون اور وہ نہین دیتا
خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو زیادہ کیا لکھون۔ دوشنبہ ۱۱ جون ۱۸۶۰ء۔ غالب
ایضاً۔ صاحب مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اُس کے سراسر نواب میر غلام بابا خان
صاحب کی زبانی تھے پہنچا جواب لکھتا ہون اور پرسش کا شکر بجالاتا ہون ایک قرن بارہ
برس سے فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنے اشعار میرے پاس
بھیجتے تھے اور سو روپیہ مہینہ ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اُس مغفور کی لذا
دانی دیکھیے کہ مجھ سے کبھی آن روپے کی رسید نہین لی اپنے خط مین ہنڈوی بھیجا
کرتے مین خط کا جواب لکھ بھیجتا اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دوسو کبھی ڈھائی سو بھیجتے
رہتے۔ فتنہ و فساد کے دنون مین قلعہ کی آمد مفقود۔ انگریزی پنشن مسدود۔ یہ بزرگوار وجہ مقرری
ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلون کی زیست ہوئی۔ رئیس حال کو
خدا بدولت و اقبال ابداً مویداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بحسب دستور
قدیم اپنے خط مین بھیجے جاتا ہے فتوح کی رسم دیکھیے جاری رہے یا نہین۔ میرے پاس
روپیہ کہان جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤن پہلے بھی نواب مغفور نے دوسو روپے بھیجدیے

تھے تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا۔ اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل کی وجہ بتقری
کے ساتھ دو سو پہنچین گے۔ وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال مین مر گئے۔ اپریل کا روپیہ رئیس
حال سے مین نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ نہ آیا۔ یاد دلاؤنگا۔ مگر اُس مرحوم کا وعدہ سر رشتہ
دفتر سے نہ تھا جو از روے دفتر اُس کی تصدیق ہو۔ بہر حال فکر مین ہون۔ اگر اسباب نے
مساعدت کی فھو المراد ورنہ ؎ آنچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست ۔ منشی صاحب اِس
خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہون۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۳۰۔ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز تر از جان سیف الحق میان دادخان کو فقیر غالب
علیشاہ کی دعا پہنچے۔ پرسون نواب صاحب کا خط اور کل تمہارا خط آیا۔ صاحب ٹوپیونکی
حقیقت یہ ہے کہ تم نے لطائف غیبی کی ۱۵ جلدین سات روپیے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوائین
پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر ٹوپیان منگوائین۔ مین نے تمہارے بھیجے ہوئے روپیون کی ٹوپیان
خرید کر تم کو بھیجدین۔ چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کرو۔ یہ جو مین نے سیف الحق خطاب
دیا ہے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔ تم میرے ہاتھ ہو۔ تم میرے بازو ہو۔ میرے
نطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہے گی۔ لطائف غیبی نے اعدا کی دھجیان اڑا دین
ایک نئی بات سنو۔ محمد مرزا خان میرے نسبتی بھائی کا نواسہ ہے اُس نے ایک اخبار نکالا ہے
مسمےٰ بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لفافہ تم کو بھیجتا ہون اس کو پڑھ کر معلوم کرلو گے کہ تمہارا
ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اِس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے
ہان ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی بھی نظر سے گزر جائے اور اُس سرکار مین یہ اخبار
خرید کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریداری ابتداء جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا خان
لکھو اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو اُس کے اخبار کے آخر مین لکھا ہے۔ حیران ہون

کہ چھوٹے صاحب کے خط کا کیا جواب لکھوں انہوں نے مجھے بندہ کیا اپنے کو جہ مالو
مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانوں کے بزرگ ہوتے ہیں میں تو مسلمانوں میں بھی ایک
ذلیل علیل فقیر حقیر آدمی ہوں یہ اُن کی بزرگی اُن کی خوبی اُن کی مہربانی ہے حق تعالیٰ
اُن کو سلامت رکھے اور ان مقدمات میں من کل الوجوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو میرا سلام کہنا
اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر بجان برابر میرزا معین الدین حسین خان بہادر
کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت چاہتا ہے پہلے برخوردار
شہاب الدین خان سے پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پر چل کرتے چلے آؤ فقط۔
دیدار کا طالب غالب۔ شنبہ ۷ شوال ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۲۔ فروری ۱۸۶۴ء

ایضاً صاحب کل آپ کا خط آیا میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمہارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا ورنہ
کیا امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن
اُن کے محامد و مکارم سُنتا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو
ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز نہ پایا۔ اغنیا کے واسطے
اچھے ہیں۔ ہائے مولوی محمد محسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے
ایک ہوتا تو میں کیوں اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خان صاحب
آپ جو کلکتہ پہنچے ہو اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت
کرکے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رہائی کیوں نہ پائی۔ اور وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے
گزارا کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۴۔ ماہ اکتوبر ۱۸۶۱ء

ایضاً آئیے بیٹھیے مولانا سیاح سلام علیکم مزاج مبارک سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو بھائی

میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے لیکن تم کو چین کہان خدا جانے کے ہفتہ یا کے مہینے ٹھہرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی مین کہہ گئے آواب دکن کی سیر کرین۔ حیدرآباد۔ اورنگ آباد دونو شہر اچھے ہین انکو دیکھین میرزا معین الدین حسین خان اور میرزا محمد حسین خان یہ دونو بیٹے ہین نواب قدرت اللہ بیگ خان کے اور قدرت اللہ بیگ خان ابن عم تھے نواب احمد بخش خان کے اور معین الدین حسین خان کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خان سے۔ یہان کوئی امر نیا نہین واقع ہوا وہی حالات و اطوار ہین جو دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب مین کچھ پرسشین لاہور سے آئی تھین۔ یہان سے انکے جواب گئے ہین یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانو نکو مل جائے۔ ہنوز بدستور پہرا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہین پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح سہ شنبہ ۹۔ ذیقعدہ و مئی معاً۔ غالب

ایضاً نورچشم اقبال نشان سیف الحق میان دادخان سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ واقعی تمہارے دو خط آئے ہین۔ آگے مین لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا اب وہ بھی نہین ہو سکتا ہاتھ مین رعشہ۔ آنکھون مین ضعف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہین۔ دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو اُس سے جواب لکھوا دیتا ہون۔ بھائی مین تو کوئی دن کا مہمان ہون اور اخبار والے میرا حال کیا جانین۔ ہان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہان کے رہنے والے ہین اور مجھ سے ملتے رہتے ہین سو اُن کے اخبار مین مین نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور اُسمین مین نے عذر چاہا خطوط کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے اُس پر کسی نے عمل نہ کیا اب تک ہر طرف سے خطوط کے جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاح کے چلے آتے ہین اور مین شرمندہ ہوتا ہون۔ بوڑھا۔ اپاہج۔ پورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہون حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ تشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو تشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانے کا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب سرعت بول کے گھنٹہ بھر مین

پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا جو ہندوستانی ایک دوست تمہارا شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے۔ مجھ مین اتنا دم کہان کہ کوٹھے پر سے اُتر و ن پالکی مین بیٹھون اور اُس کے گھر جاؤن اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھون اور تصویر کھنچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤن۔ اب تم از راہ مہربانی میرا ابراہیم علیخان بہادر اور حکیم سید احمد حسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائین تو نواب غلام باباخان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمہارے ہان لڑکے کا پیدا ہونا اور اُسکا مر جانا معلوم ہو کر مجکو بڑا غم ہوا۔ بھائی اس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو کہ ۷۴ برس کی عمر مین سات بچے پیدا ہوئے لڑکے بھی اور لڑکیان بھی اور کسی کی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالےٰ تمہین صبر اور نعم البدل دے۔ والسلام۔ ۲۵ اگست ۱۸۶۷ء۔ غالب۔

ایضاً خانصاحب سعادت و اقبال نشان میان داد خان سیاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمہارا کوئی خط سوائے اس خط کے جس کا مین جواب لکھتا ہون ہرگز نہین پہنچا۔ بہت دن سے مجکو خیال تھا کہ مولانا سیاح نے مجکو یاد نہین کیا۔ کل ناگاہ تمہارا خط پہنچا آج اُسکا جواب لکھتا ہون مُہر مین تو کھودنے کا نہین جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھُدوا دینے مین کیا تکلیف اور کیا زحمت۔ مین احباب کا خادم ہون۔ میر غلام باباخان صاحب سے میرا سلام کہیے اور وہ نگین مع نقشہ بے تکلف بھیجدیجیے آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جاوے گی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھون اجی سیاح صاحب ہمارا دھیان تم مین لگا رہتا ہے کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ مین ایسا گمان کرتا ہون کہ اگر میر غلام باباخانصاحب کو مُہر کھدوانی نہ ہوتی اور وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجکو خط نہ لکھتے۔ یہ تمہارا خط گویا میر غلام باباخان کے حسب الحکم تھا۔ جی مین آیا تھا کہ انہین کو اس کا جواب لکھون اور ان کے نام کا خط بھیجون مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ ہو جاؤ گے تمہین کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہین۔ گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسلام۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ۔ یکم مارچ ۱۸۶۶ء عیسوی

ایضاً منشی صاحب یہ کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ؎

کس زبانِ مرا نمی فہمد　　بہ عزیزان چہ التماس کنم

ماحصل مقدمہ یہ تھا کہ مین قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہون۔ نواب صاحب مددوین یعنی سو دو سو جلدین خریدلین حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے کس کام کی چار دن سونچا کیا کہ پھیر دون پھر سونچا کہ برا مانین گے آخر کو گھڑی رکھ لی اور یہ خیال کیا کہ کتاب کے انطباع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدین بھیج دونگا۔ اسی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی رسید کا پہنچتا ہی اور یہ بھی تم کو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہین آئی ظاہرا سہو سے وہین رہ گئی ہوگی۔ ہان صاحب تیس جلدین لطائف غیبی کی دو پارسلون مین آگے بھیجی ہین جس کی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچے فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ ۲۔ دسمبر ۱۸۶۴ء۔

ایضاً سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میان داد خان سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ خط مین آپنے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابون کی دو پارسلونکی رسید نہین لکھی یہ ایک پارسل جو بند دو پارسلونکے بھیجا گیا ہے اس مین وہی لطائف غیبی ہے جسکو مین نے اپنے مطالعہ مین رکھ کر صحیح کیا ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا کہ تم اُن تیس رسالونکو اس کے مطابق صحیح کرلو اگر چھوٹے صاحب نے رکھ لیا ہی تو اُن سے مستعار لے کر اپنی سب کتابین صحیح کرلو اور وہ نسخہ اُن کے نذر کر دو صاحب مین نے اپنے صرف زر سے لطائف غیبی کی جلدین نہین چھپوائین مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپین ہیں مین نے مول لین تیس تم کو دلوادین۔ بیس بھائی ضیاء الدین نے لین دس مصطفیٰ خان صاحب نے لین باقی کا حال مجھے نہین معلوم۔ دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہی ؎

اگر دنیا نباشد دردمندم　　وگر باشد بمہرش پاے بندم
بلاے زین جہان آشوب تر نیست　　کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست

جہان دولت نہین وہان مصیبت ہی۔ جہان دولت ہے وہان خصومت ہے مین تو میہ غلام بابالمان کا
دوست ہون۔ اُنکی دعا مانگتا ہون۔ آپ اتنی مہربانی کرین کہ یہ حالات جو واقع ہو آئین وہ مجکو لکھا آئین۔
غربیلہ کی ہندی نخرہ ہے فارسی مین غربیلہ بولتے ہین۔ نجات کا طالب غالب پنجم شعبان ۱۲۸۳ھ

ایضاً بھائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو۔ اگر کوئی وجہ اپنے برا اُن کے
عتاب کی پاتا تو اُن سے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا جب سبب ملال کا ظاہر نہین تو مین کیا کرون مگر
نہ مانو کس واسطے کہ اگر مین بُرا ہون تو اُس نے سچ کہا اور اگر مین اچھا ہون اور اُس نے بُرا کہا تو اُس کو خدا کے
حوالے کرو۔

غالب بُرا نہ مان جو دشمن بُرا کہین — ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

صاحب اس بڑھاپے مین تصویر کے پردے مین کھچا کھچا پھرون۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اتارنے
والے کو کہان ڈھونڈون دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار مین کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاوے
گی تو وہ ورق بھیج دونگا۔ ابھی وہ تو مین نے نواب صاحب کو ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ
اختلاط تھا کہ بمبئی مین بہرا ہون گانا کیا سنونگا۔ بوڑھا ہون ناچ کیا دیکھون۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا
کیا کھاؤن بمبئی سورت مین انگریزی شرابین ہوتی ہین اگر وہان آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا
نجات کا طالب غالب۔ ۵ ستمبر ۱۸۶۶ء۔

ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیان اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک نہ آئین
لیکن ضائع نہ گئین میرے شفیق اور تمہارے مربی کے صرف مین آئین۔ تم کو اور ٹوپیان بھیجون گا۔
مصور سے سخت عاجز ہون۔ وعدہ ہی وعدہ ہے وفا کا نام نہین۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمہارے
خط کے پہنچنے سے دو دن پہلے میر فخرالدین نے ارسال کر دیا۔ ٹکٹ اُنکے حوالے کر دیے۔ حضرت بنان
لگانے کی خو کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تمہاری نہین ہے۔ نواب صاحب کو سلام

کہنا اور میری زبانی کہنا کہ تو پیون کو میرا ارمغان سمجھنا سیف الحق کی نذر تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۵ جنوری ۱۸۶۶ء۔

ایضاً اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہین چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروائیے اور اطراف وجوانب دور و نزدیک بھیجیے۔ جو صاحب کتاب اور اخبار دونونکے خریدار ہون وہ دونونکی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخرالدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھین اور وہ خط میرے پاس بھیجدین جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہون وہ اُس کے خریدنے کی اطلاع کا خط جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہون وہ اُس کی اطلاع کا خط لکھین۔ غالب۔ ۲۲۔ مارچ ۱۸۶۶ء۔

ایضاً مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمہارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہین ہوتا بھلا یہ تو فرمائیے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہین۔ اگلے پانچ روپے پر مین معترض ہوا تھا یہ ڈھائی اور طرہ ہوئے۔ بہرحال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہین اور کاہے کے ہین۔ اس رقعہ کا جواب جلد لکھو ٹوپیان بعد عید بھیجی جائینگی۔ عنایت کا طالب غالب۔ ۲۳۔ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان کو فقیر اسد اللہ کا سلام کل سہ شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خانصاحب کی خدمت مین ارسال کیے کل ہی شام کے وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا خیر اب اور نہ بھیجونگا۔ صاحب یہ تم نے پانچ روپے کے ٹکٹ کیون بھیجے مین نہ کتاب فروش نہ دلال یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بُرا کیا حضرت ۱۲ جلدین لطائف غیبی کی بھیج کر اُس کے پلن سات دن کے بعد بیس نامۂ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے لطائف کی رسید تم نے بھیجدی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا گھبراؤ نہین۔ نواب صاحب کی خدمت مین میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۱ فروری ۱۸۶۶ء عیسوی

ایضاً منشی صاحب وہی جہان وہی زمین وہی آسمان وہی سورت بمبئی وہی دلی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق ستاج وہی غالب نیمجان انگریزی ڈاک جاری ہر کارہ نکورپل کی سواری ربیع الاوّل مین تمہارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہی صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہون ۹ بج گئے ہین اسوقت تک نہ کوئی تمہارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو۔ اور اس خط مین ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو۔ آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیون کا ارسال کرتا ہون خدا کرے پارسل پہنچ جاے اور ٹوپیان تمہارے پسند آئین۔ نواب صاحب کی خدمت مین میرا سلام پہنچانا۔ اور عتاب کی وجہ دریافت کرکے لکھنا۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۷۔ جنوری ۱۸۶۷ء۔ خط بیرنگ ہے اور پارسل پیڈ۔

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا۔ لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا۔ اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر تھی جو بے سروپا وہان پہنچا امیر بن گیا۔ اس باغ کی یہ فصل خزان ہے۔ مین بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہون کہ اُردو کا دیوان غاصب بالانصاف سے ہاتھ آگیا اور مین نے نورچشم منشی شیونراین کو بھیجدیا یقین کلی ہے کہ وہ چھاپین گے جہان تم ہوگے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا۔ طریقہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا طالب جان کر جہان جاہو وہان سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو ہم تم سے راضی ہین اور چونکہ تمہاری خدمت اچھی طرح نہین کی شرمندہ بھی ہین۔ راقم اسداللہ خان مرقومۂ شنبہ روز عید۔ مطابق ۳۰۔ جون ۱۸۶۰ء عیسوی۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان تم سلامت رہو۔ تمہارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ سطرین رقم کرتا ہون تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ۔ نامۂ غالب۔ صاحب مطبع نے اپنی بکری کے واسطے نہین چھاپے جو مین مول لے کر بھیجون اور تم سے اُس کی قیمت مانگون مین نے آپ تین سو جلد چھپوائی دور و نزدیک بانٹ دی۔ آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ نہوگا جتنے یہ نسخے

اب میرے پاس باقی ہین کل تمہین بھیج دونگا۔ ہان صاحب سو روپیہ کا نوٹ پہنچا اور روپیہ وصول ہوا
کاپی آج شروع ہوگئی جس دن نوٹ پہنچا اُس کے دوسرے دن روپیہ مل گیا تیسرے دن مین نے تمکو
تمہارے رجسٹری دار خط کا جواب لکھ بھیجا یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے بموجب میری خواہش
کے نواب صاحب کو دکھا دیا ہوگا۔ کل حضرت کا بھی ایک خط آیا ہے اُس کا جواب آج تمہارے خط کے ساتھ
ارسال ہوتا ہے۔ بندہ پرور سچ کہتے ہو رحیم بیگ کا وطن اصلی سردھنہ اور فی الحال میرٹھ مین مقیم اور
معلمی اُس کا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا نظم و نثر مین مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور
فارسی شعر کہتا ہے۔ راقم غالب علی شاہ۔ یکشنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۵ء عیسوی۔

ایضاً صاحب آج تمہارے کئی خطون کا جواب لکھتا ہون۔ مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق
ہین جس زمانہ مین وہ دلی آئے تھے میری اُن کی ملاقاتین ہوئی تھین وہ میرے دوست ہین شاگرد نہین
اور ہرگز قصیدہ اُنہون نے میری مدح مین نہین لکھا آغا عبدالرزاق شیرازی نے گویا میری تشنگی اور تہمت
زدگی کا انتقام لیا بہر حال مین تمہارا احسان مند ہون۔ اگر تم وہان نہوتے تو میری اور منشی کی صفائی نہوتی
ان دنون ضعف دماغ و دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ دلی رامپور کا بھی بہت سا کلام یون ہی دھرا ہوا ہے
دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی تمہاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین خاطر جمع رکھو۔ جب
نواب صاحب کی غزلین دیکھون گا تو یہ بھی دیکھی جائینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دے سکون تو
فکر تاریخ کیا کرون۔ اگر میرا حال درست ہوتا تو جناب مولوی عبدالغفور خان صاحب نساخ کے
دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمت گزاری کو اپنی سعادت سمجھتا۔ آپ جناب مولوی صاحب
سے میرا سلام کہین اور یہ میرا رقعہ انکو دکھا دین۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۔ نومبر ۱۸۶۱ء

ایضاً جناب منشی صاحب آپ کا خط مہری لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اسکے بھیجنے کی
کچھ ضرورت نہ تھی جب گورنمنٹ اعلی نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنرون کے اگلے زمانے کے

خطوط سے میرا کیا دل خوش ہوگا۔ ایسے ایسے پچاس پچاس خط میرے پاس موجود ہیں مجکو تو یہ
پیسون کا افسوس ہے جو تم نے بابت محصول دیے۔ راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب میرا سلام تمہارا خط پہنچا دونوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور فن شعر میں اگر
اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہے۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل تمہاری اس طرح کی نہین
ہوئی کہ جس مین اصلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اردو مین دونوں غزلیں لفظاً و معنیً بے عیب ہیں کہیں اصلاح کی
حاجت نہین۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خان صاحب واقعی ایسے ہی ہین جیسا تم لکھتے ہو۔ سیاحت میں
دس ہزار آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہوگا اس گروہ کثیر مین جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص ہزار دل
مین ایک ہے لاریب فیہ۔ کیا فرمایش کرون اور کیا تم سے منگاؤن وہان کون سی چیز ہے کہ یہان نہین
آم مجکو بہت مرغوب ہین انگور سے کم عزیز نہین لیکن بمبئی اور سورت سے یہان پہنچیں کیا صورت
مالدہ کا آم یہان پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ وہان بہت اچھا ہوگا
سورت سے دلی آم بھیجنے محض تکلف ہے۔ روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سو مین سے شاید
دس پہنچین میرے سر کی قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا۔ یہان دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ
لذیذ اور خوشبو افراط سے ہین۔ پیوندی آم بھی بہت ہین۔ رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آمون
مین سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہین۔ اے لو آج بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی
آئی۔ دو ٹوکرے۔ ہر ٹوکرے مین سو آم۔ کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھولے دو سو
مین سے تراسی آم اچھے نکلے اور ایک سو سترہ آم بالکل سڑے ہوئے۔ اوائل جون ماہ حال مین ایک
ہفتہ مینہ برس کر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ سہ شنبہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۶ء۔

ایضاً صاحب مین تم سے شرمندہ۔ پہلا خط تمہارا مع قصیدہ پہنچا مین قصیدہ کسی کتاب مین رکھ کر بھول گیا
اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا ہر چند ڈھونڈھا نہ پایا بڑی بات یہ کہ اسقدر مجکو یاد ہے کہ اسی وقت مین نے

اُن اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزرانو اور مع الخیر وطن کو جاؤ لیکن بھائی وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تاکہ مین اُس نشان سے تمکو خط بھیجون نواب میر غلام بابا خان صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا فقط۔ صبح سہ شنبہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۶۶ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان شکوہ تمہارا سر آنکھون پر۔ مگر کوئی خط تمہارا جواب طلب نہ تھا اشعار کی اصلاح سے مین نے ہاتھ اٹھا لیا۔ کیا کرون ایک برس سے عوارض فساد خون مین مبتلا ہون بدن پھوڑون کی کثرت سے سرو چراغان ہوگیا ہے۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہون کھانا کھاتے وقت پلنگ پر سے اتر بیٹھتا ہون کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہون۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اتر کے پیشاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے طشت چوکی بھی مگر گئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی اب نجات چاہتا ہون بہت جیا کہان تک جیون گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا خان صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا اور ولادت فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا۔ **قطعہ۔**

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہِ چاردہ	بر فراز لوح گردون گردہ تمثال اوست
فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب	از سر ناز و طرب [illegible] سال اوست

سنہ ۱۲۸۳ء ناز کے نون کے پچاس اور طرب کی طوے کے نو فرزند فرخ فال پر بڑھتے ہوئے۔ آفتاب روز چہارشنبہ ۱۴ اگست ۱۸۶۳ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میان داد خان سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالیٰ دعا اور سلام اور شکر اور سپاس تمہارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسون بروز جمعہ ۸ ستمبر ۱۸۶۵ء کو پہنچا کل دسوین ستمبر کا حال کو سو روپے مندرجہ اُس کے ایک صراف سے وصول ہوگئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی اس صرف مین میرا کام ہوا اور اُنکا نام ہوا۔ اللہ اللہ۔ اب بھی ہندوستان مین ایسے لوگ ہین کہ نہ مین نے انکو دیکھا نہ اُنہون نے مجکو دیکھا نہ میرا کوئی حق اُن پر

ثابت نہ ان کو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور ہے فقیر ہون جب تک جیونگا دعا دونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا۔ تمہارا بھی احسان مانونگا۔ اب دو ایک دن مین کاغذ آجائے تو اس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور غرض کہو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا احسان مند نہین ہوا تھا اب احسان بھی اُٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے فرزند کا۔ وہ جو لیک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے۔ وہ ایک لڑکے پڑھانے والے ملا مکتب دار کا خبط ہے رحیم بیگ اس کا نام میرٹھ کا رہنے والا کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے احمق بھی ہے اس کی تحریرین نے دیکھی تم کو بھی بھیجونگا۔ مگر ایک بڑے مزے کی بات ہے کہ اس مین بیشتر وہ باتین ہین جن کو لطائف غیبی مین رد کر چکے ہو۔ بہرحال اب اس کے جواب کی فکر نہ کرنا۔ فقط والسلام والاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ء۔

ایضاً صاحب مین خدا کا شکر بجالاتا ہون کہ تم اپنے وطن گئے اور عزیزان وطن کو دیکھ کر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیہ اپنے محسن و مربی کی خدمت مین پھر آپہنچے۔ نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا کہ اس خط مین سلام صرف وفور اشتیاق سے لکھا ہے محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجونگا۔ اجی ہان میان سیف الحق رامپور سے آکر تین سو جلدین درفش کاویانی کی تیار پائین۔ نواب میر غلام بابا خانصاحب مصنف براد رانہ کو ڈیڑھ سو جلد کا پشتارہ بنایا اُس پر ٹاٹ لپٹوایا۔ ڈاک گھر بھجوایا بستر آیا۔ سرکاری ڈاک والون نے ہرگز اس کا بھیجنا نہ قبول کیا۔ ٹھیکے والے نے۔ ہم فلٹ پاکٹ والے۔ ریل والے متفق اللفظ اس کے ارسال سے انکار کرتے ہین۔ تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھواؤ اور اس باب مین جو وہ فرمائین وہ مجھ کو لکھو۔ مدعا یہ ہے کہ کسیطرح یہ پشتارہ وہان تک پہنچ جائے۔ اس خط کا جواب جس قدر جلد لکھو گے مجھ پر زیادہ احسان کرو گے۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۳۔ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً بھائی تم جیتے رہو اور مراتب علیا کو پہنچو۔ لو ایک ہنسی کی بات سنو۔ تمہارا خط منشی کنہیالال کے

نام کا میرے پاس آیا۔ ہر چند مین نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا یہ نادانی اُن کی
کہ مجھ سے کہہ نہ دیا کہ میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیج دینا۔ بے خبری مین جو خط آیا مین نہ نام
سے واقف نہ مقام سے واقف۔ خط پھیر نہ دون تو کیا کرون۔ خط کے واپس کرنے کے بعد ایک دن
آپ بھائی میرزا محمد حسین خان کے ساتھ میرے پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا۔ دیکھنا
میان کیا خوب بیان ہے فرماتے ہین کہ مین غدر سے پہلے دو تین بار تیرے پاس حاضر ہوا
ہون۔ انصاف کرو دو تین ملاقاتین اور دس گیارہ برس کی بات۔ مین نسیان کا پتلا۔ میرا
قصور کیا۔ بہر حال یہ شریف ہین اور عمدہ روزگار کیے ہوئے ہین۔ صاحب مین نے اودھ اخبار مین
دیکھا کہ چھوٹے صاحب مقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبون مین ان کی افزایش جاہ و جلال و تعظیم و توقیر
کمال ہوئی۔ مین تو تہنیت مین خط لکھون گا۔ مگر رشک آتا ہے کہ بحوالہ اودھ اخبار لکھون اور بحوالہ
سیف الحق نہ لکھون۔ زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ خان غالب۔ ۳۱۔ مارچ سنہ ۱۸۶۷ء۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان سیف الحق میان داد خان سیاح کو غالب
کی دعا پہنچے۔ پرسون ایک خط تمہارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمہارے خط مین پچاس پچاس
روپے کے دو نوٹ پہنچے سو روپے وصول ہو گئے آج تمکو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھکر روانہ کرتا
ہون۔ بھائی تم نے اخبار اطراف و جوانب مین میرا حال دیکھا ہوگا۔ مین اب محض نکما ہو گیا۔ خدا جھوٹ
نہ بلوائے پچاس جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس مین دھرے ہین۔ از انجملہ
تین صاحبون کے نام لکھتا ہون میر ابراہیم علی خانصاحب۔ میر عالم علی خانصاحب۔ نواب عباس علیخان
رئیس حال رامپور کے حقیقی مامون۔ غرضکہ انہین اوراق مین تمہارے کاغذ بھی دھرے ہوئے ہین
جس دن خدا افاقت پاؤنگا تو ان سب کاغذ کو دیکھون گا۔ ۲۳۔ اپریل سنہ ۱۸۶۸ء

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میان داد خان سیاح کو غالب ناتوان

نیم جان کی دعا پہنچے۔ بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا آگے لیٹے لیٹے لکھتا تھا اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہین ہو سکتا جب حال یہ ہے تو کہو صاحب مین اشعار کو اصلاح کیونکر دون۔ اور پھر اس موسم مین کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگھلا جاتا ہے دھوپ کے دیکھنے کی تاب نہین رات کو صحن مین سوتا ہون صبح کو دو آدمی ہاتھون پہ لے کر دالان مین لے آتے ہین ایک کوٹھری ہے اندھیری اُس مین ڈال دیتے ہین تمام دن اُس گوشۂ تاریک مین پڑا رہتا ہون۔ شام کو پھر دو آدمی بدستور لیجا کر پلنگ پر صحن مین ڈال دیتے ہین۔ تمہاری غزلین۔ میر ابراہیم علی خان بہادر کی غزلین۔ میر عالم علی خان کی غزلین حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلین اور کیا کہون کس کس کی غزلین یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہین اگر کوئی دن زندگی اور ہے اور یہ گرمی خیر سے گذر گئی تو سب غزلون کو دیکھونگا تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے دوست میرے چہرے کی تصویر اتار کر لے گئے اُس کو تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہین آئے۔ مین نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا بھی ایک دوست اِس کام کو کرتے ہین عید کے دن وہ آئے تھے مین نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہین پرسون اسباب کھینچنے کا لے کر آؤنگا شوال ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم یہ پانچوان مہینہ ہے آج تک نہین آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا قطعہ پہنچا اُس مین کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے اب اصلاح دے سکون۔ مین تو اپنی مصیبت مین گرفتار۔ بارے ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُس کو موقع و محل بتا دیا جو مین کہتا گیا اُس طرح وہ بناتا گیا۔ وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع مین بھیج دیا ہفتہ آیندہ مین تم بھی دیکھ لوگے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ ۱۱ جون سنہ ۶۷ء

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خان المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ دہم شوال سنہ ۱۲۸۳ھ ۱۵۔ فروری سنہ ۱۸۶۷ء۔ بھائی مین نہین جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی

ارادت اثر محمد کو تم سے اتنی محبت کیون ہے۔ ظاہر معاملۂ عالم ارواح ہے اسباب ظاہری کو اس مین دخل نہین۔ تمہارے خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہو چکا ہے وقت پہنچے گا ستر برس کی عمر ... پیر خرف ہے میری تہتر برس کی عمر ہے پس مین اخرف ہوا حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ سامعہ باطل بہت دن سے تھا رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہو گیا۔ اب مہینا بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہین رسمی پرسش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہوتی ہے وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہین غذا مفقود ہے۔ صبح کو قند اور شیرہ بادام مقشر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سرِ شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسی قدر گلاب۔ خرف ہون۔ پوچ ہون۔ عاصی ہون فاسق ہون۔ روسیاہ ہون۔ یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ؎

مشہور ہین عالم مین مگر ہون بھی کہین ہم القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہین ہم

آج اس وقت کچھ افاقت تھی ایک اور خط ضروری لکھنا تھا بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا مگر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہین گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ مین لکھتا ہون تاکہ غفلت کا حال لو میرے احوالات تمکو معلوم ہو جاوین کہ مین قوم کا ترک سلجوقی ہون دادا میرا ماوراءالنہر سے شاہ عالم کے وقت مین ہندوستان مین آیا سلطنت ضعیف ہو گئی تھی صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ مین پایا۔ بعد انتقال اس کے جو طوائف الملوکی کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا بعد چند روز حیدرآباد جا کر نواب نظام علی خان کا نوکر ہوا تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہان رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے مین جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا وہان کسی لڑائی مین مارا گیا۔ نصراللہ بیگ خان بہادر میرا چچا حقیقی مرہٹون کی طرف سے

اکبرآباد کا صوبہ دار تھا اُس نے مجھے پالا ۱۸۰۶ء مین جب جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا صوبہ داری کمشنری ہوگئی اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سوارون کی بھرتی کا حکم دیا چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا ایک ہزار سات سو روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر زبانی کے تھی کہ بمرگ ناگاہ مرگیا رسالہ برطرف ہوگیا ملک کے عوض نقدی مقرر ہوگئی وہ اب تک پاتا ہون۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مرگیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مرگیا سنہ ۱۸۳۰ء مین کلکتے گیا۔ نواب گورنر سے ملنے کی درخواست کی دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا ملازمت ہوئی سات پارچے اور جیغہ۔ سرپیچ۔ مالاے مروارید یہ تین رقم خلعت ملا۔ زان بعد جب دلی مین دربار ہوا مجکو بھی خلعت ملتا رہا۔ بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونون بند ہوگئے میری بریت کی درخواست گزری تحقیقات ہوتی رہی تین برس کے بعد سینڈ چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا غرضکہ یہ خلعت ریاست کا ہی عوض خدمت نہین انعامی نہین معوج الذہن نہین ہون۔ غلط فہم نہین ہون۔ بدگمان نہین ہون۔ جو جس کو سمجھ لیا اُس مین فرق نہین آتا۔ دوست سے راز نہین چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک مین بھیجا۔ بند بری طرح کیا تھا کھولتے مین سطر کٹ گئی بارے مطلب ہاتھ سے نہین جاتا بھیجنے والے کی غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی اور مین نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط بجنسہ تمہارے پاس اس خط مین ملفوف کرکے بھیجتا ہون زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا۔ مدعا اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمہاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔

ایضاً بندہ پرور تمہارے دونون خط پہنچے۔ غالب گستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو یہ اور بات ہے۔ دونون خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خان کا بہ تقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول

ہوئے آپ کا پارسل بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائے گا۔ خانصاحب کے پارسل مین ایک کتاب بدمعان اور اوراق اصلاح بھیجے جائین گے۔ ہاہاہا محرق قاطع کا تمہارے پاس پہنچنا ۵ کاٹے کہ خو ستم زخدا شد میسرم ومین اُس خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ مگر ہان سخن فہم دوستون کو غصہ آگیا۔ ایک صاحب نے فارسی عبارت مین اُس کے عیوب ظاہر کیے۔ دو طالب علمون نے اُردو زبان مین دو رسالے جدا جدا لکھے دانا ہو اور منصف ہو محرق کو دیکھ کر جانوگے کہ مؤلف اس کا احمق ہے اور جب وہ احمق دافع ہذیان و سوالات عبدالکریم اور لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا اور محرق کو ڈھونڈ ڈالا تو معلوم ہوا کہ بیحیا بھی ہے۔ دافع ہذیان۔ سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینون نسخے ایک پارسل مین اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہین یقین ہے کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر انور سے گزرین۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیے گا جب آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اُس کی رسید رقم کی جائے گی۔ چار نسخے پارسل مین ہین دو آپ لیجیے اور دو محمد نجیب خان صاحب کو دیجیے۔ دوشنبہ۔ ۲۸۔ نومبر ۱۸۶۲ء۔ غالب۔

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے۔ مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے میرے محب میرے محبوب تمکو میری خبر بھی ہے آگے ناتوان تھا اب نیم جان ہون۔ آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہون رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے۔ رعشہ و ضعف بصر۔ جہان چار سطرین لکھین انگلیان ٹیڑھی ہوگئین حرف سوجھنے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا اب زندگی برسون کی نہین مہینون اور دنون کی ہے۔ پہلا خط تمہارا پہنچا اُس سے تمہارا مریض ہونا معلوم ہوا متواتر دوسرا خط مع غزل آیا غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہین اتنا یاد ہے کہ ایک شعر مین کوئی لفظ بدلا گیا تھا۔ غرضکہ وہ غزل بعد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک

خط رجسٹری دار آیا۔ گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا۔ حیران کہ ماجرا کیا ہے۔ بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہاے بیجا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جب روانہ ہو وہین رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاک خانہ مین پہنچ کر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے وہان کے ڈاک کے کارپردازون کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دین یا نہ دین۔ آپ مرزا صابر کا تذکرہ مانگتے ہین اُس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر مین تاراج ہو گیا اب ایک مجلد نسخ کا کہین نظر نہین آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو جواب خط کا طالب غالب۔ صبح جمعہ ۲۵۔ ذیحجہ ۱۲۷۷ھ ۱۲۔ مئی ۱۸۶۱ء۔

ایضاً مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اُس کے جواب مین یہان سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا اُس مین مین نے اپنے خط کا جواب نہ پایا ناچار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف رہی بہت آزادانہ فطرت کی داد اُس تحریر کے آنے پر موقوف رکھی گئی بارے وہ گل نظر فروز اور طبیعت اُس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی اب درنگ ورزی کی تقصیر معاف کیجیے اور اپنے دونو نگارشون کا جواب لیجیے صاحب تاریخ انطباع کلیات خوب لکھی ہے مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام انطباع پہنچی اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی۔ بندہ پرور تم چراغ دودمان مہر و وفا اور منجملہ اخوان الصفا ہو۔ مجھ سے تمہین محبت روحانی ہے گویا یہ جملہ تمہاری زبانی ہے۔ دوست کی بھلائی کے طالب ہو۔ اس شیوہ مین شریک غالب ہو۔ ایک خواہش میری قبول ہو تاکہ مجکو راحت حصول ہو۔ مبادی کا ذکر نہین کرتا ہون واقعۂ حال دل نشین کرتا ہون۔ جناب مولوی مؤید الدین خان صاحب کے بزرگون مین اور فقیر کے بزرگون مین باہم وہ خلت و صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اس کی ہوئی کہ ہم مین اور اُن مین برادرانہ ارتباط و اختلاط باہم ہے اور ہمیشہ یون ہی بلکہ روز افزون

رہنے کا خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے۔ اگر یون نہ ہوتا تو مین اُن کے
نام کا خط تمہارے خط مین ملفوف کر کے بھیجتا ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہون کہ آپ
مولوی صاحب سے ملین اور اُن کو یہ خط اپنے نام کا دکھائین اور میری طرف سے بعد سلام
میرے کلیات کی پارسل کا اُن کے پاس اور اُن کے ذریعہ عنایت سے اُس مجلد کا
حضرت فلک رفعت نواب مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُس کے گزرنے
کے بعد واقع ہو دریافت کر کے مجھ کو مطلع فرمائین۔ جمعہ ۱ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق
۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ عیسوی۔ غالب۔

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خان کو
غالب سوختہ اختر کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا۔ تم میری بات پوچھتے
ہو گر مین کیا لکھون ہاتھ مین رعشہ۔ انگلیان کہنے مین نہین۔ ایک آنکھ کی بینائی زائل۔
جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اُس سے خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہون۔ مشہور ہے یہ
بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے مُوتی کی روح کو اُس کی بو پہنچتی ہے
ایسے ہی مین سونگ لیتا ہون غذا کو۔ پہلے مقدار غذا کی تولون پر منحصر تھی اب ماشون پر
ہے۔ زندگی کی توقع آگے مہینون پر تھی اب دنون پر ہے۔ بھائی اس مین کچھ مبالغہ نہین
ہے۔ بالکل میرا یہی حال ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اپنی مرگ کا طالب غالب۔
دوم شوال ۱۲۸۰ھ ہجری۔

ایضاً جان غالب۔ تم نے بہت دن سے مجکو یاد نہین کیا۔ ایک خط میرا ضروری جواب
طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی اس کا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا
منیر براہان یہ سنہ پاس بھی آگئی ہے اور مین اس کی خرافات کا حال بقید شمار صفحہ و

وسطر لکھ رہا ہون وہ تمہارے پاس بھیجون گا۔ شرط موودت بشرط آن کہ جاتی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہون یا نہون تم اس کا جواب میرے بھیجے ہوئے اقوال جہان جہان مناسب جانو درج کردو۔ مین اب قریب مرگ ہون۔ غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی بہتر برس کی عمر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میان محمد میران کو دعا۔ جواب کا طالب غالب۔ ۱۴۔ مارچ سنہ ۱۸۶۷ء۔

ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی مین نے اُس کا جواب ڈاک مین اور اس خط کے ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا۔ دسوین بارہوین دن خط اور مہینا بیس دن مین پارسل پہنچے گا۔ خط کا جواب ضروری الارسال نہین۔ لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیے گا۔ آپ کے خط کی عبارت تو مین سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا۔ مین نے پارسل کب آپکے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ یہ پارسل موید الدین خان کو دیجیے گا۔ پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپ کو اُس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی موید الدین خان صاحب سے ملیے اور میرا خط جو آپ کے نام کا ہے انہین دکھائیے اور اُن سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے۔ آپ ولایتی بھی نہین جو مین یہ تصور کرون کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی طرح نہ کرسکے۔ بہر حال اب مدعا سمجھ لیجیے۔ اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمائیے۔ اور پارسل کا حال معلوم کرکے لکھیے۔ داد کا طالب غالب۔ ۵۔ جمادی الاول ونوزدہم اکتوبر روز ورود نامی نامہ۔

ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا۔ آج مین پاسخ طراز ہوا۔ جس کاغذ پر مین یہ نقوش کھینچ رہا ہون آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجیے اور معلوم کیجیے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور اُس کے بعد بہم دو خط پہنچے۔ مین صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہون بلکہ اُسی خط مین محمد

محمد نجیب خان کو سلام اور ادمغان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید مین نے لکھ دی ہے۔ پارسل کے سرنامہ سے میرا نام مٹا نہین۔ پارسل تلف ہوا نہین۔ آٹھ دس روز ہوئے ہونگے کہ وہ مجلد اُسی پارسل مین کہ اُسکو ورگردان کر لیا ہی بعد ادا ے محصول آپ کا نام لکھ کر روانہ کر دیا ہے یقین ہے کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ پاس پہنچ گیا ہوگا۔ ہان صاحب خط دیروزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا مع اُس حکم کے کہ مین اُسکو مولوی صاحب پاس پہنچاؤن مین نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہین۔ صرف اتحاد معنوی کے اقتضا سے اُنہون نے دافع ہذیان لکھ کر فن سخن مین مجھ کو مدد دی ہے منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے شاگرد اور میرے آشنا ہین اُنکو وہ خط بجنسہ بھیج دیا یقین ہے کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھجوا دین گے مُنہین کے اظہار سے دریافت ہوا ہے کہ مولوی صاحب مرشدآباد بنگالہ مین ہین نواب ناظم نے اُنکو نوکر رکھ لیا ہے۔ ہر شخص نے بقدر حال ایک ایک قدردان پایا۔ غالب سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ؎

کسم بخود نہ پذیرفت و دہر بازم بُرد ۔ چو نامہ کہ بود نا نوشتہ عنوانش

یہ شعر میرا ہے و لیعہد خسرو دہلی میرزا فتح ملک بہادر مغفور کے قضیہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری ؎

دستم بہ کلید مخزنے مے بایست	ور بود تہی بہ داشنے مے بایست
یا ہیچ بکس نیفتادے کار	یا خود بزمانہ چون منے مے بایست

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ایضاً دوست روحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خان میر منشی کو فقیر غالب کا سلام۔ تم نے یوسف علیخان کو کہان سے ڈھونڈھ نکالا اور انکا تخلص اور انکا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیون کر بھیجا اور وہ خط اُن کو کیون کر پہنچا ؎

حیرت اندر حیرت است اے پارسن ۞ پہلے یہ تو کہو کہ درفش کاویانی اور وہ قطعہ جس کی نقل بہت
یہ ہے تم کو پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیون نہ لکھی ہے

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ ٔ درخصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچ گیا ہے تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو۔ اور اگر نہین پہنچا تو مجھ کو اطلاع ہوتا کہ ایک نسخہ اور بھیجون۔ زیستن دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھوین تاریخ سے تہترواں برس شروع ہوا۔ غذا صبح کو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی۔ قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اٹھ نہین سکتا۔ اور اگر دونون ہاتھ ٹیک کے چارپایہ بن کر اٹھتا ہون تو پنڈلیان لرزتی ہین معہذا دن بھر مین دس بارہ بار اور اسی قدر رات بھر مین پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ اسباب حیات مین سے یہ بات ہے کہ شب کو بدخواب نہین ہوتا بعد اراقہ بول بے توقف نیند آجاتی ہے ماہ بماہ کی آمد ستر کا خرچ ہر مہینے مین مالعہ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہین ۔ مردن ناگوار یہی ہے مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جواب خط کا طالب غالب۔ شنبہ ازروے جنتری ۲۶۔ لو ازروے رویت ۲۵۔ رجب ۱۲۸۳ھ۔ اور ۴۔ دسمبر ۱۸۶۶ء بھائی یہ خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہون

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خان کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ و سرور سینہ منشی محمد میران کو دعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہاری تھی اب تم بتاؤ کہ رقعہ اسی کی طرف سے تم نے لکھا ہے یا خود اس نے تحریر کیا ہے۔ لڑکا تمہارا تمہارے ساتھ حیدرآباد نہین آیا ظاہراً اب تم نے وطن سے بلایا ہے مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اسکے ساتھ

تم نے بتلایا ہے۔ ہان صاحب محمد میران یہ اسم مقتضی اس کا ہے کہ آپ قوم کے سید ہون منشا افراط پرسش وفور محبت ہے نہ فضولی۔ یوسف علی خان شریف و عالی خاندان ہین۔ بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپیہ مہینہ پاتے تھے جہان سلطنت گئی وہان وہ تنخواہ بھی گئی۔ شاعر ہین ریختہ کہتے ہین ہوس پیشہ ہین مضطر ہین۔ ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہین۔ علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہین انکا باپ میرا دوست تھا مین انکو بجاے فرزند سمجھتا ہون۔ بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہین تم انکی درخواست کے جواب سے قطع نظر کروگے تو کیا کروگے صاحب مین بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہون ایک دوست نے کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے نام اسکا موید برہان ہے۔ اس رسالہ مین دفع کیے ہین تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کیے ہین اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات وارد کیے ہین اور اہل مدرسہ اور شعراے کلکتہ نے تقریظین اور تاریخین بڑی دھوم کی لکھی ہین۔ بس بھائی مین نے اسکے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اس دوست کو اور چار جلدین درفش کاویانی علاوہ اوراق مذکور بھیجدیے اسی زمانہ مین تین چار ورق خوب یاد ہے کہ درفش کی جلد مین رکھکر تمکو بھیجے ہین یا تو مجھے غلط یاد ہی یا تمنے درفش کو کھول کر دیکھا نہین۔ وہ اوراق مع درفش زینت طاق نسیان ہین دو ورق اس لفافہ مین اپنے نزدیک مکرر بھیجتا ہون تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہان صاحب اودھ اخبار مین ایک قصیدہ مولوی غلام امام کا دیکھا۔ مکان تنگ است جہان تنگ است مدح مختار الملک مین متضمن استدعاے مسکن وسیع پھر مہینہ بھر بعد اسی اودھ اخبار مین یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ دیا مگر تیس روپے مہینہ بڑھا دیا۔ اسی اخبار مین پھر دیکھا گیا کہ ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہی اور ان کے شاگرد وضیع تخلص نے اس کا جواب لکھا ہے آپ سے اس روداد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہون بسبیل

استعجال۔ دوشنبہ۔ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۳ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بمیرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵۔ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط تمہارا۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب تو معلوم ہوگئے۔ مگر ایک امر مین مین حیران ہون کہ کیا کرون یعنی انہون نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو یہ لکھا ہے کہ اُس کو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا حال آنکہ خود لکھتے ہین کہ مین اپریل کی چوتھی کو سپاٹو۔ یا۔ آبو جاؤن گا۔ اور آج پانچوین ہے۔ بس وہ تو کل روانہ ہوگئے اب مین وہ خط کس کے پاس بھیجون ناچار تمکو لکھتا ہون کہ مین خط کو اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آگر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُن کو بھیجونگا۔ تمکو تردد نہ ہو کہ کیا خط ہے۔ خط نہین مینڈھو لال کایتھ غماز کی عرضی تھی بنام مہاراجہ بیکنٹھ باشی سعایت بابو صاحب پر مشتمل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہردیو سنگھ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جےپور کے پاس لایا ہے اور جانی کی درستی روزگار جےپور کی سرکار مین کر رہا ہے اور اُسکے نہ بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے آپ کے لکھنے سے مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے مین نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم اب ہردیو سنگھ کو بلوالو مین امر جزوی کے واسطے امر کلی کا بگاڑ نہین چاہتا اُس کے جواب مین اُنہون نے وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ اِن باتون پر نگاہ کرتا اُس نے یہ عرضی گزرتے ہی میرے پاس بھیج دی فقط بارے خط کے آنے سے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہوگئی مگر ابھی فکر پڑی یعنی بابو صاحب آبو ہون گے۔ اگر ہردیو سنگھ پھر آئے گا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہے مجھ تک کاہے کو آئے گا خیر وہ بھی لکھتا ہے کہ راول کہین گیا ہوا ہے اُسکے

ع سعایت بکسر اول چغلی و حرف چغلی بر کسے گفتن

آنے پر رخصت ہوگی۔ دیکھیے وہ کب آوے اور کیا فرض ہے کہ اُسکے آتے ہی رخصت ہو بھی جاے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر سے پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانا نہین والدعا

از اسد اللہ نگاشتۂ سہ شنبہ روز ورود نامہ و مرسلہ چہارشنبہ ششم اپریل ۱۸۵۳ع۔ جواب طلب۔

ایضاً تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاترس سے آنا معلوم ہوا آوین تو میرا سلام کہہ دینا۔ یہ تمہارا دعاگو اگرچہ اور امور مین پایہ عالی نہین رکھتا۔ مگر احتیاج مین اسکا پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہون۔ سو دو سو مین میری پیاس نہین بجھتی۔ تمہاری ہمت سو ہزار آفرین۔ جے پور سے مجکو اگر دو ہزار ہاتھ آجاتے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور مل جاتا۔ یہ پانسو تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات مین جا کر سو ڈیڑھ سو بچ رہین گے سو وہ میرے صرف مین آوین گے۔ مہاجنون کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سولہ سَے کے باقی رہے گا اور وہ جو سو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب مین حرام اور تمہارے مشرب مین حلال ہے سو وہ دیے گئے یقین کہ آج کل مین بابو صاحب کا خط مع ہنڈوی آجاے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کاغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ مین نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل مین اُن کے پاس روانہ کر دیے اور اُس مین لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیج دو پنجشنبہ ۱۵ دن آج پورے ہوئے۔ از اسد اللہ۔ نگاشتۂ پنجشنبہ نہم جون ۱۸۵۳ع۔

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپیہ کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپیہ ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مجرا نہ لیے بہرحال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھے

مجکو صبر کہان، مٹی کاٹ کر روپیے لے لیے قرض متفرق سب ادا ہوا۔ بہت سبکدوش ہو گیا آج میرے پاس سو روپیہ نقد بکس مین اور ۴ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانہ مین موجود ہین۔ الحمد للہ علی احسانہ۔ بھائی صاحب آگئے ہون تو میر قاسم علیخان کا خط اُن کو دیو اور میرا سلام کہو اور پھر مجکو لکھو تاکہ مین اُن کو خط لکھون۔ بابو صاحب پھر ہو آجائین تو آپ کاہلی نہ کیجیے گا۔ اور اُنکے پاس جائیے گا کہ وہ تمہارے جویاے دیدار ہین۔ اسد اللہ۔ پنجشنبہ ۲۴ جون سنہ ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب کیون مجھے یاد کیا کیون خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی پھر یہ کہتا ہون کہ خدا تمکو جیتا رکھے کہ تمہارے خط مین مولوی قمر الدین خان کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر مین تھے ظاہرا یون مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری خواہش کی۔ حق تعالی اُن کی جو مراد ہو بر لاوے اُن کو میرا سلام کہہ دینا بلکہ یہ رقعہ پڑھوا دینا۔ مولوی قمر الدین خان کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے مین مجھ سے پرسش کیون کرتے ہو جلد جزو ہین تو۔ بیس جزو ہین تو بے تکلف بھیج دو۔ مین شاعر سخن سنج اب نہین رہا صرف سخن فہم رہ گیا ہون۔ بوڑھے پہلوان کی طرح پیچ بتانے کی گون ہون۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا۔ اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہون کہ یہ مین نے کیونکر کہا تھا۔ قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیج دو۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲ اپریل سنہ ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ میرزا تفتہ تمہارے اوراق مثنوی کا پم فلٹ پاکٹ پرسون ۱۵۔ اگست کو اور جناب میرزا حاتم علی صاحب کی نثر شاید آغاز اگست مین روانہ کر چکا ہون اُس نثر کی رسید نہین پائی اور نہین معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کے مقبول طبع ہوئی یا نہین۔ نہین معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہان ہین اور کس طرح ہین اور کس خیال مین ہین۔ نہین معلوم مولوی قمر الدین خان الہ آباد سے آگئے یا نہین۔

اگر نہین آئے تو وہ وہان کیون متوقف ہین ۔ منیر منشی قدیم وہان پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہین ۔ آپ کو بتاکید لکھتا ہون کہ ان تینون باتون کا جواب الگ الگ لکھیے اور جلد لکھیے ۔ اس خط کے پہنچنے تک اغلب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا ۔ اب ایک امر سنو مین نے آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد شہر اور اپنی سرگزشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر مین لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر مین درج ہے ۔ وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے ۔ ہان اشخاص کے نام نہین بدلے جاتے ۔ وہ عربی ۔ انگریزی ۔ ہندی جو ہین وہ لکھدیے ہین ۔ مثلاً تمہارا نام ۔ منشی ہرگوپال منشی لفظ عربی ہے نہین لکھا گیا ۔ اسکی جگہ شیوا زبان لکھ دیا ہے ۔ یہی میرا خط جیسا اس رقعہ مین ہے یعنی نہ جمدرانہ گنجان ۔ اوراق بے سطر پر اس طرح کہ کسی صفحہ مین ۲۰ سطر اور کسی مین ۲۲ سطر بلکہ کسی مین ۱۹ سطر بھی آئے چالیس صفحہ یعنی ۲۰ ورق ہین ۔ اگر ۲۱ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو مین آجائے ۔ یہان کوئی مطبع نہین ہے سُنتا ہون کہ ایک ہے اس مین کاپی نگار خوش نویس نہین ہے ۔ اگر آگرہ مین اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو اطلاع کرو ۔ اس تہیدستی اور بے نوائی مین پچیس کا مین بھی خریدار ہو سکتا ہون ۔ لیکن صاحب مطبع اتنی پہ کیون مانے گا اور البتہ چاہیے کہ اگر ہزار نہ ہون تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو سات سو جلد چھاپنے کی صورت مین سہر ۔ سہ قیمت پڑے ۔ کاپی تو ایک ہی ہو گی رہا کاغذ وہ بھی بہت نہ لگے گا ۔ لکھائی متن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی حاشیہ پر البتہ لغات کے معنی لکھے جائینگے ۔ بہر حال اگر ممکن ہو تو اس کا تکلمہ کرو

اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو مگر منشی قمر الدین خان آ گئے ہون تو ان کو بھی شریک مصلحت کر لو۔ ان تینون باتون کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب یہ سب ایک خط مین پاؤن ضرور ضرور ضرور۔ غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ شنبہ۔ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً بعد الشکر تمہارا خط آیا اور دل سودا زدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہین کرتے۔ مین نے ہرگز نہین لکھا کہ یہ عبارت دو جزو مین آ جائے۔ مین نے یہ لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو جزو مین آ جائے لیکن مین چاہتا ہون کہ حجم زیادہ ہو بہر حال اس نمونہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوع ہے۔ لغات کے معنی حاشیہ پر چڑھے ہین اُس کی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھ دی اچھا کیا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب سے نثر کے دو فقرے حسب محل پر کہ اُن کو بتائے ہین ضرور لکھوا دینا۔ مین نے جو تم کو میرزائی کا خطاب دیا ہے اُن فقرون مین اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری یہ امر ہے۔ اور ہین منشی شیو نراین صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہون۔ تیسرے صفحہ کے آخر یا چوتھے صفحے کے اول یہ جملہ ہے۔ اگر وردم دیگر بہ نہیب مباش بہم زنم نہیب کی جگہ نواے بنا دینا۔ بہ نواے مناش بہم زنم نہیب لفظ عربی ہے۔ اگر رہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کرینگے۔ تیز چاکو کی نوک سے نہیب کا لفظ چھیل ڈالا جائے اور اسی جگہ نواے لکھ دیا جائے۔ راے امید سنگھ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی اعانت کی حق تعالےٰ اُن کو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام تم سے آ پڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس مین میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور مین نے اُسکو اپنے بہت سے مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے خدا کے واسطے پہلو تہی نہ کرو اور بدل توجہ فرماؤ

کاپی کی تصحیح کا ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ چھ جلد ان کی آرستگی کا ذمہ برخوردار عبد اللطیف
کا کر دو میری طرف سے دعا کہو اور کہو کہ مین تمہارا بوڑھا اور مفلس چچا ہون تصحیح بھائی کرین
تزئین تم کرو۔ کہتا ہون مگر نہین جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیے۔ سنتا ہون کہ چھاپے کی
کتاب کے حرفون پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے ہین تاکہ حرف روشن ہو جائین۔ سیاہ قلم سے
جدول بھی کھچ جاتی ہے پھر جلد بھی پرتکلف بن سکتی ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صناعی اور
ہوشیاری اُن کی سیکے کس دن کام آوے گی۔ میرزا تفتہ تم بڑے نرلے درد ہو۔ دلی کی تباہی پر
تم کو رحم نہین آتا۔ بلکہ تم اُس کو آباد جانتے ہو۔ یہان نیچہ بند تو میسر نہین صحاف اور نقاش
کہان۔ شہر آباد ہوتا تو مین آپ کو تکلیف کیون دیتا۔ یہین سب درستی میری آنکھون کے
سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ مین تو اُن کے باپ کو
اپنا حقیقی بھائی جانتا ہون۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانین اور میرا کام کرین تو کیا عجب ہے
دو روپیے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہین جب مجھکو لکھوگے ہنڈوی بھیج دون گا۔ چھ روپیے
آٹھ روپیے دس روپیے حد بارہ روپیے میان کو سمجھا دینا کمی کی طرف نہ گرین چیز اچھی ہے۔
نہایت بارہ روپیہ مین چھ جلدین تیار ہون۔ منشی شیو نراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھین نام
اور تخلص بس۔ اجزاے خطابی کا لکھنا نامناسب بلکہ مضر ہے۔ مگر ہان نام کے بعد لفظ بہادر کا
اور بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خان بہادر غالب۔ بھائی تم نے اوراق مثنوی کی
رسید نہ لکھی کہین وہ پارسل بین سے گر تو نہ گئے ہون۔ دیکھو کس لطف سے میرے نام کی
حقیقت بیان ہوئی ہے اور دن کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر مین اسکی عبارت کیا
بتاؤن صاحب مطبع اس امر کو اردو مین آخر کتاب پر لکھدین منشی جی سے نثر لکھوا لو۔ منشی عبد اللطیف کو
یہ خط پڑھا دو۔ عیب کی جگہ نوا بنا دو۔ صاحب مطبع کو میرا پتہ بتا دو۔ خاتمہ پر ممانعت کا حکم صاحب مطبع

سے لکھوا دو برخوردار عبد اللطیف سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجکو لکھ بھیجو۔ اپنی مثنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بجان ودل مصروف ہونے کا اقرار کرو۔ ان سب امور کی مجھے خبر دو۔
غالب جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء ہنگام نیمروز۔

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ دونون فقرے جس محل پر بتلاتے ہین حاشیہ لکھدیے ہیں نگے نہیب کے لفظ کو چھیل کر نوا سے بنادیا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھادیا ہوگا۔ اُن کی سعادت مندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کرین اور ادھر متوجہ ہون۔ کاپی لکھی جانی اور چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ اگر بتھر بڑا ہے تو چاہیے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے جائین اور کتاب جلد منطبع ہوجائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہین مجھپر مہربان اور حسن کلام کے قدردان ہین۔ اُس کی تصحیح مین بے پروائی کرین گے تو کیا میری تفضیح کے روادار ہونگے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیونراین صاحب نے بھی لکھا۔ مین ایک عبارت لکھتا ہون اگر پسند آئے تو خاتمہ عبارت مین چھاپ دو۔ نامہ نگار غالب خاکسار کا یہ بیان ہے کہ یہ جو میری سرگذشت کی داستان ہے اس کو مین نے مطبع مفید خلائق مین چھپوایا ہے اور میری رائے مین اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحبان مطابع جب تک مجھ سے طلب رخصت نہ کرین اپنے مطبع مین اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کرین۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو تو منشی شیونراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دین۔ یہ سب باتین پہلے بھی لکھ چکا ہون۔ اب دو امر ضروری الاظہار تھے اسواسطے یہ خط لکھا ہے۔ ایک تو اردو عبارت دوسرے یہ کہ میرے شفیق مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھون نے ایک بات جواب طلب لکھی ہے اُسکا جواب اسی خط مین لکھتا ہون تمکو چاہیے کہ ان

کہہ دو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو۔ بندہ پرور نواب عطاء اللہ خان میرے بڑے دوست اور شفیق ہین اُن کے فرزند رشید میر غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونو صاحب صحیح و سالم ہین۔ شہر سے باہر مہ چار کوس پر کوئی گانو ہے وہان رہتے ہین۔ شہر مین اہل اسلام کی آبادی کا حکم نہین اور ان کے مکانات قرق ہین ضبط ہو گئے ہین نہ واگزاشت کا حکم ہے۔

ایضاً میرزا تفتہ اس غمزدگی مین مجکو ہنسانا تمہارا ہی کام ہے۔ بھائی تضمین گلستان چھپواکر کیا فائدہ اُٹھایا ہے جو انطباع سنبلستان سے نفع اُٹھاؤگے روپیہ جمع رہنے دو آمد بھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دیدو۔ بعد نو مہینے کے روپیہ تم کو مل جائے گا یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے مین کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا اگر احیاناً ہوا بھی تو ہوتے ہوتے اُس کو مدت چاہیے۔ رستخیز بیجا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو یعنی قیامت اور اُس کا حال معلوم نہین کہ کب ہوگی۔ اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۲۷۰ ہوتے ہین۔ احتمال فتنہ سال آئندہ پر رہا سو بھی موہوم۔ میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جا کر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میرے حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والی رامپور کا اُستاد تھا اور وہان گیا تھا۔ اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچہزار روپیے سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا دو سو روپیہ مہینا کر دیا تھا۔ لفٹنٹ گورنر الہ آباد جو رامپور آئے اور اُن کو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا تو انھون نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو جواب دو۔ نواب نے برطرف کر دیا یہ تو سب سُن لیا اب تم اصل حقیقت سنو۔ نواب یوسف علیخان بہادر

تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہین۔ آگے گاہ گاہ کچھ بھیج دیا کرتے تھے۔ اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہین۔ بُلاتے رہتے تھے اب مین گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرط حیات بعد برسات کے پھر جاؤنگا۔ وہ سو روپیہ مہینا یہان رہون۔ وہان رہون خدا کے ہان سے میرا مقرر ہے۔ غالب۔ ۳۱۔ مارچ ۱۸۶۲ء

ایضاً کیون صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلّی کے خاک نشینون کو خط نہ لکھین بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندر آباد کو یہان کی ڈاک مین نہ جائے بہر حال ۵ کس بشنود یا نشنود من گفتگوے می کنم ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲۔ تاریخ نومبر کو ۳۳ جلدین بھیجی ہوئی برخوردار شیونراین کی پہنچین کاغذ خط تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپا سب خوب۔ دل خوش ہوا اور شیونراین کو دعا دی۔ سات کتابین جو میرزا حاتم علی صاحب کی تحویل مین ہین وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائین معلوم نہین منشی شیونراین نے اندور کو واسطے راے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہین یا ابھی نہین بھیجین۔ صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے قصد کا حال لکھو۔ سکندر آباد کب تک رہوگے۔ آگرہ کب جاؤگے۔ شنبہ ۔ ۱۳۔ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب۔

ایضاً صاحب۔ ۲۵۔ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک مین ارسال کر چکا ہون۔ آج ۳۰۔ ہے یقین ہے کہ خط اور پارسل دونون پہنچ گئے ہونگے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو مین اس وقت روانہ کرتا ہون۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہی اس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا۔ اٹھارہ۔ انیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۳ھ مین بیمار پڑ کر مر گیا اب اس کا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُس کے مرنے کی لکھون ایسی کہ وہ فقط تاریخ نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ

اس کو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجکو عزیز اور فکر شعر متروک معہذا یہ واقعہ تمہارے حسب حال ہے جو خونچکان شعر تم نکالوگے وہ مجھ سے کہان نکلین گے۔ بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھدو۔ مصرع آخر مین مادہ تاریخ ڈال دو۔ نام اسکا برج موہن تھا۔ اور اس کو بابو بابو کہتے تھے۔ چنانچہ مین بحر ہزج مسدس مخبون مین ایک شعر تمکو لکھتا ہون چاہو اسکو آغاز مین رہنے دو اور اینٹہ اسی بحر مین اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو لیکن یہ خیال مین رہے کہ سائل کو متوفی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن سوا ے اس بحر کے یا بحر رمل کے اور بحر مین نہین آسکتا وہ شعر میرا یہ ہے ؎

برم چون نام بابو برج موہن چکد خونِ دلِ ریش از لبِ من

غالب۔ نگاشتہ روز جمعہ۔ سی ام۔ اپریل ۱۸۵۸ء۔

ایضاً بھائی تمہارا وہ خط جس مین اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا۔ اوراق مثنوی اوراق دستنبو کے ساتھ پہنچین گے۔ اب تمہارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہون۔ الگ الگ سمجھ لینا۔ صاحب تم نے مرزا حاتم علی صاحب سے کیون کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجکو لکھ بھیجتے کہ نثر آئی اور مرزا صاحب نے پسند کی اب آن سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجالانے کا شکر بجالاتا ہون۔ چھاپے کے باب مین جو آپنے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھوگے تب جانوگے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے مین اس واسطے ہے کہ اسمین سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجونگا۔ اور ایک جلد بذریعہ انکے جناب ملکہ معظمۂ انگلستان کی نذر کرون گا۔ اب سمجھ لو طرز تحریر کیا ہوگی اور صاحبان مطبع کو اسکا انطباع کیون نا مطبوع ہوگا جیتے رہو۔ اس غمزدگی مین مجکو ہنسایا۔ وہ کون ملا تھا جب نے تم کو پڑھایا ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست ٭ عمل کارِ اہلِ کار۔ یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت مین ہے ؎

جز بخردمند مفرما عمل ۔ یعنی خدمت و اعمال سوا ے علما و عقلا کے اور کی تفویض نکریم خود کہتا ہے ؎ گرچہ عمل کار خردمند نیست ۔ یعنی اگرچہ خدمات و اشغال سلطانی کا قبول کرنا خردمندون کا کام نہین ۔ اور عقل سے بعید ہے کہ آدمی آپنے کو خطر مین ڈالے عمل الگ ہے اور کار مضاف ہے بطرف خردمند کے ورنہ دہائی خدا کی عمل کا اہل کار کے معنی پر نہین آتا ۔ مگر قتیل اور واقف یا اور پورب کے ملکیون کی فارسی ۔

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بن جائین ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ انت متا سو متا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا اب جو مین اُس شخص کو نصیحت کرون وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جانے کہ عبد الرحمن کون ہے اور مجھ سے اس سے کیا رسم و راہ ہے بے شبہ جانے گا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا مین اُس کی نظر مین سبک ہو جاؤنگا اور تم سے وہ اور بھی سرگران ہو جائیگا اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیزوان مین گنا ہے ۔ بندہ پرور مین تو بنی آدم کو مسلمان یا ہندو ۔ یا نصرانی ۔ عزیز رکھتا ہون اور اپنا بھائی گنتا ہون ۔ دوسرا مانے یا نہ مانے ۔ باقی رہی وہ عزیزداری جس کو اہل دنیا قرابت کہتے ہین اُس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے ۔ اور اُس کے مراتب و مدارج ہین ۔ نظر اِس دستور پر اگر دیکھو تو مجکو اُس شخص سے حسن و ابر علاقہ عزیزداری کا نہین ۔ از راہ حسن اخلاق اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہی زین العابدین خان عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص اُس کے سالے کا بیٹا اسکو جو چاہو سمجھ لو ۔ خلاصہ یہ کہ جب اُدھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُس کو لکھنا لغو و بے فائدہ بلکہ مضر ہے ۔ تمہارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفٰے خان سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے ہین ۔ اب تمہارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا ۔ حق تعالیٰ شانہ تمکو خوش و خرم رکھے ۔ مرقومہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب تمہارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا۔ تمہاری خوشامد نہین کرتا۔ سچ کہتا ہون کہ تمہارے کلام کی تحسین کرنے والا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے جواب مین درنگ اس راہ سے ہوئی کہ مین مصطفیٰ خان کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا مین دن وہان رہا کل وہان سے آیا آج تم کو یہ خط بھجوایا۔ محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ع

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور اُس نے پارسل میم جامے مین لپٹا ہوا دیا۔ پہلے تو مین بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطون کی ڈاک مین کیون آیا بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمہارے ہاتھ کا ہیم فلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُس کے آگے کالی مُہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ بہرِ دلوائیے دلوا دیے اور پارسل لے لیا مگر حیران کہ یہ کیا بھیج پڑا قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمہارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطون کے بکس مین ڈال آیا۔ ڈاک کے کارپردازون نے غور نہ کی اور اُس کو بیرنگ خطون کی ڈاک مین بھیج دیا۔ وہ صاحب جو میرے عرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہین یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خوان میرا سلام قبول کرین۔ غالب۔ ۲۸۔ جولائی ۱۸۵۸ع۔

ایضاً بھائی مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاہے کو ہے مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک بھیج چکا ہون اب اس وقت تمہارا خط اور آیا۔ سنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اسکے ہرحرف پر میری جان نثار ہے مگر چونکہ یہان سے ولایت تک حکام کے ہان سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خان نہین لکھا جاتا مین نے بھی موقوف کر دیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اس مین تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہون میرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہاے کتاب کے

باب مین ۔ برادرزادہ سعادت مند کو تکلیف نہ دو ۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہین سو
کرین خط تمام کر کے خیال مین آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجھکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر
کرون ۔ صاحب وہان ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُس کے مہتمم نے
التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے ۔ نہین معلوم
آغاز کس مہینے سے ہے ۔ حکیم احسن اللہ خان یہ چاہتے ہین کہ سابق کے جو اوراق مین جب
سے ہون وہ جو چھاپہ خانہ مین مسودہ رہتے ہین اس کی نقل کاتب سے لکھوا کر یہان بھیجی
جاے اُجرت جو لکھی آئے گی وہ بھیجی جائیگی ۔ اور ابتداے ۱۸۵۳ء سے اُن کا نام خریدارون
مین لکھا جائے دو ہفتہ کے دو نمبر اُن کو ایک لفافہ مین بھیجدیے جائین اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ
اُن کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے ۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب کو لکھ چکا ہون اور آج تک
آثار قبول ظاہر نہین ہوئے ۔ نہ لفافے حکیم صاحب پاس پہنچے نہ اُن صفحات کی نقل میرے
پاس آئی ۔ آپ کو اس مین سعی ضرور ہے ۔ اور ہان صاحب آفتاب عالمتاب کا مطبع تو کشمیری
بازار مین ہے مگر آپ مجھکو لکھین کہ مفید خلایق کا مطبع کہان ہے ۔ عجب ہے کہ ان صاحب
شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہین لکھا ۔ فرمایش حکیم احسن اللہ خان صاحب کی بہت اہم
ہے عند الملاقات میرا سلام کہکر اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھجواؤ ۔ جمعہ ۷ ستمبر ۔

ایضاً بھائی مین نے مانا تمہاری شاعری کو مین جانتا ہون کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت
نہ ہوگی ۔ پر جو تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر لکھنے کا اس مین ضرور نشست
معنی بھی ملحوظ رکھا کرو ۔ اور جو کچھ لکھو اُس کو دو بارہ سہ بارہ دیکھا کرو ۔ کیون صاحب یہ ڈبل خط
بوسٹ پڈ بھیجنا اور وہ بھی دلی سے سکندر آباد کو آیا ۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے
کیا کہا ہوگا کیا ہنسی آتی ہے تمہاری باتون پر خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تمکو دے

جانی جی کی بڑی فکر ہے مین تمکو لکھا چاہتا تھا کہ اُن کا حال لکھو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہین معلوم کہ وہ کہان ہین۔ یقین ہے کہ اجمیر مین ہونگے مگر خط نہین بھیجا جاتا کہ وہان مقیم نہین ہین۔ خدا جانے کب چل نکلین۔ بہرحال تم بھرتپور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلون کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھ کر خبر منگوا لو اور جو کچھ تمکو معلوم ہو وہ مجکو بھی لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبداللطیف کول مین آ گئے۔ کل اُن کا خط مجکو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسداللہ یکشنبہ ۲۱۔ ماہ اگست ۱۸۵۳ء۔

ایضاً بھائی آج مجکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط مین تم کو کمال سراسیمگی مین لکھتا ہون جس دن میرا خط پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اُسی وقت جواب لکھ کر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو۔ منشاء تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرت پور کی بیماری کی خبر سُنی جاتی تھی۔ کل سے اور بُری خبر شہر مین مشہور ہے تم بھرت پور سے قریب ہو یقین ہے کہ تم کو تحقیق حال معلوم ہو گا جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجکو غم نہین مجکو فکر جانی جی کی ہے کہ اُسی علاقہ مین تم بھی شامل ہو صاحبان انگریز نے ریاستون کے باب مین ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مر جاتا ہے سرکار اُس ریاست پر قابض و متصرف ہو کر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے۔ سرکاری بندوبست مین کوئی قدیم الخدمت موقوف نہین ہوتا۔ اس صورت مین یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور قائم رہے مگر یہ وکیل ہین معلوم نہین مختار کون ہے اور تمہارے بابو صاحب مین اور اس مختار مین صحبت کیسی ہے رانی سے ان کی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو لیکن اُنہون نے ازراہ دور اندیشی تمکو متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اور لاابالیانہ زندگی بسر

کرتے تھے زنہار اب وہ روش نہ رکھنا۔ اب تمکو بھی لازم آپڑا ہے۔ جانی جی کے ساتھ روشناس حکام والامقام ہونا۔ پس چاہیے کول کی آرایش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری راے مین یون آیا ہے اور مین نہین لکھ سکتا کہ موقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہین یا اجمیر مین ہین کس فکر مین ہین اور کیا کر رہے ہین۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو اور جو صورت ہو مجکو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو مین نے سُنا آج صبح قلعہ نہین گیا اور یہ خط لکھ کر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس کا جواب بیرنگ روانہ کرنا۔ آدھ آنہ ایسی بڑی چیز نہین۔ ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہین اور پوسٹ پیڈ پڑا رہتا ہے جب اس محلہ مین جانا ہوتا ہے تو اُس کو بھی لیجاتے ہین۔ زیادہ کیا لکھون کہ پریشان ہون۔ نوشتۂ چاشتگاہ دوشنبہ۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۵۳ء ضروری۔ جواب طلب۔

ایضاً میان مرزا تفتہ۔ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے۔ واہ واہ چشم بد دور۔ تسلسل معنی سلاست الفاظ۔ ایک مصرع مین تمکو محمد اسحٰق شوکت بخاری سے توارد ہوا یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہان شوکت پہنچا وہان تم پہنچے وہ مصرع یہ ہے ؎ چاک گردیدم و از جیب بدامان رفتم۔ پہلا مصرع تمہارا اگر اُس کے پہلے مصرع سے اچھا ہوتا تو میرا دل اور زیادہ خوش ہوتا۔ خدا تمکو اتنا جلاے کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا کہہ لو۔ مگر خبردار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا صاحب مجھے اس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمہارا لکھا ہوا سب یاد ہے۔ مین نے اِس کو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہرحال وہ جو مین نے خاقانی کا شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی مان مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ داغ کہنۂ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت

روشن الدولہ پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُسی دن پانچ ہزار روپیہ کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجکو اطلاع نہ دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنہون نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا ناچار مین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزری۔ اُنہون نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار ملے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے، دو ہزار منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اس مین سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُس نے ہنوز تمکو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا ہو تو مجکو لکھو۔ مین نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہین پہنچے۔ اس کے جواب مین اُنہون نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو۔ اُس کا مضمون یہ ہو کہ مین نے بادشاہ کی تعریف مین قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ وہ قصیدہ حضور مین گزرا مگر یہ مین نے نہین جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ مین کہ ناسخ ہون اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تم کو بھیجدون گا۔ بھائی یہ خط لکھ کر مین نے ڈاک مین روانہ کیا آج خط روانہ ہوا تیسرے دن شہر مین خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا۔ اب کہو مین کیا کرون اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دوشنبہ

۱۹۔ اگست سنہ ۱۸۶۱ع۔

ایضاً آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو۔ یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے تھے اُن سے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم رنگٹن صاحب کے لکھا تھا۔ پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کر کے اپنی طرف سے تمکو لکھا۔ سو دونو دیوان تمہارے اور نشتر عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابین تمہاری بھیجی ہوئی اُن کو پہنچین۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمہارے بہت معتقد ہین۔ کہتے ہین کہ ہم

جانتے ہین اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان مین نہ ہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس التفات کا یہ کہ تمہارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھین گے باقی ما بخیر شما بسلامت ہان ان کے تحت مین عہ ـ عہ مشاہرہ کے علاقے ہین۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو اس امر مین اُن سے کلام کرون۔ میرا عجب حال ہے حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون نہین باور آتا ہے

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی　　بدست مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست

سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ جتنی قوتین انسان مین ہوتی ہین سب مضمحل ہین حواس سراسر مختل ہین۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رامپور سو روپے مہینا دیتے ہین۔ سال گزشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ہے اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجیے تو مین سکہ لمبر سہی ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے۔ برس دن سے اُن کا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے۔ آج تک نواب صاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ہین۔ اور بھائی تمہاری مشق بچشم بد دور صاف ہوگئی رطب ویابس تمہارے کلام مین نہین رہا۔ اور اگر خواہی نخواہی تمہارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کروگے مین چراغ دم صبح و آفتاب سرکوہ ہون انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲۔ اپریل کو کلیان خط ڈاک مین ڈال کر آیا کہ اس کے متعاقب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمہارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھنی مین نے

زائد بھی اور اُس کا دیکھنا شروع کیا۔ بیکار محض ہون تنہا ہون پانچ پہر کا دن میری بڑی ڈنگی ہوگئی۔ خوب دیکھا سچ تو یون ہے کہ ان اشعار ہین مین نے بہت حظ اُٹھایا۔ جیتے رہو۔ تمہارا دم غنیمت ہے۔ بھائی کا حال مفصل لکھو پنشن کے طالب ہین یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہان ہے اور کس طرح ہے۔ علاقہ بنا ہوا ہے یا جاتا رہا۔ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ بالکل الہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہان بھی ہے۔ منشی غلام غوث صاحب کہان ہین۔ نوکر ہین یا مستعفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہین رہیگا یا الہ آباد جائیگا۔ اس کا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے چاہیے یہ بھی وہین جاوے۔ آج تمہارے اشعار کا کاغذ مع فلٹ پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک مین بھیجا گیا ہے یقین ہے کہ یہ خط کل پرسون اور وہ پاکٹ پانچ چار دن مین پہنچ جائے

غالب۔ یکشنبہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۶۰ء۔

ایضاً مرزا تفتہ۔ ایک امر عجیب تم کو لکھتا ہون اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب نشاط مفرط ہوگا۔ مین اجرائے پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا بارے وہ نقشہ پنشن دارون کا جو یہان سے بن کر صدر کو گیا تھا اور یہان کے حاکم نے بہ نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پنشن پانے کا مستحق نہین ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہان کے حاکم کی رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا اور وہ حکم یہان آیا اور مشہور ہوا۔ مین نے بھی سُنا اب کہتے ہین کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہون کا بٹنا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیے پچھلے روپیے کے باب مین کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب۔ ۱۲۔ اپریل ۱۸۶۰ء۔

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا مین نے اپنے سب مطالب کا جواب پایا۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اُس کے واسطے مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ ہین کہ دوبار اُن کی بیڑیان کٹ چکی ہین۔ اور ایک ہم ہین کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا

پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ تو پھندا ہی ٹوٹتا ہے نہ دم ہی نکلتا ہے اُس کو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لوں گا تو کیوں بلا میں پھنستا ہے۔ وہ جو مصرع تم نے لکھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ؎

پسرے با پدر بزاری گفت	کہ مرا یار شو بہرہ جفت
گفت با باز نا کن و زن نہ	پند از خلق گیر و از من نہ
در زنا گر بگیرد ت عسسے	بہلد کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہرگزت رہا نکند	ور تو بگذاریش جہا نکند

بس تو اب تم سکندر آباد میں رہے۔ کہیں اور کیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اُٹھا چکے ہو اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمہارے سمجھنے کی جگہ ہے۔ ایک خرچ ہے کہ وہ چلا جاتا ہے جو ہونا ہے وہ ہوا جاتا ہے اختیار ہو تو کچھ کیا جائے کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبد القادر بیدل خوب کہتا ہے۔ ؎

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام زین ہوسہا بگذر یا گذرے گزر د

مجکو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ جیے جاتا ہوں باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیے جاتا ہوں جب موت آئیگی مر رہونگا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بسبیل حکایت ہے بارے جہاں رہو جس طرح رہو ہر ہفتہ میں ایک بار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ۔ ۱۹۔ دسمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمکو پسند نہیں ۱۸۵۸ء کے خط کا جواب ۱۸۵۹ء میں بھیجتے ہو اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن جواب لکھا ہی لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آج تک راے امید سنگہ یہیں ہیں۔

اور ابھی نہین جائین گے تمہارا مدعا حاصل ہوگیا ہے جس دن وہ آئے تھے اُسی دن مجھ سے کہہ گئے تھے مین بھول گیا اور اُس خط مین تم کو نہ لکھا۔ صاحب وہ فرماتے تھے کہ مین نے کئی مجلد مرزا قتیل کے دیوان کے اور کئی نسخے تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبی مین اُس کے پاس بھیج دیے ہین یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کرے گا۔ امید سنگھ نے اس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ مین بھول گیا۔ اب جو تم کو اُس خیال مین مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجکو یاد آیا۔ جانتا ہون کہ وہ کہان رہتے ہین۔ دو بار اُن کے گھر گیا بھی ہون مگر محلہ کا نام نہین جانتا نہ میرے آدمیون مین کوئی جانتا ہے۔ اب کسی جاننے والے سے پوچھ کر تم کو لکھ بھیجون گا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دعا کہہ دینا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ لکھنے کے قابل بات پھر بھول گیا کل میر کرامت علی صفا تخلص کہ مین نے آگے اُن کو کبھی نہین دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے اور تمہارا حال پوچھتے رہے مین نے کہہ دیا کہ بخیر و عافیت سکندر آباد مین ہین۔ جب مین نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمہارے آشنا ہین اُنہون نے کہا صاحب وہ بزرگ اور اُستاد ہین مین انکا شاگرد ہون کہین مدرسہ کے علاقہ مین نوکر ہین بسبیل ڈاک آئے تھے اور آج ہی بسبیل ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی ضلع مین ہین۔ غالب۔
نگاشتہ دوشنبہ۔ ۳۔ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجکو بھی دی ہے خدا اُن کو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط مین ان کو ایک مصرع کسی اُستاد کا لکھ چکا ہون۔ مین سراسر اُن کا ممنون احسان ہون۔ میرا سلام کہنا۔ اور لفافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا میرے نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا۔ خدا جانے اس پر کیا

بجوگ پڑا ظاہرا اُنہون نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا۔ پھر پوسٹ پیڈ بھی کیون تلف ہو۔ شیہہ بمعنی صداے اسپ لغت فارسی ہے بشین مکسور و یاے معروف و ہاے ہوز مفتوح و ہاے ثانی زدہ اور عربی مین اُس کو صہیل کہتے ہین۔ صیہہ کوئی لغت نہین ہے نہ عربی نہ فارسی اگر غنیمت کے کلام مین صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ۔ ورخود ز ردے ہند گاہے شمار یافت۔ اصل مصرعہ یون ہے۔ مین نے سہو سے خدا جانے کیونکر لکھدیا ہے بھائی مہر خوان کے دو معنی ہین۔ ایک تو خطاب کہ جو سلاطین امرا کو دین اور دوسرے وہ نام جو لوگون کا پیار سے رکھین یعنی عرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو۔ مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت سے جو تمہارے ذکر مین ہی پہلے مہر خوان کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہین مکرر لکھنے کی حاجت کیا ہی اور اگر لکھبھی دو تو قباحت کیا ہی۔ بھائی صاحب کیون مضائقہ فرمائین۔ حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان کونسل کی راے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ مین منظور و مقبول۔ نام میرا جسطرح چاہو لکھدو

بنامِ آنکه او نامے ندارد		بہر نامے کہ خوانے سر برآرد	

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرہ بیمقدار کا سلام قبول کرین۔ کل آپکو خط لکھ چکا ہون آج یا کل پہنچ جائیگا۔ رات سے ایک بات اور خیال مین آئی ہے مگر چونکہ محکم و کار فزائی ہے کہتے ہوئے ڈرتا ہون۔ ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہون۔ بات یہ ہی کہ دو جلدین طلائی لوح کی ولایت کے واسطے تیار ہونگی اور وہ چار جلدین جو یہان کے حکام کے واسطے درکار ہونگی اُن کی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد۔ کیون بھائی صاحب قرارداد اور تجویز یہی ہے اور یہ سمجھا چاہیے کہ یہ چار جلدین کس کس کی نذر ہین۔ نواب گورنر جنرل بہادر۔ چیف کمشنر بہادر۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی۔ ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی۔ یہ کیا میری بدوضعی ہی کہ جناب آڈمنشٹین صاحب کی نذر نہ بھیجون۔ آخر گورنمنٹ کی نذر اُنہین کی معرفت بھیجونگا۔ نہ صاحب ایک جلد اُن کی نذر بہت ضروری

ہی آپ گنجایش نکال کر جیسی یہ چار جلدین بنوائین ع ایک اور بھی ایسی ہی بنوالین یقین ہے کہ آپ اس راے کو پسند فرمائین گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائین گے یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہون معاف ہو۔ بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط مین سے اُس مادہ تاریخ کا قطعہ لکھ لینا۔ تمکو لکھ چکا ہون۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا بلکہ ایک قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ۔ صبح پنجشنبہ سی ام ستمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً اجی مرزا تفتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہاے کیا بُری کاپی ہے اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھُلتی کہ تم یہان ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے صورت ماہ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائچے لیر لیر جوتی ٹوٹی یہ مبالغہ نہین بلکہ بے تکلف سنبلستان ایک معشوق خوبرو ہے بد لباس۔ ہے بہر حال دونو لڑکون کو دونو جلدین دیدین اور معلم کو حکم دیا کہ اسی کا سبق دے چنانچہ آج سے شروع ہو گیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب۔

ایضاً آج پنجشنبہ کے دن ۸ نومبر کو تمہارا خط آیا اور مین آج ہی جواب لکھتا ہون کیا تماشہ ہے کہ تمہارا خط پہنچتا ہے اور میرا خط نہین پہنچتا میرے خط کے نہ پہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے اصلاحی غزل کی رسید نہین لکھی مین نے کتب کا پہنچنا تمکو لکھا تھا اُس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۳۲ کتابین پہنچ گئین اور تقسیم ہو گئین۔ سات کتابین مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق اُن کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیو نراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پہنچ جائین گی اور بھی منشی شیو نراین نے اندوس کی کتابون کی روانگی کی اطلاع دی ہے منشی نبی بخش صاحب تمہارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہین شاید مین تمکو لکھ بھی چکا ہون میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا یہ میرے بڑے دوست ہین۔ دلی ان دنون مین آئے تھے مجھ سے

مل گئے ہین انکو ایک کتاب ضرور بھیج دینا۔ بھائی مین ہرگز نہین جانتا کہ میر بادشاہ دہلوی کون ہین اور پھر ایسے کہ جو کہین کے منصف ہون کچھ انکے خاندان کا حال اور انکے والد کا نام لکھو تو مین غور کرون ورنہ مین تو اس نام کے آدمی سے آشنا نہین ہون پنجشنبہ ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۸ء وقت صبح

ایضاً بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندر آباد سے اور ایک علیگڈھ سے پہنچا یقین ہے کہ بابو صاحب تمہارے خط کے جواب مین کچھ حال لکھین گے اور تم موافق اپنے وعدہ کے مجکو لکھو گے۔ اب جب اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئیگا تب تمہارے اشعار تمکو پہنچین گے۔ ہاے ہاے میر تفضل حسین خان ہاے ہاے ؎

رفتی و مرا خبر نہ کردی		بر بیکسیم نظر نہ کردی	

یہان یہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا ان کا ان کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳۔ فروری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسون آیا اس مین مندرج تھا کہ مین میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط تمہارا اور آیا اسمین مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤن گا۔ پرسون کے خط مین بھی اور آج کے خط مین بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲۰۔ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیسوین جون کو آج دسوان دن ہے اس دن مین کوئی پارسل کوئی پمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہین پہنچا۔ آخری پمفلٹ پاکٹ دو مثنویون کا وہ تھا کہ جس مین ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مرگیا اسکی ارتھی بھٹکتی رہی اس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا سو ان دونون مثنویون کو مین نے اصلاح دے کر تمہارے پاس بھیجدیا ہی بلکہ یون یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲۰۔ جون سے آگے کا ہے۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہین آیا۔ اصلاحی کواغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن

زیادہ مین نہین رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے مین ناچار ہون بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے یا تو وہ نہ پہنچا یا تم نے اُس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جس مین میر بادشاہ کا دلی آنا اور اُن کا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ مین اور اُن مین ہونا بعد راجہ امید سنگہ کا دلی مین آنا اور بےخبر میرے گھر آجانا اور تمہارا اُن سے ذکر ہونا اور اُن کا یہ کہنا کہ اُن کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو مین نے اُسکا جواب لکھ بھیجا تھا۔ اب مین کیا جانون کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ تمہارا وہ پارسل جس کو تم اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہین آیا۔ غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹۔ جون ۱۸۵۹ء۔ وقت نیمروز۔

ایضاً اچھا میر بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہون یا سو ہون سب بدلوا ڈالنا۔ کاغذ کا جو نقصان ہو وہ مجھ سے منگوا لینا۔ اس لفظ کے رہ جانے مین ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھبا لگ جائیگا۔ یہ لفظ عربی ہے ہرچند مسودہ مین بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا۔ لکھتے ہو کہ مرزا صاحب دو جلدین درست کرین گے یہ تو صورت اور ہے یعنی مین نے چھ جلدین بارہ روپیہ کی لاگت مین بکارسازی و ہنرپردازی برخوردار منشی عبد اللطیف چاہین تھین منتظر تھا کہ اب اُن کا قبول کرنا مجکو لکھو گے اور روپیہ مجھ سے منگواؤ گے۔ ظاہرا عبد اللطیف نے پہلو تہی کیا۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے تو چھ جلدین بنواتے نہ کہ دو۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وہ بہت پر تکلف اور چار نسبت اُس کے کچھ کم اگر یون ہے تو یہ تو مدعاے دلی میرا ہی مگر اطلاع ضرور ہے۔ راے امید سنگہ کے نام کا خط باحتیاط رہنے دو جب وہ آئین اُنکو دیدو۔ یہ جو تم لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھاپا شروع ہو کر دور تک پہنچ گیا کیا عجب ہے کہ کتابین جلد منطبع ہو جائین۔ ہمارے منشی شیونراین صاحب اپنے مطبع کے اخبار مین اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیون نہین چھاپتے تاکہ درخواستین خریدارون کی فراہم ہو جائین۔ میرزا تفتہ سنو ان دنون مین میرے محسن حکیم احسن اللہ خان آفتاب عالم تاب کے خریدار ہوئے ہین اور مین نے

بموجب اُن کے کہنے کے برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب مین نہین لکھا تم اُن سے کہو کہ وہ ستمبر ۱۸۵۸ء سے خریدار ہین آج ۱۶ ستمبر کی ہے۔ دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب کے نام کا سر نامہ خان چند کے کوچہ کا پتہ لکھ کر روانہ کرین۔ آیندہ ہفتہ بہفتہ بھیجے جائین۔ اور حکیم احسن اللہ خان کا نام خریدارون مین لکھ لین۔ دوسرے اخبار مذکور مین ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے اخبار کا ہوتا ہی جس دن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہی اُس دن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کر کے ارسال کرین کاتب کی اجرت اور کاغذ کی قیمت یہان سے بھیجدی جائے گی۔ بھائی تم مرزا صاحب سے اسکو کہہ کر جواب لو اور مجکو اطلاع دو۔ تہیب کے تہیب سے مرا جاتا ہون اُس کی درستی کی خبر بھیجو۔ باقی جو چھاپے کے حالات ہون اُس کی آگہی ضرور ہے۔ غالب پنجشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے۔ مین اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت نہ جانون مین نے یہ لکھا تھا کہ بشرط اقامت بلاؤن گا اور پھر لکھتا ہون کہ اگر میری اقامت یہان کی ٹھہری تو نہ تمہارے نہ رہونگا نہ رہونگا زنہار نہ رہونگا۔ منشی بالمکند بے صبر کا خط بلند شہر سے دلی اور دلی سے رامپور پہنچا تلف نہین ہوا اگر مین یہان رہ گیا تو یہان سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہان سے اصلاح دے کر اُن کے اشعار بھیج دونگا۔ بے صبر کو ایکبار مہینا بھر صبر چاہیے۔ وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے ازبسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتے ہین اور ہر وقت آتے ہین۔ فرصت مشاہدہ اوراق نہین ملی تم اسی رقعہ کو اُن کے پاس بھیج دینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۰ء۔

ایضاً کیون صاحب مجھ سے کیون خفا ہو آج مہینا بھر ہو گیا ہو گا یا بعد دو چار دن کے ہو جائیگا کہ آپ کا خط نہین آیا انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس دو چار دوست نہ ہوتے ہون۔ اب یار من مین ایک شیوجی رام برہمن اور بالمکند اُس کا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتے ہین اس سے گذر کر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے

خطوط آتے رہتے تھے ان دو شخصوں کا حال ہی نہین معلوم کہ کہاں ہین اور کس طرح ہین وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین صاحبون کے آنے کی توقع اُس مین وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہان ایک تم کہ ہر مہینے مین ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سنو صاحب اپنے پر لازم کرو ہر مہینے مین ایک خط مجھ کو لکھنا اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے مین ایک بار بھیجدی بھائی صاحب کا بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا۔ اُس کا جواب بھیج دیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد گئے ہون کس واسطے کہ مجکو مئی مین لکھا تھا کہ اوائل جون مین جاؤن گا بہرحال اگر آپ آزردہ نہین تو جس دن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیے اپنی خیر و عافیت منشی صاحب کی خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اس سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت مین ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہان آیا ہوا ہی اسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہان کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ آگرہ کا حال کیا ہے وہان کے رہنے والے کچھ خائف ہین یا نہین۔ غالب۔ نگاشتہ شنبہ۔ ۱۹۔ جون ۱۸۵۸ع۔

ایضاً برخوردار میرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا تم سچے اور مین معذور۔ اب میری کہانی سنو آخر جون مین صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائین سال مین دو بار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کرین ناچار ساہوکار سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد مین مل کر صرف ہو یہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹوان دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے مین جائے گی ؎

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجکو دیکھو کہ ہون بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال مین دو بار

دس گیارہ برس سے اُس تنگنا مین رہتا تھا سات برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہو اس نے مجھ سے

پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کردو مکان کہین ملے تو مین اٹھون۔ بیدودنے مجھکو عاجز کیا اور مدد لگادی وہ مین بالاخانے کا جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اُس مین پاڑ بندھ گئی رات کو مین سویا گرمی کی شدت پاڑ کا قرب۔ گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کٹگھرا ہے اور صبح کو مجھکو پھانسی ملے گی۔ تین راتین اسی طرح گزرین۔ دوشنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہان جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بہ نسبت اُس مکان کے بہشت ہی اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلی مارون کا اگرچہ ہے یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہین پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئین کے پتے سے آتے ہین اور بے تکلف یہین پہنچتے ہین۔ بہرحال تم وہی دلی بلی مارونکا محلہ لکھکر خط بھیجا کرو۔ سو دو مسودے تمہارے اور ایک مسودہ بے صبر کا یہ تین کاغذ درپیش ہین دو ایک دن مین بعد اصلاح ارسال کیے جائینگے خاطر عاطر جمع رہے۔ صبح جمعہ۔ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۰ء

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر مین کیا کیا سحر طرازیان کرتے ہین اب ضرور آپڑا ہے کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھین۔ سنو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خان مرحوم میرا فرزند تھا اور اب اُس کے دونون بچے کہ وہ میرے پوتے ہین میرے پاس آرہے ہین اور دمبدم مجکو ستاتے ہین اور مین تحمل کرتا ہون۔ خدا گواہ ہے کہ مین تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہون۔ پس تمہارے نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتون سے کہ مجھے کھانا نہین کھانے دیتے مجکو دوپہر کو سونے نہین دیتے ننگے ننگے پانو میرے پلنگ پر رکھتے ہین کہین پانی لڑھاتے ہین کہین خاک اڑاتے ہین مین نہین تنگ آتا تو ان معنوی پوتون سے کہ ان مین یہ باتین نہین ہین کیون گھبراؤن گا۔ آپ ان کو جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجے کہ مین ان کو دیکھون وعدہ کرتا ہون کہ پھر جلد ان کو تمہارے پاس بسبیل ڈاک بھیجدونگا حق تعالے تمہارے عالم صورت کے بچون کو جیتا رکھے اور ان کو دولت اقبال دے اور تم کو ان کے

سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچوں یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرمادے۔ بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے اُن کو دیدیجےگا اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آنے کو جانے لگو تو مجکو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون۔ والدعا۔ اسد اللہ۔ نگاشتہ جمعہ۔ ۱۸۔ جون ۱۸۵۲ء۔

ایضاً شفیق باتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین۔ آپ کا وہ خط جو آپ نے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنؤ جانا اور وہان کے شعرا سے ملنا سب معلوم ہوا۔ اشعار جناب رند کے پہنچنے کے ایک ہفتے کے بعد درست ہو گئے اور صلاح اور اشارے اور فوائد جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل مین آیا جب تک کہ اُن کا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہو مین وہ کاغذ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجون اب جو تمہارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹۔ فروری تک اکبرآباد آؤ گے تو مین نے یہ خط تمہارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسوین ہے پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو مین نے خط اس واسطے نہین لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے تمکو چاہیے کہ اُن کی خدمت مین میرا سلام پہنچاؤ۔ اور سفر کے انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہے اسکو غور سے پڑھیے اور اپنا دستور العمل گردانیے نہ یہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت مین تھا۔ اب پھر تم سے کہتا ہون کہ وہ جو تم نے اُس شخص کولی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا۔ ہر چند اعتراض اُن کا لغو اور پرسش اُن کی بیہودہ ہو۔ مگر ہمارا یہ منصب نہین کہ معترض کو جواب نہ دین یا سائل سے بات نہ کرین۔ تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہے گو باہم پڑے اس سے ہمین کام نہین

کہ وہ مانین یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس مین معقول و استوار ہے جو زباندان ہوگا وہ سمجھ لیگا
غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھین ہم کو تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و
تلقین واسطے دوستون کے اور یارون کے ہے نہ واسطے اغیار کے۔ تمہین یاد ہوگا کہ مین نے
تمہین بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو۔ آج تمہارا کلام وہ نہین
کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہان ع حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست ۔ والسلام والاکرام
اسد اللہ رقم زدہ ۱۹۔ فروری۔ و مرسلہ بست و یکم فروری ۱۸۵۲ء۔

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا کہ مین چار دن سے لرزے
مین مبتلا ہون اور مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لرزہ چڑھا ہے۔ کھانا مطلق مین نے نہین کھایا
آج پنجشنبہ پانچوان دن ہے کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے اور نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج مین
بہت ہی ناچار احتراز کرتا ہون۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز
بھوک نہین لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہین ہوئی۔ بابو صاحب والامناقب کا خط تمہارے
نام کا دیکھا اب اُس ارسال مین وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری سے بھاگتا ہے کیون
تکلیف کرین اور اگر بہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر مین فرمان پذیر ہون۔ اشعار سابق حال
میرے پاس امانت ہین بعد اچھے ہونے کے اُن کو دیکھون گا اور تم کو بھیج دونگا۔ اتنی
سطرین مجھ سے بہ ہزار جبر ثقیل لکھی گئی ہین۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ۔ ۲۔ مارچ ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس مین ہم تم باہم
دوست تھے اور طرح طرح کے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے
دیوان جمع کیے اُسی زمانہ مین ایک بزرگ تھے کہ وہ ہمارے تمہارے دوست دلی تھے
اور منشی نبی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا۔ ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات

سر پر سلامت رکھے اور تمہارے معنوی بچون یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرمادے۔ بابو صاحب کے نام کا خط اُن کے خط کے جواب مین پہنچتا ہے اُن کو دیدیجے گا اور ہان صاحب بابو صاحب اور تم آبو کو جانے لگو تو مجکو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ مین بیخبر نہ رہون۔ والدعا۔ اسد اللہ۔ نگاشتہ جمعہ۔ ۱۸ جون ۱۸۵۲ء۔

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہین۔ آپ کا وہ خط جو آپ نے کانپور سے بھیجا تھا پہنچا۔ بابو صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپ کا لکھنؤ جانا اور وہان کے شعرا سے ملنا سب معلوم ہوا۔ اشعار جناب رند کے پہنچنے کے ایک ہفتے کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور فوائد جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل مین آیا جب تک کہ اُن کا یا تمہارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہو مین وہ کاغذ ضروری کہان بھیجون اور کیونکر بھیجون اور کیون بھیجون اب جو تمہارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹۔ فروری تک اکبر آباد آؤ گے تو مین نے یہ خط تمہارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسوین ہے پرسون اکیسوین کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو مین نے خط اس واسطے نہین لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیئے تھا وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے تمکو چاہیے کہ اُن کی خدمت مین میرا سلام پہنچاؤ۔ اور سفر کے انجام اور حصول مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم ہے اُسکو غور سے پڑھیے اور اپنا دستور العمل گردانیے نہ یہ کہ سرسری دیکھیے اور بھول جائیے بس تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت مین تھا۔ اب پھر تم سے کہتا ہون کہ وہ جو تم نے اُس شخص کولی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا۔ ہر چند اعتراض اُن کا لغو اور پرسش اُن کی ہیزہ ہو۔ مگر ہمارا یہ منصب نہین کہ معترض کو جواب نہ دین یا سائل سے بات نہ کرین۔ تمہارے شعر پر اعتراض اس راہ سے کہ وہ ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمین کام نہین

کہ وہ مانین یا نہ مانین کلام ہمارا اپنے نفس مین معقول و استوار ہے جو زباندان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھین نہ سمجھین ہم کو تمام خلق کی تہذیب منظور نہیں ہے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستون کے اور یارون کے ہے نہ واسطے اغیار کے۔ تمہین یاد ہوگا کہ مین نے تمہین بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے کام نہ رکھو۔ آج تمہارا کلام وہ نہین کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہان ؏ حسود راچہ کنم کو زخود برنج درست ٭ والسلام والاکرام۔

اسد اللہ رقم زدہ ۱۹- فروری۔ ومرسلہ بست ودوم فروری ۱۸۵۲ء۔

ایضاً منشی صاحب تمہارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا کہ مین چار دن سے لرزے مین مبتلا ہون اور مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لرزہ چڑھا ہے۔ کھانا مطلق مین نے نہین کھایا آج پنجشنبہ پانچوان دن ہے کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے اور نہ رات کو شراب۔ حرارت مزاج مین بہت ہی ناچار احتراز کرتا ہون۔ بھائی اس لطف کو دیکھو کہ پانچوان دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہین لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہین ہوئی۔ بابو صاحب والامناقب کا خط تمہارے نام کا دیکھا اب اس ارسال مین وہ آسانی نہ رہی اور بندہ دشواری سے بھاگتا ہے کیون تکلیف کرین اور اگر بہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر مین فرمان پذیر ہون۔ اشعار سابق و حال میرے پاس امانت ہین بعد اچھے ہونے کے اُن کو دیکھون گا اور تم کو بھیج دونگا۔ اِتنی سطرین مجھ سے بہزار جبر ثقیل لکھی گئی ہین۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ۔ ۲- مارچ ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس مین ہم تم باہم دوست تھے اور طرح طرح کے ہم مین تم مین معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان جمع کیے اُسی زمانہ مین ایک بزرگ تھے کہ وہ ہمارے تمہارے دوست دلی تھے اور منشی نبی بخش اُن کا نام اور حقیر تخلص تھا۔ ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات

نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہم کو ملا اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی ایک خط مین نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُس کا جواب مجکو آیا اور ایک خط تمہارا کہ تم بھی موسوم بہ منشی ہرگوپال و متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا۔ اور مین جس شہر مین اُس کا نام بھی دلی اور اُس محلہ کا نام بلی مارون کا محلہ ہے لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستون مین سے نہین پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر مین نہین ملتا۔ کیا امیر کیا غریب کیا اہل حرفہ اگر کچھ ہین تو باہر کے ہین۔ ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہین اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکن قدیم مین بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ مین حکیم محمد حسن خان مرحوم کے مکان مین نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہون اور یہان قریب کیا بلکہ دیوار بدیوار ہین گھر حکیمون کے اور وہ نوکر ہین راجہ نرندر سنگھ بہادر والی پٹیالہ کے راجہ نے صاحبان عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارت دہلی یہ لوگ بچ رہین چنانچہ بعد فتح راجہ کے سپاہی یہان آ بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ مین کہان اور یہ شہر کہان مبالغہ نہ جاننا۔ امیر غریب سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار، پنشن دار، دولتمند، اہل حرفہ کوئی بھی نہین ہے۔ مفصل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہون۔ ملازمان قلعہ پر شدت ہے اور بازپرس اور دار و گیر مین مبتلا ہین مگر وہ نوکر جو اس ہنگام مین نوکر ہوئے ہین اور ہنگامے مین شریک رہے ہین۔ مین غریب شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کی اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہون خواہی اُس کو نوکری سمجھو خواہی مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب مین کسی مصلحت مین مین نے دخل نہین دیا۔ صرف اشعار کی خدمت بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بے گناہی پر شہر سے نکل نہین گیا۔ میرا شہر مین ہونا حکام کو معلوم ہے۔ مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر مین سے یا مخبرون کے بیان سے کوئی بات پائی نہین گئی لہذا طلبی نہین ہوئی۔ ورنہ جہان بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے

یا پکڑے ہوئے آئے ہین میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان مین بیٹھا ہون
دروازہ سے باہر نہین نکل سکتا۔ سوار ہونا اور کہین جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ
کہ کوئی میرے پاس آوے شہر مین ہے کون جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہین۔ مجرم
سیاست پاتے جاتے ہین۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء
تک بدستور ہے کچھ نیک و بد کا حال مجکو نہین معلوم بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکام کو توجہ بھی
نہین۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ یہان باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہین پاتا
تم زنہار یہان کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے مسلمانون کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہین۔
بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا۔ اس وقت تمھارا خط پہنچا اور اسی وقت
مین نے یہ خط لکھ کر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔

ایضاً آج سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمھارا خط لایا۔ مین نے پڑھا۔ اور
جواب لکھا اور کلیان کو دیا وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ مین تم کو لکھ چکا ہون
کہ دلی کا قصد کیون کرو اور یہان آکے کیا کرو گے۔ بنک گھر مین سے خدا کرے تمھارا روپیہ مل جائے
بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفتر شاہی مین میرا نام مندرج نہین نکلا۔ کسی مخبر نے بہ نسبت میرے
کوئی خبر بدخواہی کی نہین دی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر مین جانتے ہین۔ فراری نہین ہون
روپوش نہین ہون۔ بلایا نہین گیا۔ دارو گیر سے محفوظ ہون۔ کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤن
مگر ہان جیسا کہ بلایا نہین گیا خود بھی بروے کار نہین آیا۔ کسی حاکم سے نہین ملا۔ خط
کسی کو نہین لکھا۔ کسی سے درخواست ملاقات نہین کی۔ مئی سے پنشن نہین پایا۔ کہو
یہ دس مہینے کیون کر گزرے ہونگے۔ انجام کچھ نظر نہین آتا کہ کیا ہو گا۔ زندہ ہون مگر زندگی
وبال ہے۔ ہرگوبند سنگہ یہان آئے ہوئے ہین ایک بار میرے پاس بھی آئے تھے۔

والدعا۔ غالب۔ روز سہ شنبہ سی ام جنوری ۱۸۵۸ء۔ وقت نیمروز۔

ایضاً۔ کیون صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہین منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ مین اس تنہائی مین صرف خطون کے بھروسے جیتا ہون یعنی جس کا خط آیا مین نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف وجوانب سے دو چار خط نہین آرہتے ہون۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہوجاتی ہے دن اُن کے پڑھنے اور جواب لکھنے مین گزر جاتا ہے یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمہارا خط نہین آیا یعنی تم نہین آئے خط لکھو۔ صاحب نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے مین بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب سوموار ۲ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ء

ایضاً مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش نہ ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہر حال مجھ کو کہ نالایق و ذلیل ترین خلایق ہون اپنا دعاگو سمجھتے رہو کیا کرون اپنا شیوہ ترک نہین کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والون کی مجھکو نہین آتی کہ بالکل بھاٹون کی طرح بکنا شروع کرین میرے قصیدے دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر مین بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفےٰ خان کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے۔ میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکوب بہادر کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ فقط ایک بیت مین انکا نام اور اُن کی مدح آئی ہے اور باقی ساری نثر مین کچھ اور ہی اور مطالب ہین واللہ باللہ اگر کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُس کی مدح نہ کرتا کہ جتنی تمہاری

مدح کی ہے ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدت کو بہت جانتے۔ قصہ مختصر تمہاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمہارے نام کا بدل کر اُس کی عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہی اس سے زیادہ بھئی میری روش نہین۔ ظاہرا تم خود فکر نہین کرتے اور حضرات کے بہکانے مین آجاتے ہو وہ صاحب تو بیشتر اس نظم و نثر کو مہمل کہین گے کس واسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہین۔ جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والون مین جانین گے۔ وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانین گے۔ ہمارے شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جس کو تم لکھتے ہو مار الجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ طب محمد حسین خانی مین لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہی مگر اثر اس کا دیر مین ظاہر ہوتا ہی وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیوین اور اُس مین سیر پیچھے تولہ بھر حب چینی کوٹ کر ملادین اور اُس کو جوش کرین اس قدر کہ چہارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا مین بھر رکھین اور جب باسی ہو جاوے اسکو پئین جو غذا کھایا کرتے ہین کھایا کرین۔ پانی دن رات جب پیاس لگے یہی پئین تبدیلی حاجت پڑے اسی پانی مین پئین روز جوش کر کے اکر جھنوا کر رکھ چھوڑین۔ برس دن مین اس کا فائدہ معلوم ہوگا سیر اسلام کہہ کر یہ نسخہ عرض کر دینا آگے اُن کو اختیار ہے۔

ایضاً تمہارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا واقعی اُن چھوٹے لڑکون کا پالنا بہت دشوار ہوگا دیکھو مین بھی تو اسی آفت مین گرفتار ہون۔ صبر کرو اور صبر نہ کروگے تو کیا کروگے کچھ بن نہین آتی مین مسہل مین ہون یہ نہ سمجھنا کہ بیمار ہون حفظ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے تمہارے اشعار غور سے دیکھ کر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمہارے نام کا بھیج دیا ہے جب تم آوگے تب وہ تم کو دین گے۔ جہان جہان تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کر دی ہی اور باقی سب اشعار بدستور رہنے دیے ہین اب تمکو یہ چاہیے کہ کول پہنچ کر مجکو خط لکھو۔

اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو اس مین تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائے گا آپ کی خاطر جمع رہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھون۔ اسد اللہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ مین جلد آگرہ جاون گا تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا مگر کلیان کا پانو سوجھ گیا تھا وہ چل نہین سکتا تھا مسلمان آدمی شہر مین سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہین سکتا۔ ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا۔ بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو مین تمکو آگرہ مین سمجھ کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خان کے خط مین تمکو سلام لکھا۔ کل ان کا خط آیا وہ لکھتے ہین کہ میرزا تفتہ ابھی یہان نہین آئے اس واسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہون۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے۔ حاکم اکبر نے اگر کوئی نیا بندوبست جاری نہین کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہین مگر مین مل نہین سکتا خط بھیجدیا ہے ہنوز کچھ جواب نہین آیا۔ تم لکھو کہ اکبر آباد کب جاؤ گے۔ والدعا۔ غالب۔ جمعہ ۵۔ مارچ ۱۸۵۸ء

ایضاً صاحب میرٹھ سے اگر تمکو خط لکھ چکا ہون شاید نہ پہنچا ہو۔ اس واسطے از روے احتیاط لکھتا ہون کہ نواب مصطفے خان کے ملنے کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور چار شنبہ کے دن تمکو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے تھے تمہارا خط انکے دکھلانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ انکو دکھایا۔ پڑھ کر یہ فرمایا کہ کسی اور مندر مین قصد اقامت نہین ہے نیا ایک تکیہ بنایا چاہتا ہون آدمی بندرابن گئے ہین کوئی مکان مول لین گے وہان اپنی وضع پر رہون گا۔ میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپ کا کلام بمبئی تک پہنچ گیا۔ اب طہران کو بھی روانہ ہو جائے گا۔

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ ٭ بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است

صبح یکشنبہ سی ام جنوری ۱۸۵۸ء عیسوی۔

ایضاً از عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی بل جو کچھ کہیے وہ ملا۔ ایک آدمی رسید مہری لیکر نیل کے کٹرے چلا گیا سو روپیے چہرہ شاہی لے آیا۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس چوبیس روپیے داروغہ کی معرفت اٹھے تھے وہ دیے گئے پچاس روپیے محل میں بھیج دیے چھبیس روپیے باقی رہے وہ بکس میں رکھ لیے۔ روپیہ کے رکھنے کے لیے بکس کھولا تھا سو یہ رقعہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیج دونگا۔ خدا تمکو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بری آ بنی ہے انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر یہ کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چارشنبہ۔ ۳۔ فروری ۱۸۵۸ء وقت دوپہر۔

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا سنبلستان کا چھاپا خدا تمکو مبارک کرے اور خدا ہی تمہاری آبرو کا نگہبان رہے بہت گزر گئی ہے۔ تھوڑی رہی اچھی گزری۔ اچھی گزر جائے گی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کے اشتہار سے مجکو نفع ہوگا۔ سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤ گے۔ اللہ کے سوا جو کچھ ہے موہوم و معدوم ہے نہ سخن ہے نہ سخنور ہے نہ قصیدہ ہے نہ قصد ہے لا موجود الا اللہ۔ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفےٰ خان بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہو جانا بہت خوشی کی بات ہی مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بات بروے کار آوے یعنی اپکا پنشن بھی واگزاشت ہو جاوے اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ۔ ۲۰۔ جنوری

ایضاً بھائی میں نے دلی کو چھوڑا اور رامپور کو چلا۔ پنجشنبہ ۱۹۔ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱۔ کو بھائی مصطفےٰ خان کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تمکو لکھکر بھیجا

کل شاہجہانپور پہنچون گا، دو مقام وہاں رہونگا۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رام پور جاؤن گا۔ اب جو مجکو خط بھیجو رام پور بھیجنا۔ سرنامہ پر رام پور کا نام اور میرا نام کافی ہے۔ اب اسی قدر لکھنا کافی تھا۔ باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ رام پور سے لکھون گا۔ راقم غالب۔ مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۲۱۔ جنوری ۱۸۶۰ء

ایضاً برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اس سے آگے تمکو حالات مجمل لکھ چکا ہون ہنوز کوئی رنگ قرار نہین پایا۔ بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مرادآباد اور وہان سے رامپور آئین گے بعد انکے جانے کے کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھہریگا۔ منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہان رہنا ہوا تو فوراً تم کو بلاؤنگا جو دن زندگی کے باقی ہین وہ باہم بسر ہوجائین والدعا۔ راقم غالب یکم مارچ ۱۸۶۰ء۔

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے۔ بہت دن سے خط کیون نہین لکھا۔ آگرہ مین ہو یا نہین میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا یہان سے اُس کا جواب بھیجا گیا وہان سے اُس کا جواب آگیا میر مکرم حسین صاحب کا خط پرسون آیا دو چار دن مین اس کا جواب لکھون گا۔ میرا حال بدستور ہے نہ نوید کامیابی نہ نہیب ناامیدی + بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب مین ہے۔ دو ایک دن کے بعد جب جی باتین کرنے کو چاہے گا تب اُن کو خط لکھون گا تم اگر ملو تو اُن سے کہہ دینا کہ بھائی قاسم علی خان کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا حسن اتفاق یہ کہ کئی دن ہوئے تھے جو مین نے ایک ولایتی جبہ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز ادلال کو دیا تھا اور وہ اُس وقت روپیہ لے کر آیا تھا۔ مین روپیہ لے کر اور خط پڑھ کر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا۔ غالب۔ ۱۸۔ جولائی ۱۸۵۸ء۔

ایضاً صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے۔ مین راہ دیکھ رہا تھا کہ تمہارا خط آلے تو جواب لکھون۔ کل تمہارا خط شام کو آیا آج صبح کو جواب لکھا گیا بات یہ ہے کہ نامور آدمی کے واسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین۔ مین غریب آدمی ہون مگر فارسی انگریزی جو خط

میرے نام کے آتے ہین تلف نہین ہوتے بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہین ہوتا - اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا ہوتا ہی نہین - شہر کا نام ہوتا ہے - مین چار خط انگریزی ولایت سے مجھکو آئے جانتے اُن کی بلا کہ بلی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے وہ تو بہ نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہین - سیکڑون خط انگریزی ہر روز اُن کو آتے ہین خلاصہ یہ کہ مین نے پھر اُن کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خط اپنے نام کا بھیج دیا - اُنہون نے میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ مین اس کا جواب کیا لکھون - محلے کا پتا آپ ہی لکھ بھیجئے سو مین پہلے امر واقعی تمکو لکھکر تمہاری خواہش کے موافق لکھتا ہون - اُن کے مکان کا پتا بلّی مارون کا محلہ دسون کا کوچہ - دستنبو کا حال یہ ہے کہ مین نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈوی بھیج کر بارہ جلدین اور ایک جنتری اُن سے منگوائی پھر اُن کو چار کے ٹکٹ بھیج کر دو جلدین لکھنو کو اُنہین کے ہاتھون وہین سے بھجوائین اور اُسکے بعد پھر ۸ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدین وہین سے سر دھنے کو بھجوائین - غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ مین بعد اُس پچاس جلد کے سولہ جلدین اور اُن سے لے چکا ہون مگر نقد - ہرگز قرض مین نے نہین منگوائے ہین - ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہون - تم کو میری جان کی قسم سہل طور پر اُن کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابین منگوائی ہین - اور نقد منگوائی ہین یا قرض اور جو وہ لکھین مجکو لکھ بھیجنا - شنبہ - ۱۹ - فروری ۱۸۵۹ء - غالب -

ایضاً صاحب ہم تمہارے اخبار نویس ہین اور تمکو خبر دیتے ہین کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہین اُنکو دیکھکر خوش ہوا وہ اپنے بھائیون سے مل کر شاد ہوئے - تمہارا حال سُن کر مجکو رنج ہوا کیا کرون نہ اپنے رنج کا چارہ کر سکتا ہون نہ اپنے عزیزون کی خبر لے سکتا ہون - ؎

ہر انچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است - آج چوتھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن

پڑھا ہوگا کہ راجہ امید سنگہ بہادر ناگاہ میرے گھر تشریف لائے۔ پوچھا گیا کہ کہان سے آئے ہو فرمایا کہ اگرہ سے آتا ہون۔ بسلاون کی گلی مین جو حکیمون کی گلی کے قریب ہے جورس صاحب کی کوٹھی اُنہون نے مول لی ہے اور اُس کے قریب کی زمین افتادہ بھی خریدی ہے اور اُس کو بنوا رہے ہین۔ تمہارا بین نے ذکر کیا کہ ہر خط مین تم کو پوچھتے ہین اور لکھتے ہین کہ مین نے کئی خط بھیجے جواب نہین آیا بولے کہ ایک خط اُن کا آیا تھا اُس کا جواب لکھ چکا ہون۔ پھر اُن کا کوئی خط نہین آیا۔ بہر حال میرے پھوڑے نکل رہے ہین مین بازدید کو نہین گیا شاید وہ آج گئے ہون یا جاوین پھر اکبرآباد کو جائین گے۔ مین آج آدمی اُن کے پاس بھیجونگا کل مرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا تم کو بہت پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہان ہین اور کس طرح ہین بھائی اُن کو خط لکھ بھیجو۔ محررہ ۔ ۱۷۔ جون ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا دل خوش ہوا۔ تمہاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمکو اگرہ سے کتابون کا منگوانا بے ارسال قیمت مظنون ہے چنانچہ حق التصنیف تم نے لکھا ہے بھائی کیا مین تمکو جھوٹ لکھونگا اور شیونراین نے اگر ذکر ارسال قیمت کا نہین لکھا کہ بے ارسال قیمت منگوائی ہین تمکو میرے سر کی قسم اور میری جان کی قسم شیونراین سے اتنا پوچھو کہ اُس پچاس جلد کے بعد کی جلدین غالب نے اور منگوائین اور قیمت بھیج کر منگوائین یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو مین نے قسم لکھی ہے یون ہی عمل مین لانا۔ راے امید سنگہ صاحب یہین ہین مجھ سے ان دنون مین ملاقات نہین ہوئی جو تمہارے خط کا ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ اور یہ جو تم نے مجکو لکھا تھا کہ اگر دسون تاکو جہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے پاس آئیگا سو وہ میرے پاس نہین آیا صاحب تم کو وہم کیون ہے ایک امیر نامور آدمی ہے اُس کے نام کا خط کیون نہ پہنچیگا **ایضاً** اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمہارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے اُن کو خط لکھنا کیون موقوف کیا ہے

وہ مجھ کو لکھتے تھے کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھ کو ضرور لکھیے گا۔ غالب یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ء

ایضاً کیون مرزا تفتہ تم بے وفا یا مین گناہ گار۔ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہین کہ تم کہان ہو۔ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول مین ہین۔ اب مین حیران ہون کہ خط کول بھیجون یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجون تو کس کا پتہ کیا لکھون۔ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہون خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا مین نے ہرکارے کو راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہان بھجوا دیا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے سنتا ہون کہ وہ متھرا اور اکبرآباد کی طرف گئے ہین مجھ سے مل کر نہین گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو جہان جایا کرو مجھ کو لکھ بھیجا کرو کہ مین وہان جاتا ہون۔ یا جہان جاؤ وہان سے خط لکھو تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش تم کو کیون پسند ہے۔

محررہ یکشنبہ ۲۷۔ مارچ ۱۸۵۹ء۔ غالب۔

ایضاً شنبہ ششم مئی ۱۸۶۰ء ہنگام نیمروز۔ بھائی آج اسوقت تمہارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب لکھتا ہون۔ زرِ سہ سالہ مجتمعہ ہزارون کہان سے ہوئے۔ سات سو پچاس روپیے سال پاتا ہون تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس ہوئے سو روپیے مجھے مدد خرچ ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات مین گئے رہے دو ہزار روپیے میر اختیار کا ایک بنیا ہے اور مین اس کا قرضدار قدیم ہون اب جو وہ دو ہزار لایا اُس نے اپنے پاس رکھ لیے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے۔ سات کم پندرہ سو اُس کے سود مول کے ہوئے۔ قرض متفرق کا اسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپیے وہ نکلے۔ پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے اصل مین یعنی دو ہزار مین چھ سو کا گھاٹا۔ وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو یہان سو سات روپیے باقی کے تم

لے لو۔ مین کہتا ہون متفرقات گیارہ سو چکا دیے نو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے۔ آدھے مجکو دے۔ پرسون چوتھی کو وہ روپے ادا ہوا ہے کل تک قصہ نہین چکا۔ مین جلدی نہین کرتا دو ایک مہاجن بیچ مین ہین۔ ہفتہ بھر مین جھگڑا فیصل ہو جائے گا۔ خدا کرے یہ خط تمکو پہنچ جائے جس دن برات سے پھر آؤ اسی دن مجکو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا والدعا غالب

ایضاً نور نظر و لخت جگر مرزا تفتہ تم کو معلوم رہے کہ رائے صاحب مکرم و معظم رائے امید سنگھ بہادر یہ رقعہ تم کو بھیجین گے۔ تم اسی رقعہ کو دیکھتے ہی اُن کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہان رہین تب تک حاضر ہوا کرنا۔ اور دستنبو کے باب مین جو اُن کا حکم ہو بجالانا اُن کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا۔ پچاس جلد کی قیمت عنایت کرین گے وہ لے لینا جب کتاب چھپ چکے دس جلدین رائے صاحب کے پاس اندور بھیج دینا اور چالیس جلدین بموجب اُن کے حکم کے میرے پاس ارسال کرنا اور وہ جو مین نے پانچ جلد کے آرایش کے باب مین تمکو لکھا ہے اُس کا حال مجکو ضرور لکھنا۔ ہان صاحب ایک رباعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھ دینا جہان یہ فقرہ ہے نے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجائے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی ورزد	افسر افسار و گرزن ارزن ارزد
خورشید ز اندیشہ جادر گردش	ہر چرخ نہ بینی کہ چسان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھ دینا۔ اور حاشیہ مین پر جہان اور معنی لکھے ہوئے ہین وہان رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھ دینا افسر۔ افسار۔ گرزن بہ ہر دو فتحہ جادر گردش

غالب۔ نگاشتہ ۲۸۔ اگست ۱۸۵۸ء۔

ایضاً میرزا تفتہ تمہارا خط آیا فقیر کو خیر کا حال معلوم ہوا۔ خدا فضل کرے اگر تم اس راز کے اظہار کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا نہین ہے کہ مین اُن کو لکھتا۔ لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپیہ زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے۔ حال یہ ہے کہ مین نے اُن سے استفسار کیا تھا انہون نے مجکو لکھا کہ کتابون کی درستی مین وہی بارہ روپیہ صرف ہوئے ہین محصول کی ایک رقم خفیف اگر مین نے اپنے پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجکو تمہارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے۔ البتہ اُن کے دو تین روپیہ اُٹھ گئے ہون گے لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمہارا شاگرد بتاتے ہین مگر ریختہ کہتے ہین۔ کئی دن ہوئے کہ یہان آئے اور بالکند بیصبر کی غزلین اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالے کر دین۔ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسون کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہین ان کے دنون مین ایک ملاقات میری اُن کی ہوئی تھی مین نے اب ایک کتاب سادہ نے جلد اُن کو بھیجی تھی کل اُن کا خط مجھ کو اس کتاب کی رسید مین آیا۔ بہت تعریف لکھتے تھے اور ہان بھی ایک تماشا اور ہے وہ مجکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے پاس بھیجی ہے اور ہم اس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمہارا خط مع کتاب کے پہنچا اُن کے اس لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع مین سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہوگی کیا اچھی بات ہے کہ وہان بھی میرے بھیجنے سے پہلے میرا کلام پہنچ جائے گا مین چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہون اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی نذر اور سکرٹرون کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائین گے۔ دیکھون چیف کمشنر کیا لکھتے ہین اور گورنر کیا فرماتے ہین ہ

تا نہال دوستی کے بر دہد   حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

شنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ء غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسون تمہارا دوسرا خط پہنچا تم سے پردا کیا ہے ایک فتوح کا منتظر ہون اسمین مین نے اپنے ضمیر مین تم کو شریک کر رکھا ہے زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے انشاء اللہ خط میرا مع حصہ فتوح جلد پہنچے گا۔ پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال باآنکہ مجھسے اُس سے ملاقات ظاہری نہین ہے مگر مین جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس اصلاح کیواسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے مین نے اس کو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس بھیج دیا کرو اب تمکو بھی لکھتا ہون کہ تم میرے اس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھو۔ مین زندہ ہون اوپر کے لمبر مین جاپنے کو مردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہون مردہ نہین بیمار بھی نہین۔ بوڑھا ناتوان مفلس قرضدار کانون کا بہرا قسمت کا نیے بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار غالب۔

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت سے سودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہین مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ہی قصائد پڑے ہین۔ نواب صاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین۔ برسات کا حال تمہین بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہین ہے کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر مین سیکڑون مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت دن رات مین دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلین بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے اُٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہین لیکن چھت چھلنی ہو گئی کہین لگن کہین چلمچی کہین اُگالدان رکھ دیا۔ قلمدان کتابین اُٹھا کر توشہ خانے کی کوٹھری مین رکھ دیے مالک مرمت کی طرف متوجہ نہین کشتی نوح مین تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا اب نجات ہوئی

ہے نواب صاحب کی غزلیں اور تمہارے قصائد دیکھے جائیں گے یہ بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمہاری خیر و عافیت اُن سے معلوم ہوئی تھی۔ میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرسون سے نواب مصطفیٰ خان صاحب یہان آئے ہوئے ہین ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے ابھی یہین رہین گے بیمار ہین حسن اللہ خان معالج ہین فصد ہو چکی ہے جونکین لگ چکی ہین۔ اب مسہل کی فکر ہے۔ سوا اس کے سب طرح خیر و عافیت ہے مین ناتوان بہت ہو گیا ہون گویا صاحب فراش ہون کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون۔ اللہ اللہ اللہ۔ صبح جمعہ ۱۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ء۔

ایضاً پرسون تمہارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا غزلین دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام ہوا تھا غزلون کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ اُن کو بند کر کے رہنے دون۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں بھیج دون۔ خط کچھ ضرور نہین مین اسی خیال مین تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُس کو پڑھا اب مجکو ضرور ہوا کہ خلاصہ اُس کا تم کو لکھون یہ رقعہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کے نام کا خط گذرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا سعد اللہ خان وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے۔ راول جی نئے اجنٹ کے استقبال کو گئے ہین اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہین آتا۔ آگرہ اور گوالیار۔ کرولی۔ ہوتا ہوا اجمیر آئے گا۔ اور اس راہ مین جے پور کا عمل نہین۔ بس چاہیے کہ راول جی اُلٹے پھر آوین اُن کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا اور اس مین دیوان کی رسید بھی ہوگی۔ بھائی جانی جی تم کو بہت ڈھونڈھتے اور تمہارے بغیر بہت بے چین ہین مین نہ تمکو کچھ کہہ سکتا ہون نہ اُن کو سمجھا سکتا ہون۔ تم وہ کرو کہ جس مین سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہان یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دن کے بعد منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ

ایضاً بھائی پرسون شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا اور ایک خط تمہارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔ تمہارے خط مین اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط مین جے پور کے اخبار۔ دو دن سے مجکو وجع الصدر ہے اور مین بہت بے چین ہون ابھی اشعار کو دیکھ نہین سکتا بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کاغذ تمکو بھیجتا ہون اشعار بعد دو چار روز کے تب بھیجے جاوینگے۔ اسد اللہ جمعہ ۲۵ فروری سنہ ۱۸۵۳ء

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎

جہانیان ز تو برگشتہ اند گر غالب ترا چہ باک خداے کہ داشتی داری

خدا کے واسطے میرے باب مین لوگون نے کیا خبر مشہور کی ہے۔ بہ نسبت حکیم احسن اللہ خان کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہان مرزا الہی بخش جو شاہزادون مین ہین اُن کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے اور وہ انکار کر رہے ہین دیکھیے کیا ہو حکیم جی کو اُن کی حویلیان مل گئی ہین اب وہ مع قبائل اُن مکانون مین جا رہے ہین اتنا حکم اُن کو ہی کہ شہر سے باہر نہ جائین رہا مین ؎

تو بیکسی و غریبی ترا کسے پرسد ٭ نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف نہ قہر

۱۵ دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہین۔ کپڑا ایام تنعم کا بنا ہوا ابھی ہے اُس کی کچھ فکر نہین ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری خبر تم نے کیا سنی مجھے اُس کے معلوم ہونے سے مزا ملے گا۔

غالب یکشنبہ ۵۔ نومبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تمکو اور ایک خط جاگیرے گانو کی تہنیت مین اپنے شفیق کو ڈاک مین بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا مین تو کتاب کو دیکھ لیتا ہون مول نہین لیتا قضارا جب مین نے اُس کو کھولا اُسی

اگر بہ گنج گہر سیلم اوفتاد چہ باک • کف جواد ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھون کہ ناگاہ تمہارا خط آیا مجکو لکھنا ضرور ہوا آج تمہین دو خط بھیجے ہین ایک تو صبح کو پوسٹ پیڈ اور ایک اب بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اس شعر کو اب جانے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملے غیاث اللغات کھلوائی جواد کا لغت دیکھا مگر میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہے دستنبو اور اسکے چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونون باب مین کچھ فرماتے اور مجکو دعا سلام کہہ دیتے چونکہ تم نے اپنے خط مین کچھ نہین لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی کچھ نہین کہا۔ اگر انھون نے کچھ نہین کہا تو ان کا ستم اور اگر ان کا کہا ہوا تم نے نہین لکھا تو تمہارا کرم۔ بہر حال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجکو یاد دلایا ہے ؎ یارب مبادکس را مخدوم بے عنایت۔ خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالی یہ یاد رہے یہ مصرع اگر مجھ پر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہین بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے۔ آخر روز دو شنبہ ۲۳ اگست۔

ایضاً جان من و جانان من کل مین نے تمکو سکندر آباد مین سمجھ کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے شاید الٹا نہ پھرے اگر پھر آئے گا تو خیر آج یہ خط تمکو اکبر آباد بھیجتا ہون پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر یہ ایک بات کا وقت ہے ہم کو سرطرح لطف صحبت اور لطف شعر اٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا خط پڑھکر ان کو دیدینا اور اس کا مضمون معلوم کر لینا جس حاکم کو مین نے خط اور قطعہ بھیجا ہے اسکے سررشتہ دار کوئی صاحب ہین۔ مین بھول ان کا نام ہے مجھ سے ناآشنائے محض ہین۔ اگر تعارف ہوتا تو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمہین اوپر اوپر ایک خط لکھکر ان کو بھیج دیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور

بے گناہ محض اور واجب الرحم ہے اس کے حصول مطالب مین سعی سے دریغ نکرنا ۵

مے توان آورد استغنا سفارش نامۂ ✦ چرخ کج رو را اگر ہو انیم کز یاران کیست

باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق مین لکھ چکا ہون۔ تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شنبہ۔ ۶۔ مارچ ۱۸۶۶ء۔ جواب طلب۔

ایضاً میرے مہربان میری جان میرزا تفتہ سخندان تمہارا سکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا زندہ رہو اور خوش رہو۔ مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا بھیک مانگنے آیا ہون۔ روٹی اپنی گرہ سے نہین کھاتا سرکار سے ملتی ہے وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب ازروے صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ہین خزانہ فیض کے تحویلدار ہین جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے بٹنے مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کر دیا۔ ایک اہلکار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سن لیا واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی حبیبہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہین کھلی مصطفے خان صاحب بتقریب تہنیت مسند نشینی وشمول جشن آنے والے ہین اس وقت تک نہین آئے۔ جشن یکم دسمبر سے شروع ۵۔ دسمبر کو خلعت کا شروع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۸ نومبر ۱۸۶۵ء وقت چاشت

ایضاً میرزا تفتہ جو کچھ تم نے لکھا یہ بیدردی ہے اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آزردگی مجکو اس پر ناز ہے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون جس کا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے۔ تم ایسی کون سی بات لکھوگے کہ موجب ملال ہو۔ رہا غماز کا کہنا اسکا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک تھا وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری برائی کہتا تو مین اُسکو جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا۔ بھائی مجھ مین کچھ اب

باقی نہین ہے۔ برسات کی مصیبت گزر گئی لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہون بیٹھ نہین سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ معہذا یہ بھی ہے کہ اب مشق تمہاری پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤنگا اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہین بکار آمدنی نہین خیر کبھی دیکھ لونگا جلدی کیا ہے تین بات جمع ہوئین پیری کاہلی۔ تمہارے کلام کا محتاج بہ اصلاح نہ ہونا کسی قصیدہ سے کسی طرح کے نفع کا تصور نہ ہونا۔ نظر اتن مراتب پر کاغذ پڑے رہتے۔ لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ہے کہ اُس کو بہت دن ہوئے آج تک سر ملہر بھی نہین کھولا۔ نواب صاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین سے

ضعف نے غالب نکما کر دیا ✤ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا آج اس وقت کہ سورج بلند نہین ہوا اسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا۔ غالب۔ ۲۷۔ نومبر ۱۸۶۲ء۔

ایضاً منشی صاحب مین سال گزشتہ بیمار تھا۔ بیماری مین خدمت احباب سے مقصر نہین رہا اب مردہ ہون۔ مردہ کچھ کام نہین کرسکتا۔ کمشنر ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات ہے۔ مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے مین ایک بار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملون تو مختار کار کو تنخواہ نہ ملے۔ ذکر ودر صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لے کر ولایت گئے انکی جگہ ٹیگن صاحب مقرر ہوئے ان سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی مین لکھتے ہین مجھسے بھی انہون نے مدد چاہی مین نے سات کتابین بھائی ضیاء الدین خان صاحب سے مستعار لے کر ان کے پاس بھیجدین پھر انہون نے مجھسے کہا کہ جن شعرا کو تم اچھی طرح جانتا ہے انکا حال لکھ بھیج مین نے ۱۶۔ آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہین اور اس سواد کی صورت یہ ہے۔ نواب ضیاء الدین احمد خان بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اُردو دونون زبانون مین شعر کہتے ہین۔ فارسی مین نیّر اور

اردو مین رخشان تخلص کرتے ہین۔ اسد اللہ خان غالب کے شاگرد نواب مصطفےٰ خان بہادر علاقہ دار جہانگیر آباد اردو مین شیفتہ اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتے ہین اُردو مین مومن خان کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہرگوپال معزز قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہین تفتہ تخلص کرتے ہین اسد اللہ خان غالب کے شاگرد۔ ظاہرا بعد اس فہرست کے بھیجنے کے اُنھون نے کچھ اپنے منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا مجکو اس حال سے کچھ اطلاع نہین۔ تمہارے خط کی رو سے مین نے اطلاع پائی اب مین مولوی مظہر الحق اُن کے منشی کو بلواؤنگا اور سب حال معلوم کرونگا اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان مین لکھا جاتا ہے۔ اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اُس کے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن وموطن کا نام مع تخلص درج ہوگا۔ خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہوجائے ورنہ بظاہر سواے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہین ہے۔ رٹینگن صاحب اب عدالت خفیفہ کے جج ہوگئے۔ ڈگرو و صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگے۔ رٹینگن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلے پر جا رہے۔ معہذا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہان تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر مین نہین۔ بہرحال مولوی مظہر الحق پرسون یکشنبہ کے دن میرے پاس آئین گے۔ حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا تو ضرور جاؤنگا۔ غالب۔ روز جمعہ ۹۔ دسمبر سنہ ۱۸۶۴ء

ایضاً بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت مین لکھ کر بھیجا کلیان خط ڈاک مین ڈالکر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کرون خیر چپ ہو رہا۔ شکوہ محبت بڑھائیگا۔ مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجالاتا ہون۔ یقین ہے کہ جلدین میری خاطر خواہ بن جائین گی۔ کس واسطے کہ حراج کے خط مین اُنھون نے لکھا ہے وہ بعینہ میر المکنون ضمیر ہے۔ خدا اُن کو سلامت

رکھے میرا سلام کہہ دینا اُن کے خط کا جواب کل پرسون بھیجون گا۔ راے امید سنگھ بہادر خوبان روزگار مین سے ہین۔ فقیر کا سلام نیاز اُن کو کہہ دینا خدا کرے اُنکے سامنے کتابین چھپ چکین بارے جب وہ گوالیار کو تشریف لے جائین تو مجکو اطلاع لکھنا نہیب گئے نولے بن جلنے سے خاطر جمع ہو گئی۔ بھائی مین فارسی کا محقق ہون کاتب اُن اجزا کا جن کی رو سے کاپی لکھی جاتی ہے فارسی کا عالم ہے علم اُس کا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے تصیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے ہو نہ یہ کہ فرہنگون مین دیکھا جائے آگے اس سے تمکو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہون اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا آج جس طرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافہ اخبار پہنچ جاتا مگر اس وقت تک نہین پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہے خیر پہنچ جائیگا۔ مین نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیج دیا تھا اُنہون نے تمہاری راے منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تم نے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجے اپنے نام اور مسکن سے اُن کو اطلاع دے بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ بھیجدین گے ہم تم واسطۂ شناسائی بہمدگر ہو گئے۔ ہان اگر اخیاناً روپیہ کے بھیجنے مین دیر ہوگی تو مین کہہ کر بھجوا دون گا یہ البتہ میرا ذمہ ہے۔

ایضاً مشفق میرے کرمفرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے شاید میرے دکھانے کے واسطے بھیجے گئے ہین ورنہ رسم تو یون ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہین اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہوگا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حسن خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے۔ واللہ بے مبالغہ کہتا ہون

اگر بھائی منشی نبی بخش صاحب بدل متوجہ ہون تو اگر احیانا اصل نسخہ مین سہو کاتب سے
غلطی واقع ہوئی ہو تو اُسکو بھی صحیح کر دین گے تم میری طرف سے اُنکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا
دینا خدا کرے انجام تک یہی قلم اور یہی خط اور یہی طرز تصحیح چلی جائے جدول بھی مطبوع
ہے پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے تو دل پسند اور نظر فریب ہوگی
کاغذ کے باب مین یہ عرض ہے کہ فرنچہ کاغذ اچھا ہے چھ جلدین جو نذر حکام ہین وہ اس کاغذ
پر ہون اور باقی چاہو شیورامپوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو اور یہ بات کہ دو جلدین جو ولایت
جانے والی ہین وہ اُس کاغذ پر چھاپے جائین اور باقی شیورامپوری پر یا نیلے کاغذ پر یہ
تکلف محض ہے یہان کے حاکمون نے کیا کہا ہے کہ اُن کی نذر کی کتابین اچھے کاغذ پر
نہ ہون مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدین اس کاغذ پر اور چار جلدین
شیورامپوری ہون باقی جلدون مین تمہین اختیار ہے ہان صاحب اگر ہو سکے تو کاپی
کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور رخشندہ ہو اور آخر تک رنگ نہ بدلے۔ آگے اس سے مین نے
برخوردار منشی عبد اللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ کتابون کی کچھ تزئین اور آرائش کی فکر کرین
معلوم نہین تم نے وہ پیام اُن کو پہنچایا یا نہین۔ آپ اور منشی عبد اللطیف اور میرزا حاتم علی
صاحب مہر باہم صلاح کرین اور کوئی بات خیال مین آوے تو بہتر ورنہ ان چھ نسخون کی
جلدین انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپے کی لاگت کی بنوا دینا۔ اور اسکا روپیہ تیاری
سے پہلے مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ ہمہ را دریک دم بہ نوید نشو پدید آورد اگر در دم دیگر نہیب
مباش بہم زند الخ۔ اس مین نہیب کا لفظ کچھ میری سہل انکاری سے اور کچھ سہو
کاتب سے رہ گیا ہے اس کو تیز چاقو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا۔ یعنی بہ نوائے
مباش بہم زند۔ ضرور ضرور۔ اور اس کا انتظار نہ کھینچو کہ جب یہان چھاپا آئے گا تو بنا دینگے

اصل کتاب مین غلط رہے نہ چھاپے مین غلط ہو۔ اگر از راہ اصل میر مہدی علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہون تو انکو بھائی منشی نبی بخش صاحب کو دیہ رقعہ دکھا کر سمجھا دینا اور سواد دینا۔

از غالب۔ روز سہ شنبہ ہفتم ستمبر [illegible]

ایضاً جیتے رہو اور خوش رہو۔ اس وقت تو خوش کر دیا اس وقت ناخوش کر دی۔ زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پردا دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان وغیرہ مین پہلے سے جانتا ہون۔ بنک گھر کا روپیہ صرف کا عذر نہین ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے مغتنمات سے ہو۔ رجب علی بیگ سرور نے جو افسانہ عجائب لکھا ہے آغاز داستان کا شعر مجکو بہت مزا دیتا ہے ؎

یادگار زمانہ ہین ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ

مصرع ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کے واسطے کتنا مناسب۔ منشی عبد اللطیف کے گھر مین لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجکو ہو چکی ہے اور تہنیت مین بھائی کو خط لکھ چکا ہون۔ اب جو اُن سے ملو تو میرا سلام کہہ کر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا۔ مولوی معنوی جب کانپور سے معاودت فرمائین مجکو اطلاع دینا۔ میرا حال بدستور ہے ؎ ہمان پہلو ہمان بستر ہمان درد

دوشنبہ ۲۶ جون روز ورود نامہ۔ غالب۔

ایضاً برخوردار تمہارا خط پہنچا اصلاحی غزلون کی رسید معلوم ہوئی۔ مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابونکا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا۔ زبان نہین جو تعریف کرون۔ شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے۔ مجھے یہ فکر کہ کہین اُن کا روپیہ تیاری مین صرف نہ ہوا ہو۔ اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تمکو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو۔ رقعات کے چھاپے جانے مین ہماری خوشی نہین ہے۔ لڑکون کی سی ضد نہ کرو اور اگر تمہاری اسی مین

خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو اختیار ہے یہ امر میرے خلاف راے ہے۔ میر بادشا
کی اور اپنی ناشناسائی آگے تم کو لکھ چکا ہون اب تمہارے اُس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمہارے
اور امراو سنگہ کے آشنا ہین کچھ اُن کے خاندان کا نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تاکہ
مین جانون کہ یہ کس گروہ مین سے ہین۔ میان وہ راست دروغ بہ گردن راوی نے
مجکو بہت پریشان کیا ہے۔ واسطے خدا کے جو راوی نے روایت کی ہے وہ مجکو ضرور لکھو اور
تاج گنج کے رہنے والون کی ابتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو۔ حکم عفو تقصیر عام
ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہین اور آلات حرب و پیکار دیکر توقیع آزادی پاتے
ہین۔ یہ دو شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے۔ محررہ صبح شنبہ۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء۔ غالب
ایضاً بھائی وہ خط پہلا تمکو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ بیمار کیا ہوا توقع زلیست کی نہ رہی
قولنج اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ آخر عصارہ ریوند اور ارنڈی
کا تیل پیا اس وقت تو بچ گیا مگر قصہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہون میری غذا تم جانتے ہو کہ
تندرستی مین کیا ہے دس دن مین دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دس دن مین ایک بار
غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی کا پنا اور آلو بخارہ کا افشردہ اس پر مدار رہا کل سے خوف
مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آئی ہے آج صبح کو بعد دوا پینے کے تمکو یہ خط لکھا ہے
یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکون۔ صاحب وہ جو مین نے ۲۲ شعر مرثیہ کے
لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے کر ماتم زدہ کو دیدو کس واسطے
کہ تمہاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ
اوپر اُسی شعر مین سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب
دست و گریبان تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُس مین سے کیونکر

لیجاتے اشعار سب میرے پسند ہین تم نے عیب۔ وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مین نہ ہم اور اس کا دوسرا مصرعہ مین بھول گیا ہون مگر قافیہ مین مین سے یہ شعر غالب کو برا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک کہ تم نے نہین لکھا میرے خیال مین بھی یہ بات نہ تھی بہرحال بات وہی ہے جو مین اوپر لکھ آیا ہون۔ بارے اب کہیے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمرالدین خان صاحب روزون کے حوالے ہوش مین آئے یا نہین آئے آج ۱۔ شوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانا گزر گیا۔ خدا کے واسطے اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر انور سے گزرانو شاید وہ مجکو خط لکھین۔ غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ۔ ۲۴۔ مئی ۱۸۵۵ء

ایضاً اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول مین رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہان سے تم نے خط لکھا ہی دیکھیے اب یہان کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسون برخوردار شیو نراین کا خط آیا تھا لکھتے تھے کہ کتابون کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اب قریب ہے کہ بھیجی جائین۔ مرزا مہر بھی ایک ہفتہ بتلاتے ہین دیکھیے کس دن کتابین آجائین۔ خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ ہان صاحب منشی بالمکند بیصبر کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے۔ مین کیا کرون اُس خط مین اُنہون نے اپنا سیر و سفر مین مصروف ہونا لکھا تھا پس مین اُن کے خط کا جواب کہان بھیجتا۔ اگر تم سے ملین تو میرا سلام کہہ دینا۔ اور مطبع آگرہ سے کتابون کا حال تو تم خود دریافت کرہی لوگے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت۔ چارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً یکشنبہ سوم ذی القعدہ و پنجم جون سال حال۔ صاحب آج تمہارا خط صبح کو آیا مین دوپہر کو جواب لکھتا ہون۔ تمہاری ناسازگاری طبیعت سن کر دل کڑھا حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست اور خوش رکھے۔ اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس مین حکایت طالب علم اور سُنار کی

تھی واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق مین نے پمفلٹ پاکٹ نہین بھیجے خط مین لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیے ہین رسید ملے تو اُس کو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے۔ قیاس سے ایسا جانتا ہون کہ پان سات دن ہوئے ہونگے۔ منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہین آیا گھر اُن کا تاج گنج۔ وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا جواب نہ آیا۔ اب ناچار برخوردار شیو نراین سے اُن کا حال پوچھونگا۔ تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو رائے امید سنگہ سے خط کی امید کیون رکھتے ہو جب آگرہ جاؤ گے اور وہ وہان ہونگے تو ملاقات ہو جائے گی۔ مین خود واقف نہین کہ وہ کہان ہین از روے قیاس کہہ سکتا ہون کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہین سے اُن کا کوئی خط مجکو آیا ہو تو مین گنہگار۔ غالب۔

ایضاً تو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے پہاٹے گھر کو آئے ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کے دن غضب الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا۔ تمہارا خط مضامین دردناک سے بھرا ہوا راہ مین مین نے پایا جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ بعد روانگی کے مرادآباد مین پہنچ کر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہان پڑا رہا۔ اُنہون نے بیمارداری اور غمخواری بہت کی کیون ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمہارے پاس ہی کیا ہے جسکو اُتار کر پھینکو گے ترک لباس سے قیدِ ہستی مٹ نہ جائیگی۔ بغیر کھائے پیے گزارا نہ ہوگا سختی و سستی رنج و آرام کو ہموار کرو۔ جس طرح ہو اسی صورت سے بہر صورت گزرنے دو ؎

تاب لائے ہی بنے گی غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

اس خط کی رسید کا طالب۔ غالب۔

ایضاً ؎

میرزا تفتہ کہ پیوستہ بدل جا دارد ✤ ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھون مگر متحیر کہ کہان بھیجون۔ اب جو تمہارا خط آیا معلوم ہوا

کہ حضرت ابھی لکھنؤ مین رونق افروز ہین حفظ نہ بھجون تو گنہگار۔ مین نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ مین اصلاح کی مشقت کی طاقت نہین رہی معہذا تمہارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے اصلاح طلب نہین رہا ہی شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار کیا کرتا ہے۔ یہ مین نے نہین کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو جو غزل قصیدہ لکھا کرو نہ مسودہ بل ایک نقل اُس کی ضرور مجکو بھیجا کرو۔

ایضاً شنبہ ۳۔ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشعار کا ایک آنے کا ٹکٹ لگا اور اُس پر یہ لکھ کر کہ یہ پارسل ہے خط نہین ہے ڈاک مین بھیج دیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطون کے صندوق مین ڈال دو۔ خدمتگار ناخواندہ آدمی اُس کا حکم بجالایا اور اُس کو خطون کے صندوق مین ڈال آیا وہ لفظ کہ یہ خط نہین ہے پارسل ہے دوست آویز معقول ہے اگر وہان کے ڈاکیے تم سے خط کا محصول مانگین تو تم اُس جملہ کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خان کے گھر کے نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہی کہ ہفتہ بھر کسی اور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمہارا مسافر نہ آیا تو مجھے اور کرایہ دار کے دینے کا اختیار ہے۔ رامپور کے باب مین مختصر کلام یہ ہے کہ نہ مین والی رامپور کو لکھ سکتا ہون نہ اس لکھنے کی وجہ تم کو لکھ سکتا ہون اگر ریل مین بیٹھ کر آجاؤ گے تو زبانی کہہ دون گا۔ غالب۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہر گوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعای درویشانہ قبول کرین ہم آپ کو سکندر آباد تالنگوبو نکے محلے مین سمجھے ہوئے ہین۔ اور آپ لکھنو راجہ مان سنگھ کی حویلی مطبع اودہ اخبار مین بیٹھے ہوئے مداریہ حقہ لکھنو کا پی رہے ہین۔ اور منشی نولکشور صاحب سے باتین کر رہے ہین۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہی۔ اخبار کا لفافہ ابھی تک نہین پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ جد جمعہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے ریٹیگن صاحب

کہان ٹیلکن صاحب پنجشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع
مین کہین کے حاکم ہوئے ہین مین اپنی ناتوانی کے سبب اُنکی ملاقات نو دریع کو نہین گیا۔ انوار الحق گماشتہ
پر نوکر ہین ۲۵ مشاہرہ پاتے ہین۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ء
ایضاً نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تمکو خوش اور تندرست رکھے نہ دوست بخیل نہ مین کاذب
مگر بقول میر تقی صاحب اتفاقات ہین زمانہ کے بہر حال کچھ تدبیر کیجائے گی اور انشاء اللہ صورت
وقوع جلد نظر آئے گی تعجب ہے کہ اس سفر مین کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ؎

یا کرم خود نماند در عالم ٭ یا مگر کس درین زمانہ نکرد

اغنیاے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش رہا
کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۲۴۔ نومبر ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب بندہ مین نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا سواے تین کاغذ و نکے کوئی کاغذ تمہارا نہ
نکلا اور اس وقت بہ سبب کم فرصتی کے مین ردیف اُن تینون قصیدونکی نہین بتا سکتا اور وہ مقدمہ ۵۰ صہ
کا باقتضاے حالات زمانہ سست ہوگیا ہے مٹ نہین گیا دیر آید درست آید انشاء اللہ تعالیٰ اب میرا حال سنو ؎

ور نومیدی بسے امید است ٭ پایان شب سیہ سپید است

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار مین مجکو ۷ پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا۔ لارڈ کیننگ
صاحب میرا دربار و خلعت بند کرگئے مین نا امید ہوکر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا۔ اب جو یہان
لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہین مین جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملین گے کل اُنہون نے مجکو بلا بھیجا
بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلی مین دربار نہ کرین گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور
میرٹھ مین اُن اضلاع کے علاقہ دارون اور مالگزارون کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائینگے دلی کے
لوگونکا دربار وہان ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریک دربار ہوکر خلعت معمولی لے آؤ۔ بھائی کیا کہون کہ کیا

میرے دل پر گزری گویا مردہ جی اٹھا مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنا کہ گزرا کر سامان سفر انبالہ و مصارف نے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرہ یہ کہ نذر معمولی نہیں قصیدہ ہے۔ ادھر قصیدہ کی فکر ادھر روپیہ کی تدبیر حواس ٹھکانے نہیں شعر کا محل دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان ہے خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تھیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھ کر بھیج دی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھوں گا۔ روز چارشنبہ ۔ ۱۳۔ رمضان ۔ ۴ ۔ فروری ۔

ایضاً بھائی تم نے مجھے کون سا دو چار سو روپیہ کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپیہ مہینا قسط کی آرزو رکھتے ہو تمہاری باتوں پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر ایسا تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کمپنی ہوتے تو مجکو بڑی مشکل پڑتی بہر حال خوش رہو اور متفکر نہ ہو۔ پانچ روپیہ مہینا پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہو گیا تا اداے زر ابتداے جون ۱۸۵۳ء یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہوگی۔ بلو صاحب کا خط تمہارے نام کا پہنچا عجب تماشا ہے وہ درنگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہیں اور میں انکے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں۔ ہائے اتفاق آج میں نے انکو لکھا اور کل راجہ کے مرنے کی خبر سنی واللہ باللہ اگر دو دن پہلے خبر سن لیتا تو اگر میری جان پر آبنتی تو بھی انکو نہ لکھتا جے پور کے آئے ہوئے روپے کی ہنڈوی اس وقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے خدا کرے وہ الوبہار پہ سے ہنڈوی روانہ کردیں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائیں گے اور روپیہ بھیجنے میں کتنی دیر ہو جائے گی۔ خدا کرے زر مصارف ہر دو سنگہ اسی میں سے مجرا لیں میری کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو ہر دو سنگہ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا ایک خط ہاترس سے آیا تھا کل اس کا جواب ہاترس کو روانہ کر چکا ہوں۔ والدعا از اسداللہ۔ محررہ دو شنبہ ۔ ۲ مئی ۱۸۵۳ء۔

ایضاً کل تمہارا خط آیا راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا میں سمجھا ہوا تھا کہ تم دیوانگی اور شورش کر رہے ہو

اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے مین جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہون تو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتا ہون کہ اے دل تو اپنے کو ان عزیز کی جگہ سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا یا تو اس بلا مین گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا عیاذاً باللہ۔ اب مین تمکو کیون کر کہون کہ یہ نے حرمتی گوارا کرو اور رفاقت نہ چھوڑو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہے کہ تو ہمارے واسطے اس کو ترک کر۔ بہر حال دوست کی دوستی سے کام اُس کے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن مین تم مین ہے بدستور بلکہ روز افزون رہے۔ ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہین ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دران ملال باشد ٭ ہجران بہ ازان وصال باشد

آمدم برسر مدعا۔ تمہاری رائے ہم کو اس بات مین پسند عجب طرح کا پیچ پڑا کہ نکل نہین سکتا نہ تمکو سمجھا سکتا ہون اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہون مجھے تو اس موقع مین سوائے اس کے کہ تماشائی نیرنگ قضا و قدر بنا رہون کچھ بن نہین آتی ؎

بہ بینیم کہ تا کردگار جہان ٭ درین آشکارا چہ دارد نہان

آنچہ پور کا امر محض اتفاقی ہے نہ قصد و نے فکر در پیش آیا ہے ہوسنا کا نہ ادھر متوجہ ہوا ہون۔ بوڑھا ہو گیا ہون۔ بہرا ہو گیا ہون۔ سرکار انگریزی مین بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیس زادون مین گنا جاتا تھا پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہون اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست مین دخل کر نہین سکتا تھا۔ مگر ہان اُستاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کرون کچھ فائدہ اُٹھاؤن۔ کچھ اپنے کسی عزیز کو وہان داخل کر دون دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہال دوستی کے بر دہد ٭ حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحافت کے ہان سے دیوان ابھی نہین آیا آج کل آجائیگا پھر اس کے جزودان کی تیاری کرکے روانہ کرونگا۔ ابھی کول مین آرام کرو۔ اپنے بچون مین اپنا دل بہلاؤ۔ اگر جی چاہے

تو اکبر آباد چلے جاؤ وہاں اپنا دل بہلاؤ [illegible] خود داری میں [illegible] وہ کیا کرتے ہین۔ والسلام۔ اسد اللہ جمعہ دہم دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً صبح دوشنبہ پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سال حالی۔ مہاآفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا آج تمکو یہ خط لکھتا ہون اور اسی خط کے ساتھ خط موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہون کاغذ اشعار کل یا پرسون روانہ ہوگا۔ فن تاریخ کو دون مرتبہ شاعری جانتا ہون اور تمہاری طرح سے یہ بھی میرا عقیدہ نہین ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حق محبت ہوتا ہے۔ بہرحال مین نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت مین یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔ منشی قمر الدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے

شیخ نبی بخش کہ با حسن خلق	داشت مذاق سخن و فہم تیز
سال وفاتش ز پے یادگار	با دل زار و مژہ دجلہ ریز
خواستم از غالبِ آشفتہ سر	گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہین بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرع ہے در سال غرس ہر آنکہ ماند بیند۔ انوری کے قصائد کو دیکھو دو جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز مین لکھے ہین جسمین اعداد سال مطلوب نکل آتے ہین اور معنی کچھ نہین ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت یا تاریخ شادی مین یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادائے حق مودت ہے تو مین حق دوستی ادا کر چکا زیادہ کیا لکھون۔ داد کا طالب غالب۔

ایضاً کیون مہاراج کول مین آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی اور ہم کو یاد نہ لانا مجھ سے پوچھو کہ مین نے کیونکر جانا کہ تم مجکو بھول گئے۔ کول مین آئے اور مجکو اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ مین کیونکر آیا ہون اور کب تک رہونگا اور کب جاؤنگا اور

بابو صاحب سے کہان جاملونگا خیر اب جو مین نے بیحیائی کر کے تمکو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو اور مجکو ساری اپنی حقیقت لکھو تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلین بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہین اور اصلاح پاچکے ہین اب مین حیران ہون کہ کہان بھیجون۔ ہرچند اُنہون نے لکھا ہی کہ اکبر آباد ہاشم علی خان کو بھیج دو لیکن مین نہ بھیجونگا۔ جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچ کر مجکو خط لکھین گے تو مین اُنکو وہ اوراق ارسال کرونگا یا تم جو لکھوگے اُس پر عمل کرونگا بھائی ایک دن شراب نہ پیو یا کم پیو اور ہمکو دو چار سطرین لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم مین لگا ہوا ہے

اسد اللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ۔ چارم جنوری ۱۸۵۲ء

ایضاً صاحب تمہاری سعادت مندی کو ہزار ہزار آفرین۔ تمکو یون ہی چاہیے تھا لیکن مین نے تو ایک بات بطریق تمنا لکھی تھی جیسا کہ عربی مین لیت اور فارسی مین کاشکے۔ اب تم روداد سنو عرضی میری سر جان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری اُس پر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی مع کواغذ ضمیمہ سائل کے پاس بھیج دی جائے اور یہ لکھا جائے کہ معرفت صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو۔ اب سر رشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور کے خط لکھتا یہ نہوا وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی میرے پاس آگئی۔ مین نے خط صاحب کمشنر دہلی چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اُس مین ملفوف کر کے بھیجدی۔ صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس یہ حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو۔ اب وہ مقدمہ صاحب کلکٹر کے ہان آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اُس حکم کی نہین کی پرسون تو اُنکے ہان یہ روبکاری آئی ہے دیکھیے کچھ مجھ سے پوچھتے ہین یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہین دفتر کہان رہا ہے جو اُسکو دیکھین گے۔ بہرحال یہ خدا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر مین سے میرا کچھ شمول فساد مین پایا نہین گیا۔ اور مین حکام کے نزدیک یہان تک پاک ہون کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہین ہے یعنی سب جانتے

ہین کہ اس کو لگاؤ نہ تھا مولوی قمرالدین خان کا کول نہ جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالی
ان کو زندہ اور تندرست رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو
سلام اور ان کے بچون کو دعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی ہدایت تو اچھی ہے
نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزت اور وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادون کا تھا اب کہان۔ روٹی
کا ٹکڑا ہی ملجائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ایجنٹی و کمشنری و دیوانی و فوجداری
و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اُس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم
نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یون کرو عملہ نے خط نہ لکھا۔ صرف وہ عرضی حکم چڑھی
ہوئی بھیج دی خیر ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ سنو میرزا تفتہ اب مین جو اپنا حال
تم کو لکھا کرون وہ تم میرے بھائی کو اور مولوی قمرالدین خان کو دکھا دیا کرو۔ تین تین جگہ
ایک بات کو کیون لکھون۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ء۔

ایضاً بھائی ہان مین نے زبدۃ الاخبار مین دیکھا کہ رانی صاحب مر گئین۔ کل ایک دوست کا
خط اکبر آباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہین پایا
صورت انتظام جانی بیجناتھ کے آنے پر موقوف ہے یہانتک اُس دوست کی تحریر ہے ظاہرا
اُسکو بابو صاحب کا نام نہین معلوم ان کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دوست نے بطریق
اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہین حاصل اس تحریر سے یہ ہے
کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہے گا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب جے پور کا
مقدمہ اب لائق اس کے نہین ہے کہ ہم اُس کا خیال کرین ایک بنا ڈالی تھی وہ نہ اُٹھی راجہ لڑکا ہے
اور جھگڑا ہے۔ راول جی اور سعد اللہ خان بنے رہتے تو کوئی صورت نکل آتی اور یہ جواب آپ لکھتے
ہین کہ راجہ تیرے دیوان کو پڑھا کرتا ہے اور پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ بھی تو آپ از روئے تحریر منشی ہرگوبند سنگھ

کہتے ہین ان کلیان کیون کر لینئین ہو. وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہین کہ پان سو روپیہ نقد اور خلعت مرزا صاحب کے واسطے تجویز ہو چکا ہے ہولی ہو چکی اور مین لے کر چلا۔ پھاگن چیت بیساکھ نہین معلوم ہولی کس مہینہ مین ہوتی ہے آگے تو پھاگن مین ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو مجکو دو ہنڈویان بھیجی ہین سو سو روپیہ کی ایک تو میر احمد حسین میکش کے واسطے راجہ صاحب کی طرف سے تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام مین اور ایک اپنی طرف سے مجکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈویان سو سو روپیہ کی بعد چار چار پانچ پانچ مہینے کے آئین مع میر احمد حسین کے صلے کے روپیون کے چار سو اور اس سے علاوہ نہین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن مین آئے اس کا حساب کنور صاحب کی عمر پر حوالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہین تو دو برس مین اور اگر تین برس کے ہین تو تین برس مین۔ ہان صاحب یہ وہی میر قاسم علی صاحب ہین جو میرے پرانے دوست ہین پرسون یا اترسون جو ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میان حکمت اللہ مین ان کا میرے مکان کے پتہ سے لایا تھا وہ مین نے لے کر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاوین تو تم ان کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت اگر میرے واسطے نہین تو اس خط کے واسطے آپ دلی آئیے۔ غالب

ایضاً عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہین کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پان سو روپیہ کی ہنڈوی لایا مگر اس کے مصارف کے بابت انیس روپے کئی آنے اس ہنڈوی مین محسوب ہو گئے ہین سو مین اپنے پاس سے ملا کر پورے پان سو کی ہنڈوی تجکو بھیجتا ہون مین نے انکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ کے مین مجرا دونگا تکلیف نہ کرو دپنہ یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو کی ہنڈوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہنڈوی نہین آئی مین حیران ہون وجہ حیرانی کی یہ کہ اس ہنڈوی کے بھروسے پر قرضدارون سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچوین ہے وہ تقاضا کرتے ہین اور مین آج کل کر رہا ہون شرم کے مارے

بابو صاحب کو کچھ نہین لکھ سکتا جانتا ہون کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر مین ہونگے پھر وہ کیون اتنا تکلف کرین بیس روپیہ کی کونسی ایسی بات ہے۔ اگر مصارف ہر دو سنگہ سے ہان سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انتیس[۲۹] اخذ چھبیس[۲۶] جون روپیہ نکال ڈالین اور باقی ارسال کرین لفافے خطوط کے جو مین نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہین آئے باایں ہمہ کیسی بات ہے کہ یہ بھی نہین جانتا کہ بابو صاحب کہان ہین۔ پہاڑ پر ہین یا بھرت پور آگئے ہین ہمیہ آنے کی تو ظاہرا کوئی وجہ نہین ہے ناچار کثرت انتظار سے عاجز آکر آج تم کو لکھا ہے تم اس کا جواب مجکو لکھو اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے زیادہ ندیدہ۔ اسد اللہ مرقومہ پنجم جون ۱۸۶۲ء روز پنجشنبہ جواب طلب

ایضاً میر اسلام پہنچے خط اور کاغذ اشعار پہنچا سابق وحال ابھی سب یون ہی دھرے رہینگے اگرچہ گرمی رفع ہوگئی مینہ برسنے لگا ہوا سے سرد چلنے لگی مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے نہین۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولی عہد کا قصیدہ نے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اس کا خاتمہ بہزار مشقت رمضان مین کہہ لیا اور عید کو دونو پڑھ دیے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسون یا اترسون بھیجونگا اُن سے لے کر تم بھی دیکھنا مین نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب کو بھی دیدینا کہ وہ پڑھ لین اور چاہین تو نقل لے لین اس کے سوا اور جو کچھ تمہارے خط مین لکھا تھا وہ جواب طلب نہین اور یون ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ۔

ایضاً کیون صاحب اس کا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہین جبی نہ مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہان ایک بار منشی شیو نراین صاحب نے کرم کیا تھا اور خط مین یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے۔ اس راہ سے مین یہ تصور کر رہا ہون کہ اگر ایک فرمہ نثر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا ہوگا۔ اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدین بنی شروع ہوگئی ہونگی۔ تم سمجھے مین تمہارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور

جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمہارا اور اُن کا آنا سمجھتا ہون۔ تحریر گویا وہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے۔ پھر تم کہو مکالمہ کیون موقوف ہے اور اب کیا دیر ہے اور وہان کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فراغت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدین صحاف کو دیدین ہین اب اُن کتابون کا آنا کب تک تصور کرون۔ دسہرے مین ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہوگی کہین دوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہان صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمرالدین خانصاحب کا نہ لکھا۔ آگے اس سے تم نے اگست ستمبر مین اُن کا آگرے کا آنا لکھا۔ پھر وہ اکتوبر تک کیون نہ آئے۔ وہان تو منشی غلام غوث خانصاحب اپنا کام بدستور کرتے ہین۔ پھر یہ اُس دفتر مین کیا کر رہے ہین کہین کسی اور کام پر معین ہو گئے ہین اس کا حال جلد لکھو مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خانصاحب کو ایک گانو جاگیر مین ملا ہے۔ مولوی قمرالدین خان صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہین اُس کا ظہور کیون نہ ہوا ان سب باتون کا جواب جلد لکھیے جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہیے اور یہ پیام کہیے کہ کتاب کا حسن کانون سے سُنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھون کو رشک ہے کانون پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہین آنکھون پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھون کا حق آنکھون کو کب تک ملے گا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہیے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجکو جلدی نہین ہے آپ کی تخفیف تصدیع چاہتا ہون یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جائے تو آپ کو آرام ہو جائے۔ جناب منشی شیونراین صاحب کی عنایتون کا شکر میری زبانی ادا کیجیے گا اور یہ کہیے گا کہ آپ کا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اُس کا جواب نہین لکھا زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ و روان داشتہ صبح سہ شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ء۔ راقم غالب

ایضاً صاحب عجب تماشا ہے تمہارے کہے سے منشی شیونراین صاحب کو خط لکھا تھا سو کل اُن کا خط آیا اور اُنہون نے دستنبو کی رسید لکھی۔ ڈاک کا ہرکارہ تو اُن کے پاس لے گیا ہوگا

آخر تمہین نے بھیجا ہوگا یہ کیا کہ تم نے مجھکو اُس کی رسید اور میرے خط کا جواب نہ لکھا اگر یہ گمان
کیا جائے کہ تم نے راے امید سنگہ کی ملاقات ہو لینے پر خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی
ہوگی مجھے تو صورت ایسی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب مطبع مین حوالے کر دی اب
اُس کی تزئین و تصحیح سے کچھ غرض نہین پس اگر یون ہے تو مین بس انطباع سے در گزرا۔
سینکڑون مطالب و مقاصد رہجاینگے اور پھر اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت
نہین ہے تو اُس کتاب اور مثنوی کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا بے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھسے
خفا ہو گئے ہو۔ خدا کے واسطے خفگی کی وجہ لکھو۔ صبح کو مین نے یہ خط روانہ کیا ہے۔ بدھ کا دن ستمبر
کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری رنجش کا بالکل یقین ہو جائیگا اور سبب
وجہ نہ معلوم ہونے کے جی گھبرائے گا۔ مین تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہین پاتا۔ خدا کے
واسطے خط جلد لکھو اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو۔ جانتا ہون کہ تم راے امید سنگہ سے بھی نہ ملے
ہو گے عیاذاً باللہ مین اُن سے شرمندہ رہا کہ مین نے کہا تھا کہ ہان مرزا تفتہ دستنبو تمکو اچھی طرح
پڑھا دین گے اگرچہ ایسے حال مین کہ مجکو تم پر الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گمان گزرا ہے
کوئی مطلب تمکو لکھنا نہ چاہیے مگر ضرورت کو کیا کرون ناچار لکھتا ہون۔ صاحب مطبع نے خط کے
لفافہ پر لکھا ہے۔ مرزا نوشہ صاحب غالب۔ للّٰہ غور کرو کہ یہ کتنا بے جوڑ جملہ ہے ڈرتا ہون کہ کہین
صفحہ اول کتاب پر بھی نہ لکھدین۔ آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ یا مہر نیمروز چھاپے
کی یہ کوئی کتاب اس شہر مین نہین بھیجے جو وہ میرا نام لکھ دیتے تم نے بھی اُن کو میرا نام نہین
بتایا صرف اپنی نسبت عرف سے وجہ اس واویلا کی نہین کچھ بلکہ سبب یہ ہے کہ دلی کے حکام کو تو عرف
معلوم ہے مگر کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزرا کے محکمہ مین اور ملکہ عالیہ کے حضور مین کوئی اس نالائق
عرف کو نہین جانتا پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھ دیا تو مین غارت ہو گیا کھویا

گیا۔ میری محنت رائگان گئی گویا کتاب کسی اور کی ہو گئی۔ لکھتا ہون اور پھر سوچتا ہون کہ میرا ن تم یہ پیام مطبع مین پہنچا دیتے ہو یا نہین۔ بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ ۔ غالب

ایضاً بھائی صاحب ۲۳ کتابین بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نراین کی کل جمعہ کے ۱۲۔ نومبر کو پہنچین کاغذ اور سیاہی اور خط کا حسن دیکھ کر مین نے ازروے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابین طاؤس بہشت بن جائینگی حورین اُن کو دیکھ کر شرمائینگی۔ یہ تو سب درست مگر دیکھیے مجکو اُن کا دیکھنا کب تک میسر ہو۔ آپ پر گمان تساہل کا گزرے یہ تو کیون کر ہو۔ ہان صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے حق کا جلاد نہ بن جائے یعنی مدت مناسب سے زیادہ دیر نہ لگائے۔ اور ہان حضرت کچھ ایسی پختگی ارسال وقت کر لیجیے گا کہ وہ پارسل آشوب تلف سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہی مجکو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یاالٰہی یہ خطر راہ مین ہو اور وہ ساتون کتابون کا پارسل تیرے حفظ و امان مین مجھ تک پہنچ جائے اور یہ نہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیے اُس مین یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابون کا پارسل روانہ کیا ہے

یارب این آرزوے من چہ خوش است ٭ تو بدین آرزو مرا برسان

مرسلہ شنبہ ۱۳۔ نومبر ۱۸۵۸ عیسوی

ایضاً۔ رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف ٭ آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے بندہ پرور پہلے تم کو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر کرم حسین صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہون اور اس سے زیادہ میرا حال مجکو بھی معلوم نہین۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب مین میرا سلام کہنا۔ اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا۔

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ٭ اے تو غائب زنظر مہر تو ایمان من ست

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا

سنو صاحب جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُس میں بے تکلف عمر بسر کرے اس کا نام عیش ہے۔ تمہاری توجہ مخطوط بطرف شعر و سخن۔ تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اسکی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے۔ میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گیا۔ مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے۔ ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ ٭ ہم بھی کیا یاد کرین گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہون اور تنگ آتا ہون تو یہ مصرع پڑھ کر چپ ہو جاتا ہون ؎

اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے ٭۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ مین اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم مین مرتا ہون جو دکھ مجکو ہے اُس کا بیان تو معلوم مگر اُس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہون۔ انگریز کی قوم میں سے جو ان روسیاہ کالون کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس مین کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ہندوستانیون مین کچھ عزیز کچھ دوست کچھ شاگرد کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک مین مل گئے۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزون کا ماتم دار ہو اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو۔ ہاے اتنے یار مرے کہ جو اب مین مرون گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہو گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق سلامت تقصیر معاف مین مدعی اور آپ مدعی علیہ بھی اور حاکم بھی۔ وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا۔ عرائض جواب طلب کا جواب نہین۔

ایک عنایت نامہ سابق ہین۔ اب زہل ہیرو بر پرچنگ۔ یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا مین اس کو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے۔ مین نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہین پہنچا۔ جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب نہ پاؤن گا آرام نہ آئے گا۔ برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین خان بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سنی مگر وہ جو تحریر دستخطی سے تسلی ہوتی ہے وہ کہان حضرت اب تو خالصاً للّٰہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجکو اس جملہ کے معانی لکھ بھیجیے۔ زیادہ حد ادب۔ عفو جرم کا طالب غالب۔

ایضاً۔ در پرستش سستم و در کامجوئی استوار ◆ بادشہ را بندہ کم خدمت پر خوار ہست

حضرت پیر و مرشد برحق۔ روز افزونی کاہش اب اس حد کو پہنچی ہے کہ ع تقسیم جزو لا یتجزے محال ہے۔ آگے باد مہر نے لہو خشک کر دیا تھا اب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا۔ کل عنایت نامہ آیا آپ جو رقم فرماتے ہین کہ تو نے میرے خط کا جواب نہین بھیجا۔ مجکو باوصف استیلائے نسیان خیال مین آتا ہے کہ مین حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہون۔ ڈاکیے اب ڈاکو ہو گئے ہین۔ اگر وہ لفافہ ڈاک مین تلف ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہین۔ متوقع ہون کہ اس کا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھا جاہیے۔ مین مجرم نہ ٹھہرون۔ زیادہ حد ادب نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۶۸ء۔

ایضاً۔ تم سلامت رہو ہزار برس ◆ ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

آج منگل ۱۶۔ جون ۱۸۶۷ء ۲ بجے عنایت نامہ آیا۔ سرنامہ دیکھ کر سفیدۂ صبح مراد سمجھا۔ ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ اگر ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیونکر اس غم کی تاب لاتا کہ مین نے اپنے کو کھو کر بصورت تصویر آپ کی خدمت مین بھیجا۔ لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خان

سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اب فرمان میں اُس لفافے کی رسید نہ پائی ظاہرا ڈاک پر ڈاک گر سے اور میرے پیکنے بعد کے ٹکڑے نے اڑا دیے بیتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی اب جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجونگا۔ زیادہ حد ادب ؁

بنام سید بدر الدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم۔ بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا۔ زمانہ ان دنون مین اُن سے بر سر امتحان ہے۔ پروردگار اُنکو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے علاوہ مساعدت روزگار کی وہ صورت۔ شدائد رنج سفر کی وہ حالت۔ ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ۔ ان سب باتون سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مر جاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے۔ مرگ و زیست کا سر رشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے۔ دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے۔ ہان بحسب ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے۔ حیران ہون کہ اگر خط لکھون تو کس پتہ سے لکھون ناچار ابھی تامل ہے جب وہ بھرت پور آجائین تو آپ اُن کے آنے کی مجکو اطلاع دیجیے گا کچھ لکھ بھیجون گا۔ نواب علی نقی خان صاحب کے خط کے جواب مین جو آپنے مجکو لکھا تھا وہ مجکو یاد رہے گا جب نواب صاحب آجائین گے مین اُنکو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلین مانگتے ہین۔ فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہین کہی ہان ہندی غزلین قلعہ کے مشاعرہ مین دو چار لکھی تھین سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس ہونگی یا ضیاء الدین خان صاحب پاس میرے پاس کہان آدمی کو یہان اتنا توقف نہین کہ وہان سے دیوان منگوا کر نقل اُتروا کر بھیج دون۔ سید محمد صاحب کو اور اُن کے دونو بھائیون کو میری دعا پہنچے۔ ؁

اسد اللہ۔ نگاشتہ چارشنبہ۔ ۱۴۔ ربیع الثانی ۱۲۷۱ھ ہجری۔ مطابق ۳۔ جنوری ۱۸۵۵ء عیسوی۔

ایضاً مخدوم و مکرم جناب فہیم صاحب کی خدمت عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے
آپ نے مجکو یاد نہیں کیا اور مجکو کچھ آپ کا حال معلوم نہیں۔ بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور
کس کام میں ہیں ان کا بھی کچھ حال مجکو معلوم نہیں۔ منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا
حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو وہ بہت دنوں سے علی گڈھ میں
ہیں اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے
تو بعید ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں۔ بہرحال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب
میر علی تقی خان صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالی خاندان ہیں۔ نواب ذو الفقار خان اور نواب
اسد خان کی اولاد میں سے ہیں اور تمہارے ماموں صاحب یعنی نواب محمد میر خان مغفور کے
بڑے دوست ہیں اب یہ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں۔ آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے ان کو ملوادیں اور بابو صاحب سے
جو ان کو ملوائیے تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے۔ کیا خوب ہو کہ
یہ اُس سرکار میں نوکر ہو جائیں اور اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی رخصت بائین
شایستہ عمل میں آوے۔ نواب اسد خان عالمگیر کے وزیر تھے اور فرخ سیر اُن کا بٹھایا ہوا تھا۔ جب
فرخ سیر نے ذو الفقار خان کو مار ڈالا تو ازروے کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہوئی
اور خود فرخ سیر پر کیا گزری۔ قصہ کوتاہ ان کی تقریب میں جو مدارج آپ صرف کریں گے اور جس
قدر آپ ان کے بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت و اقبال توامان مجکو اپنی یاد سے غافل اور
سید احمد کی خدمت گزاری سے فارغ نہ سمجھیں۔ پھر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے یہ نہیں
اور ان کا بھائی باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل آئے گی۔ صامت و ناطق سیم و زر

روپیہ اشرفی سنتا ہون کہ کچھ نہین ہان جلواد سو سیب کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ نصیر الدین کی الا
اس کا تقسیم ہو جائیگا میں نے اکیلا دون اور سمجھا دون کیا کبھی دن ہوئے کہ مین حسین مرزا صاحب کے
ہان گیا تھا وہان میان بھی بیٹھا تھا باہم اُن دونو صاحبون مین یہی باتین ہو رہی تھین وہ بھی میری
مانند حیرت زدہ تھے قضا و قدر کو چھوڑو۔ نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو گھاٹا نہین۔ ٹوٹا نہین نقد مال کا
پتا نہین املاک کا کرایہ بٹ رہیگا گھبراتے کیون ہو یہ دلی والونکی خفا نہت کے خیالات ہین۔ تمہارا
بھتیجا یعنی حیدر حسین خان بچ گیا عوارض کی آندھی دفع ہو گئی توقع زیست کی قوی ہے صرف
طاقت کا آنا باقی ہے۔ صدمہ بڑا اٹھایا ہے۔ مہینا بھر مین جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے
انشاء اللہ العلی العظیم۔ صبح دوشنبہ ۲۵۔ مئی سنہ ۱۸۶۳ء۔

ایضاً پیر و مرشد آج نوان دن ہے حسین مرزا صاحب کو اور گئے اگر ہوتے تو اُن سے پوچھتا کہ حضرت
میرا دیوان کس مطبع مین طبع ہوا اور حاشیے اس پر کس نے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا
اور حضرت کیا سمجھے۔ اب یہ حقیقت مجھ سے سُنیے سنہ ۱۸۶۲ء یعنی سال گزشتہ مین قاطع برہان جیسی پچاس
جلدین مین نے مول لین اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ دلی آئے ہین مین نے یہ سمجھ کر کہ یہ تمہارے کس کام
کی ہے تمہین نہ دی تم مانگتے اور مین نہ دیتا تو گنہگار تھا۔ اب کوئی جلد باقی نہین ہے۔ رہا دیوان اگر
ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس عرصہ مین دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرہ مین چھپ رہا
ہے۔ فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا پھر نہین چھپا۔ مگر ہان سال گزشتہ
مین منشی نولکشور نے شہاب الدین خان کو لکھ کر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خان نے غدر کے
بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو مین یعنی کوئی مصرع میرا
اُس سے خارج نہین اب سنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر مین ہون۔ ہاتھ آجاے تو
۲۵ بھیج کر بیس جلدین منگواؤن۔ جب آجائینگے ایک آپ کو بھی بھیج دونگا۔ نواب محی الدین خان صاحب

کا حال سن کر جی بہت خوش ہوا۔ میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارک باد دینا۔

ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں دیر اس راہ سے ہوئی کہ میں منتظر رہا میاں کے آنے کا۔ جو وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا۔ سنو صاحب ایک منشی محمد تقی ہی تو نہیں یہاں تو سارا رہن ہے۔ محمد تقی ایک اُس کی دو بہنیں تین۔ منشی آغاجان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یہ سات مدعی۔ ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے۔ نہ وہ حکام ہیں جن کو میں جانتا تھا نہ وہ عملہ ہے جس سے میری ملاقات تھی۔ نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جن کو پچاس برس میں نے دیکھا ہے۔ ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔ یا حافظ یا حفیظ وردِ زبان ہے۔ تمہارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خان خدا ہی خدا ہے جو بچے آج تیرہواں دن ہے کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ قے موقوف ہوتی ہے۔ چارپائی کاٹ دی ہے۔ حواس زائل ہو گئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے۔ والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴۔ ذی قعدہ ۱۲۷۹ھ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب۔

بنام چودھری عبد الغفور المتخلص بہ سرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی۔ حکیم عبدالرحیم خان کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں۔ طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف سلام علیک۔ زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجھکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں۔ آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی۔ ناچار آپ کا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے

کچھ نہ فرمائیے گا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجکو بھجوائیے گا ضرور اور جلد۔ شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت مین سلام پہنچے ؀

ایضاً جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخون کے حساب سے تطابق مین ہین الجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا اودھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ یہ آپکو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا۔ پھر قصیدہ بہاریہ تہنیت و مدحت مین بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب اور کاغذ افشانی ازان بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی مدح مین بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب مین بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر کل مجکو آگیا۔ پنشن ابھی تک مجکو نہین ملی جب ملے گی حضرت کو اطلاع دی جائے گی پیر و مرشد عالم ہین اور مین جاہل ہون اُن کی تسلیم نہ کرنے کو مین نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجا لایا۔ اے حضرت جناب مخدوم مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت مین نہین الفاظ مین رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ عبارت آرائی نہ طبع آزمائی۔ کچھ عجب نہین کہ وہ خط بھی مئی و جون مین آپ کو پہنچ جائے۔ آپ کا بھی تو مارچ کا خط مجکو اب آخر اپریل مین پہنچا ہے۔ جناب شیخ صاحب کیون مجکو محجوب کرتے ہین اس باب مین اس سے زیادہ عرض نہین کرسکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیج دیجیے لطف اُٹھاؤن گا اور جو کچھ میرے خیال مین آئے گا بے تکلف عرض کر دون گا۔ میرا سلام کہیے اور مثنوی اور قصیدہ

اُن سے لے کر جلد بھیج دیجیے۔ اپنے عم عالی مقدار کی خدمت مین میرا سلام پہنچایئے اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق یہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو۔ فیض علی خان صاحب کو میرا سلام پہنچے مین بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مداح رہون گا۔ خط کا لفافہ اس خط مین ملفوف کر کے یہ بھیجتا ہون یہ آج پہنچا اور آج ہی مین نے اس کا جواب لکھا کاتب وہ ہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے۔

ایضاً جناب چودھری صاحب آپ کے تلطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دون اور باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھون بندہ پرور مین نے پارسل کی رسید لے لی تھی۔ اب آپ کے خط کو پڑھ کر کاربردازان ڈاک کے پاس وہ رسید بھجوائی۔ اُنہون نے کتاب دیکھ کر میرے آدمی سے کہہ دیا کہ سکندرہ راو کی رسید یہ موجود ہے اب پارسل کی جوابدہی وہان والون کے ذمہ ہے یہ سُن کر مین نے یہ مناسب جانا کہ وہ رسید آپ کے پاس بھیج دون آپ سکندرہ راؤ کے ڈاک خانہ مین بھجوا کر اُن سے پارسل منگوا لین اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت مین ضرور نہین۔ والسلام۔

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکر بجا لاتا ہون۔ آپ کا خط مع قصیدہ و مثنوی پہنچا۔ مثنوی کو جداگانہ بطریق پمفلٹ پاکٹ بھیجتا ہون اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہون۔ لفافہ اُس کا بھی آپ کے نام کا ہے۔ آپ کے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے سے نظر تابستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا۔ آپ کے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپ کو منع کیا۔ ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر مین میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر مین بے حصول اجازت حاکم احتمال ضرور رکھتا ہے۔ اگر خبر ہو تو کہو

اگر غیر ہو جائے تو البتہ قباحت ہے۔ زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجیے گا کہ دلی کی عملداری میرٹھ اور
آگرہ اور بلاد شرقیہ کی مثل ہے۔ یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی جو
رائے مین آوے وہ ویسا ہی کرے بہرحال سنہ ۱۸۵۹ء سے واسطے محرومیِ دیدار دگر ہیچ۔ انشاء اللہ
تعلیم دو تین مہینے مین یہان بھی صورت امن و امان کی ہو جائے گی مگر میری آرزو باستثنا
اس صورت مین بھی بر نہ آئے گی۔ مین یہ تاکے ہوئے ہون کہ میری اور تمہاری ملاقات اس طرح ہو
کہ ہم تم ہون اور حضرت صاحب عالم صاحب ہون اور باہم حرف و حکایت کرین اگر زمانہ میری خواہش
کے موافق نقش قبول کرتا ہے تو مین مارہرہ کو آتا ہون۔ حضرت پیر و مرشد کا اشتیاق اور اسی جلسہ
مین تمہارے دیدار کا شوق ایسا نہین ہے کہ مجکو آرام سے بیٹھا رہنے دے گا۔ صاحب یہ مثنوی تو
میرے واسطے ایک مرثیہ ہو گئی ہے ہے اس بزرگوار کے جگر مین کیا کیا گھاو پڑے ہون گے تب یہ
تراوش خونابہ ظہور مین آئی ہو گی۔ مزا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب انہین کے معلوم ہوتا
ہے۔ چونکہ اصل کاغذ میری نظر مین نہین اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے اسواسطے انجام و آغاز انداز
و انداز کچھ نہین سمجھا حک و اصلاح کو آپ بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائین مین نے بحسب دستور ہر جگہ بمنشاء اصلاح لکھ دیا
ہے۔ شیخ صاحب سے میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کرون دور ہون معذور ہون مدد نہین کر سکتا۔ اعانت
کے مراسم تقدیم کو نہین پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے۔ والسّلام۔

ایضاً شفیق مکرم مظہر لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت مین بعد سلام یہ عرض
کرتا ہون کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی
خوشی حصول ہوئی۔ میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا ان کا باپ میرا بڑا یار تھا میری طرف
سے خاطر جمع کر دیجیے گا اب سبیل اچھی نکل آئی چودھری صاحب کے ذریعہ سے جو کچھ
مجکو بھیجنا ہوگا بھجواؤن گا۔ جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی

تم سے کچھ مانگتا ہون تفصیل یہ کہ مولوی باقر دہلوی کے مطبع مین سے ایک اخبار ہر مہینے مین چار بار نکلا کرتا ہے مسمے بدہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہین اگر احیاناً آپکے پاس یا کسی آپکے دوست کے ہان جمع ہوتے چلے آئے ہون تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو یا چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائین جس مین بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میان ذوق کے دو سکہ اُن کے نام کے کہہ کر نذر کرنے کا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجیے۔ آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتوین آٹھوین تاریخ ۱۸۳۷ء مین یہ تخت پر بیٹھے ہین۔ اور ذوق نے اسی مہینے مین یا دو ایک مہینے کے بعد سکے کہہ گزرانے ہین۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے جائین۔ یہان تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر مثل کسی اور شہر مین کوئی آپ کا دوست جامع ہو اور آپ کو اُس پر علم ہو تو وہان سے منگوا بھیجیے۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً شفیق میرے عنایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجالاتا ہون نہایت سعی یہ تھی کہ آپ کی طرف سے ظہور مین آئی۔ مین نے کلکتہ مین مہتمم مطبع جام جہان نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی فکر نہ کیجیے۔ اگر کہین سے آپکے پاس آجائے تو مجکو بھیج دیجیے میرے پاس آئے گا تو مین تم کو اطلاع دیدون گا۔ عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا۔ اس کی پرسش زائد مین خدمت گزاری کو حاضر ہون وہ جب چاہین اپنا کلام بھیج دین۔ میر اسلام اور یہ پیام کہدیجیے گا۔ صاحب تم نے ہمارے پیر و مرشد کو ہم پر خفا کر دیا۔ بعلاوہ خط نہ لکھین نہ لکھین کبھی تم کو فرمادین کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہر حال میر اسلام و نیاز عرض کیجیے۔ اور اُن کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے۔ اور یہ لکھیے کہ اگر خدانخواستہ وہ مجھ سے ناخوش ہین تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے۔ اپنے چچا صاحب کی خدمت مین سلام پہنچائیے گا اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیے گا

ایضاً میرے شفیق دلی چودھری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حواس کا اب یہ عالم ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا اسی طرح سابق کے خط میں سرنامہ پر یہ لکھا ہو گا ؎

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند ✦ کنون بہ بین کہ چہ خون میچکد ز ہر نفسش

جو خط کہ آپ کے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی اپ کی سعی اور اپنی ناکامی پہلے سے میرے دل نشین اور خاطر نشان ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✦ کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اُس کے نکل جائے گا۔ بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔ دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لے کر جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن کے لاکھوں روپیے کے گھر لٹ گئے جس میں ہزاروں روپیہ کے کتاب خانے بھی گئے اُس میں وہ مجموعہ ہای پریشان بھی غارت ہوئے میں خواہش مثنوی کے واسطے خون در جگر ہوں اے کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجنے محض اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ تھے از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لیے۔

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق ؎

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ✦ اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من ست

آپ کے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب واکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی۔ یہ خط ناچار از روے اضطرار و اسی بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کر کے بھیج دیجیے

تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت مین سلام نیاز۔ استاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب مین سلام۔

ایضاً میرے شفیق دلی کو میرا سلام پہنچے۔ کل انشا کا پارسل پہنچا اور آج خط۔ انشا کا نام بہارستان اور آپ کا تخلص سرور۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ۔ بہارستان سرور اچھا نام ہے قطعہ کا وعدہ نہین کرتا کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ دے گا۔ اور اگر نہ پہنچے گا تو محل شکایت نہ ہوگا۔ رفع فتنہ وفساد اور بلاد مین مسلم۔ یہان کوئی طرح آسایش کی نہین ہے۔ اہل دہلی عموماً برے ٹھہر گئے۔ یہ داغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہین سکتا مین اموات مین ہون مردہ شعر کیا کہے گا غزل کا ڈھنگ بھول گیا معشوق کس کو قرار دون جو غزل کی روش ضمیر مین آوے۔ رہا قصیدہ ممدوح کون ہے۔ ہاے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہی

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح ✦ اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

گورنمنٹ کے دربار مین ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے۔ اشرفیان نہین اور خلعت ریاست دودمانی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالاے مروارید مجکو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہان آتے ہین دربار مین بلاے جانے کی توقع نہین پھر کس دل سے قصیدہ لکھون صناعت شعر اعضاے وجوارح کا کام نہین دل چاہیے۔ دماغ چاہیے۔ ذوق چاہیے امنگ چاہیے۔ یہ سامان کہان سے لاؤن جو شعر کہون۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہان۔ رعایت فن اُس کے اسباب کہان۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایضاً بعد سلام نیاز پہنچے کلف الخسوف صور جنوبی مین سے ایک صورت ہی۔ اُسکے طلوع کا حال مجکو کچھ معلوم نہین۔ اختر شناسان ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہین اور اُن کی زبان مین اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا۔ قبول دعا وقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے۔ جیسے کتان کا پرتو ماہ مین پھٹ جانا

اور زمرد سے افعی کا اندھا ہو جانا۔ آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرد اُس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا۔ ایران و روم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوا سے چاندنی مین پھیلائے مسکا بھی نہین۔ تحویل آفتاب بہ حمل کے باب مین موٹی بات یہ ہے کہ ۲۰ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۱۔ کبھی ۲۲ بھی آ پڑتی ہے۔ اس سے تجاوز نہین رہا طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہین میرے پاس یہ دونون باتین نہین ہین ع

ندانم کہ گیتی چسان مے رود ٭ چہ نیکو چہ بد در جہان مے رود

مین تو اب روز و شب اسی فکر مین ہون کہ زندگی تو یون گزری اب دیکھیے موت کیسی ہو ع

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ٭ مرگئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسب حال ہے۔ سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب۔ کس سے کہون کس کو گواہ لاؤن۔ یہ دونو سکے ایک وقت مین کہے گئے ہین۔ یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرانے۔ بادشاہ نے پسند کیے مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین مین تھے اُنہون نے دلی اُردو اخبار مین یہ دونو سکے چھاپے۔ اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہین کہ جنہون نے اُس زمانے مین مرشد آباد اور کلکتہ مین یہ سکے سُنے ہین اور اُن کو یاد ہین۔ اب یہ دونو سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے۔ مین نے ہر چند قلمرو ہند مین دلی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہین ہاتھ نہ آیا یہ دھبا مجھ پر رہا۔ پنشن بھی گئی اور وہ ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضاے الٰہی کے ہے اُس کا گلہ کیا۔ ع

چون جنبش سپہر بہ فرمان داور است ٭ بیداد نبود آنچہ بما آسمان دہد۔

یہ تحریر بطریق حکایت ہے نہ بسبیل شکایت گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت

کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے راکہ خدا از روے فرض طلبد و پیمبر سنت و زن مال خواہد و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامید مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہ انصاف دیکھا جائے۔ مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعاے افزونی عمر و دولت پہنچے۔

ایضاً بیسے مشفق آپ کا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمہاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹا یا۔ ایک قاعدہ آپ کو بتاتا ہوں اگر اُس کو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور رجسٹری کا درد سر جاتا رہے گا آدھا آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں بادی بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد اداے قرض ۵۰ لا رہے۔ اب ماہ بماہ روپیہ ملتا ہے۔ مگر یہی تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر ملیں گے۔ دسمبر ۱۸۶۰ء تنخواہ ششماہی ہو جائے گی۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ چار روپے سینکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کرے گا۔ اُس حساب سے میرے حصے میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ۵۰ کے ساڑھے سینتالیس رہیں گے۔ کچھ رامپور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دو نوآمد نیں مل کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈہ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجاے خود ایک قصبہ تھا اب پتا بھی نہیں کہ کہاں تھے۔ صاحبان امکنہ اور دکانیں نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دکان کہاں تھی۔ برسات بھر مینہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلہ گراں ہے موت ارزاں ہے۔ میوہ کے مول اناج بکتا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرا ۱۲ سیر گیہوں ۱۳ سیر۔ چنے ۱۶ سیر۔ گھی ۱ سیر۔ ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ لو چلتی ہے جیٹھ

اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے۔ حضرت رفعت و رجبت جناب صاحب عالم کی خدمت مین دوستانہ
سلام اور مریدانہ بندگی بہ انکسار تمام عرض کرتا ہون حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار
ہے۔ مین نے مرشدزادہ کے خط مین کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا
کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہین۔ ہان آپ کی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ
کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہون کہ یہ آرزو گور مین لیجاؤن گا۔ تنخواہ
کے اجرا کا حال اور مستقبل مین اُس کے وصول کی صورت اُن سطرون سے جو آغاز مکتوب
چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت مین لکھی گئی ہین مع روداد شہر معلوم کر لیجیے گا۔ لالہ
گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہین آئے ہین۔ دنیادار نہین فقیر خاکسار ہون تواضع
میری خو ہے انجاح مقاصد خلق مین حتے الوسع کمی کرون تو ایمان نصیب نہو۔ انشاء اللہ العزیز
وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہین گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت مین بعد
سلام نیاز یہ گذارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوا ایک بار کے کبھی نہین پہنچا
اب ان سطور کو اپنا ذریعہ افتخار سمجھا اور نوید مقدم مبارک سے بہت خوش ہوا یہ جو خانہ کوچی و گریزپائی
اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا رنج ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے
کہا ہے۔ مین مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر مین قلزم خون کا شناور رہا ہون۔ دروازہ سے باہر قدم
نہین رکھا نہ پکڑا گیا نہ نکالا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا کیا عرض کرون کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی
عنایت کی اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو مین کسی طرح کا فرق نہین آیا۔ تنخواہ جس کو
حضرت نے بوسیہ لقب دیا ہے اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا
دوست اور معتقد اور مشتاق تصور فرماتے رہیے گا۔ مرشدزادہ مرتضوی دودمان سید
شاہ عالم کو سلام و دعا۔ و ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہین ہے اُن کو

کثرت اشغال سے فرصت نہین۔ مجکو افراط ضعف سے طاقت نہین۔ اگر بحسب اتفاق کہین ملاقات ہوگئی تو آپ کا سلام کہدونگا۔ آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا ؎ بندۂ شاہ شمائیم وثنا خوان شما۔

ایضاً میرے شفیق چودھری عبد الغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجکو شکرگزار اور قصیدہ سابق کی اب تک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائین۔ اور ان دونو قصیدون کے باہم پہنچنے کا انتظار کرین ؎

نوید وصل دیم مے دہد ستارہ شناس ❊ نکردہ ژرف نگاہے مگر در اختر من

تحقیق کہ اب روے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فرزند شمع مستغرق مشاہدہ شاہد ذات حضرت عالم صاحب قدسی صفات کی طرف سے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پہلے کچھ باتین کہ بادی النظر مین خارج از بحث معلوم ہونگے لکھی جاتی ہین۔ مین پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ مرا نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُس کی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکاء حقیقی کے واسطے شامل جاگیر نواب احمد بخش خان دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے اُنہون نے نہ دیے۔ مگر تین ہزار روپیہ سال اُس مین سے خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال مین نے سرکار انگریزی مین یہ غبن ظاہر کیا کولبک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی اور استرلنگ صاحب بہادر سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوے میرا حق دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہوگئے۔ سکرٹر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مر گئے۔ بعد ایک زمانے کے بادشاہ دہلی نے پچاس روپیہ مہینا مقرر کیا۔ اُن کے ولی عہد نے چار سو روپیے سال۔ ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے۔ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی سرکار سے بہ صلہ مدح گستری پانسو روپیے سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے یعنے اگرچہ اب تک

جیتے ہین مگر سلطنت جاتی رہی اور تباہی سلطنت دو ہی برس مین ہوئی۔ دلی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی۔ سات برس مجکو روٹی دے کر بگڑی۔ ایسے طالع مربی کش اور محسن سوز کہان پیدا ہوتے ہین۔ اب مین جو والی دکن کی طرف رجوع کرون۔ یاد رہے کہ متوسط یا مر جائے گا یا معزول ہو جائے گا۔ اور اگر یہ دونو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اس کی ضائع جائے گی اور والی شہر مجکو کچھ نہ دے گا اور احیاناً اس سے سلوک کیا تو ریاست خاک مین مل جائے گی اور ملک مین گدھے کے ہل پھر جائین گے اے خداوند بندہ پرور یہ سب باتین وقوعی اور واقعی ہین اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدہ کا قصد کرون۔ قصد تو کرسکتا ہون تمام کون کرے گا سوائے ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے۔ کوئی قوت باقی نہین رہی۔ کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہون تو یہ جانتا ہون کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہون کہ مین نے یہ نثر کیونکر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے۔ عبدالقادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔ پایان عمر ہے۔ دل و دماغ جواب دے چکے ہین۔ سو روپیہ رامپور کے ساٹھ روپے پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہین۔ گرانی اور ارزانی امور عامہ مین سے ہے۔ دنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہین۔ قافلے کے قافلے آمادہ رحیل ہین دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر مین چھوٹے تھے ماہ گزشتہ مین گزر گئے۔ مجھ مین قصیدے کے لکھنے کی قوت کہان اگر ارادہ کرون تو فرصت کہان۔ قصیدہ لکھون آپ کے پاس بھیجون آپ دکن کو بھیجین۔ متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے۔ پیش کیے پر کیا پیش آئے۔ ان مراحل کے طے ہونے تک مین کیونکر جیون گا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون لا الہ الا اللہ و لا معبود الا اللہ و لا موجود الا اللہ کان اللہ و لم یکن شئی و اللہ الان کما کان۔

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے۔ آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال کچھ نہ لکھا۔ اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو مین کیون کر اطلاع پاتا اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصول صحت کی دعا کیونکر مانگتا۔ کل سے وقت خاص مین مین دعا مانگ رہا ہون یقین ہے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازان بعد یہ خط پاؤ گے۔ اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہین اور مین جی مین کہتا ہون کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہین سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کرین گے۔ صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ مین مین نے لکھدیا ہے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے اور اس کے دو مجلد ہین ابتداے خلقت عالم سے ہمایون کی سلطنت تک کا ذکر۔ دوسرے حصے مین اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حصہ کا اسم ماہ نیم ماہ۔ بارے پہلا حصہ تمام ہوا چھاپا گیا۔ جا بجا بھیجا قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا۔ آن دفتر را گاؤ خورد و گاو را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ جو کتاب مین نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجون کہا نسے پیر و مرشد کو میری بندگی۔ اور صاحبزادون کو دعا۔ خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہین اور میر قصد مجھے یاد دلاتے ہین۔ ان دنون مین کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی، شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنا کہا گیا تھا کہ جی یون چاہتا ہے کہ برسات مین مارہرہ جاؤن اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤن۔ اب وہ دل کہان سے لاؤن۔ طاقت کہان سے پاؤن نہ آمون کی طرف وہ رغبت نہ معدہ مین اتنی آمون کی گنجایش۔ نہار منہ مین آم نہ کھاتا تھا کھانے کے بعد نین آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہین جو کہون۔ بین الطعامین ہان آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا۔ بے تکلف عرض کرتا ہون اتنے آم کھاتا تھا پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ مین نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت کھاتا ہون مگر دس بارہ

اگر ہوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات ہ

دریغا کہ عہدِ جوانی گزشت ✦ جوانی مگو زندگانی گزشت

اب اس کے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اُس کے واسطے متحمل رنج سفر ہون تو
جاڑے مین نہ برسات مین ہ اے واے زمحرومی دیدار دگر ہیچ۔

ایضاً بندہ پرور بہت دن ہوئے پرسون آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اور کے اور نام آپ کا پایا
دستخط دیکھکر مفہوم ہوا خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن بعارضہ تپ و لرزہ رنجور ہین
اللہ اللہ ضعف کی یہ شدت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہین خدا وہ دن دکھائے کہ تمہارا خط
تمہارا دستخطی آئے۔ سرنامہ دیکھ کر دل کو فرحت ہو خط پڑھ کر دونی مسرت ہو۔ جب تک ایسا خط
نہ آئے گا دل سودا زدہ آرام نہ پائے گا۔ قاصد ڈاک کی راہ دیکھتا رہونگا جناب ایزدی مین سرگرم
دعا رہون گا۔ آپ کے عم عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوف اشتیاق و
الوف احترام۔ جناب چودھری صاحب آؤ ہم تم حضرت صاحب عالم کے پاس چلین اور اپنی
آنکھین اُنکے کف پاے مبارک سے ملین۔ مین سلام کرون گا تم معرف ہونا کہ غالب یہی ہی
اہل دہلی مین آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے۔ مین نے عزم قدمبوسی کیا پیر و مرشد نے مجھے
گلے لگایا فرماتے ہین کہ غالب تو اچھا ہے عرض کرتا ہون کہ الحمد للہ حضرت کا مزاج مقدس کیسا ہے
ارشاد ہوا کہ مولوی سید برکات حسن تیری بہت تعریف کرتے رہتے ہین۔ جناب یہ اُن کی
خوبیان ہین مین ایسا نہین ہون جیسا وہ کہتے ہین کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے
ضعف قوی و اضمحلال کہتے تا کہ مین اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ اُن کی غمخواری اور دردمند
نوازی کا دم بھرتا۔ ہ

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن ✦ اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا۔ مجھ مین اتنی طاقت
پرواز کہان کہ بلا سے اگر پھنس جاؤن دام پر گرکے دانہ زمین پر سے اٹھاؤن۔ حضرت سچ تو یون ہی کہ تمھاے
روزگار نے مجکو گھیر لیا ہی سانس نہین لے سکتا۔ اتنا تنگ کر دیا ہی ہر بات سو طرح سے خیال مین آئی پر دل
نے کسی طرح تسلی نہ پائی۔ اب دو باتین سوچا ہون ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہون یون ہی رویا کرون گا
دوسری یہ کہ آخر ایک ایک دن مرونگا یہ صغریٰ وکبریٰ دل نشین ہی نتیجہ اس کا تسکین ہے بہت سے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ؂ ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیے

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجیے کاغذ باقی نہین رہا اپنے سب بھائیون کو مع میر وزیر علی
صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا۔

ایضاً جناب چودھری صاحب سیاہی پھیکی کاغذ پتلا۔ پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف آپ
کی تحریر بھی مغشوش ہوگئی۔ بہرا ہوگیا ہون مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہی۔ تمہاری عبارت کا جو لفظ پڑھ لیا
قرینے سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہوگیا حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سواے سعادت توام شاہ عالم کے
اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹین ایمان نصیب نہ ہو وہ خط بدستور آپ کے پاس واپس بھیجتا ہون۔ اردلی سفید
کاغذ پر حرف بحرف اس کی نقل کرکے پھر مجھے بھیج دیجیے تاکہ اُسکے جواب لکھنے مین سعادت حاصل کرون
لیکن بہت جلد بہت جلد آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہوگیا کہ اب آپ اچھے ہین الحمد للہ۔

ایضاً بندہ پرور پرسون تمہارا خط آیا آج جواب لکھ رکھتا ہون۔ کل ڈاک مین بھجوا دون گا
میرا حال کیون پوچھو اسنے کو دیکھو جو تمہارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے۔ شور وادرام مرض
خاص اور رنج عام یہ ایک اجمال ہے دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے صاحب فراش ہون۔ صبح
سے شام تک پلنگ پر پڑا رہتا ہون۔ محل سراے اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہی پر کیا امکان
جو جا سکون۔ صبح کو نو بجے کھانا یہین آجاتا ہے۔ پلنگ پر سے کھسل پڑا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا

پھر ہاتھ دھوئے کلی کی پلنگ پر جا پڑا پلنگ کے پاس حاجی لگی رہتی ہے اٹھا اور حاجتی میں پیشاب کیا
اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحب فراش ہونے کو دیکھو اور
بدم تقاضاے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہون مگر صعوبت کو تصور کرو
ایک پھوڑا داہنے پہنچے میں جس کو ساعد کہتے ہین۔ دو پھوڑے بائین پہنچے مین یہ پہل ہین۔ بائین پانو
مین کف پا و پشت پا سے لے کر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت۔ معالجات و محلات سے
کچھ نہ ہوا اب تجویز ہے کہ نیب کا بھرتا باندھیے جب پکے پھوٹے تب مرہم لگایئے۔ کہو کف پا مین جراحت
کا عمل ہوا تو قیام کا کہان ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ مین اوپر لکھ آیا ہون مجمل و جزوی ہے۔ یہ ایام
اس کا مقتضی ہے کہ پیر و مرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہین اور وجہ اس کی یہ ہے کہ
مین نے ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا۔ اس رقعہ مین ایک میزان عرض کرتا ہون حضرت
صاحب ان صاحبون کے کلام کو یعنی ہندیون کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لے کر بیدل اور
ناصر علی تک اس میزان مین تولین۔ رودکی و فردوسی سے لے کر خاقانی و سنائی و انوری وغیرہم تک ایک
گروہ ان حضرات کا کلام تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
موجد ہوئے فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیال ہاے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی تکمیل کی
ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے۔ سبحان اللہ قالب سخن مین جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اس کے
صاحبان طبع نے سلاست کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ مین ہین
رودکی و اسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت مین ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل
ممتنع ہونے کے رواج نہ پایا فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اسمین نئے نئے رنگ پیدا ہوتے گئے تو اب طرزین تین
ٹھہرین۔ خاقانی اس کے اقران۔ ظہوری اس کے امثال۔ صائب اس کے نظایر خاصا ممتاز
اختر وغیرہم کا کلام ان تین طرزون مین سے کس طرز پر ہے نہ لے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے

پس تو ہم نے جانا کہ ان کی طرز جو تھی ہے کیا کہنا ہے اچھی طرز ہے مگر فارسی نہین ہے ہندی ہے۔ دار الضرب شاہی کا سکہ نہین ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ داد داد۔ انصاف انصاف ؎

اگرچہ شاعران نغز گفتار	زیک جام اندر بزم سخن مست
ولے با بادہ بعضے حریفان	خمار چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیون کے حصے مین آئی ہے۔ ہان اُردو زبان مین اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ؎

بدنام ہوگے جانے بھی دو امتحان کو ✦ رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو

؎ دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار ✦ خواہان نہین لیکن کوئی وہان جنس گران کا

ایضاً ؎ قائم اور تجھ سے طلب بوسے کی کیونکر مانون ✦ ہے تو نادان مگر اتنا بھی بدآموز نہین

مومن خان ؎ تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ✦ جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

ناسخ کے ہان کمتر اور آتش کے ہان بیشتر یہ تیز نشتر ہین مگر ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہین آتا۔ یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہون۔ دمبدم پانو کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے -

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہون چونکہ لفافہ جناب چودھری عبد الغفور صاحب کے نام کا ہوگا۔ پہلے وہ دیکھین پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانین۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائین۔ برس دن استسقا و خون کے عوارض مین مبتلا ہون شور و اورام مین لدرہا ہون۔ برس دن مین لوجاع بستہ بستر صحیح تحلیل ہوگئی نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونون پنڈلیون مین ٹخنون کے قریب دو پھوڑے ہین۔ گھرا ہوا اور ھڈیان ہرا نے لگین اور رگین پھٹنے لگین۔ پان

پانو پر کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے پنڈلی پر ضعف ہے رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے کسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مستعد بنایا جب یہ عبارت لکھی چودھری صاحب کو سلام شاہ عالم صاحب کو سلام حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العصر میر سرفراز حسین تم کو اور تمہارے بھائی اور تمہارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹروں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو انہوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ میں انبالے نہ جا سکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اس خلعت کو بشرط حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ ہملٹن صاحب لاہور میں آ گئے۔ راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہل اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے میں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک میں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ پر ایک پھنسی ہوئی پھنسی پھوڑا ہو گئی پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کف دست وہ گوشت

سردار ہو گیا۔ اتبا لے نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ مین جلد جلد یہ لکھکر روانہ کرتا ہون تاکہ پھر ہاتھ کے پُرزے اُڑادون۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رہو۔ تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میان یہ ہم تم بوڑھے ہین یا جوان ہین توانا ہین یا ناتوان ہین بڑے بیش قیمت ہین یعنی بہر حال غنیمت ہین۔ کوئی جلا بھنا کہتا ہے ؎

یادگارِ زمانہ ہین ہم لوگ ٭ یاد رکھنا فسانہ ہین ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی مین ہون۔ سیڑھیون پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف میرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے۔ مرے ہوؤن کا نام نہین لیتا بچھڑے ہوؤن مین سے کچھ گنے نہین۔ اللہ اللہ اللہ۔ ہزارون کا مین ماتم دار ہوا مین مرون گا تو مجکو کون روئے گا۔ سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ اختلاط کی باتین کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھواؤ اور میرن صاحب کو ملاؤ۔ کل شام کو یا پرسون شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسون پانی پت کو جاؤن گا۔ مین نے اُن کی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائین گے پہنچائین گے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ صاحب آپ نہین ہے نہ ہو۔ غلام اشرف نہین ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجیے تو مین صوفی ہون ہمہ اوست کا دم بھرتا ہون بموجب مصرع کے ؎ دل بدست آور کہ حج اکبرست ٭ تم سے کب انکار کرتا ہون۔ اگر مرزا گوہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر مین باتین بنادون کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہین۔ مگر مہاراجہ مسلمانون کا دم بھرتے ہین۔ کچھ دن جانے

ہین کہ یہ لوگ پھر وہان آتے ہین۔ کیا مصیبت پہ پہم ہوا ہے۔ مجکو کیسا غم ہوا ہے تم اس سبب سے جدا ہو۔ تم کو اندیشہ کیا ہے۔ میر قربان علی صاحب جیسا لکھین ویسا کرو۔ میر مہدی آپ سارا خط پڑھ کر کہین گے مجکو دعا بھی نہ لکھی۔ بھائی میری دعا پہنچے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہان آئے تھے اب مین نہین جانتا یہان ہین یا وہان۔ ہون تو دعا کہنا۔ میران صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دعا سلام کی حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہین لکھتے۔ بھلا دیکھین تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو ؎ بر سرِ فرزندِ آدم ہر چہ آید بگذرد ۔ لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ زیر باری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہین اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور قیاس کے مطابق ہے یعنی مین یہی سمجھا تھا کہ البتہ یون ہی ہوگا دیوان اردو چھپ چکا ہے۔ لکھنو کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اس کو آسمان پر چڑھا دیا حُسن خط سے الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اس کے پانی پر اور اس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحب دیوان کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کتے کو آواز دے ہر کاپی دیکھتا رہا ہون۔ کاپی نگار اور تھا متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف ایک مجکو ملا۔ غور کرتا ہون تو وہ الفاظ جون کے تون ہین یعنی کاپی نگار نے نہ بنائی۔ نا چار غلط نامہ لکھا۔ وہ چھپا۔ بہر حال خوش و ناخوش کئی جلدین مول لونگا۔ اگر خدا چاہے تو اسی ہفتہ مین تین مجلد اصحاب ثلثہ کے پاس پہنچ جائین نہ مین خوش ہوا ہون نہ تم

خوش ہو گئے اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہان خریدار ہین قیمت لکھ بھیجو مین دلال نہین سوداگر
نہین مہتمم مطبع نہین مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خان مہتمم مرزا امو جان مطبع شاہدرہ
مین محمد حسین خان دلی شہر راے مان کے کوچے مین مصورون کی حویلی کے پاس
قیمت کتاب ۸ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو دو چار دن
پانچ جلدین جس کو منگانی ہون محمد حسین خان کے نام پر دلی راے مان کے کوچے
مصورون کی حویلی کا پتہ لکھ کر خط ڈاک مین بھیجوا دو کتاب ڈاک مین پہنچ جائے گی
قیمت چاہو نقد چاہو ٹکٹ ارسال کرو محکوا ور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو
وبا تھی کہان جو مین لکھون کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیاسٹھ برس کا مرد۔ ایک چونسٹھ
برس کی عورت ان دونو مین سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وہان وبا آئی تھی۔ تُف
برین وبا۔ پنجشنبہ ۸۔ ماہ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہین۔ کل شام کو دو دو مونڈھے
رکھ کر کئی آدمی دیکھا کیے ہلال نظر نہین آیا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے اگلے لفافون مین سے ایک بیرنگ لفافہ پڑا ہے
کتاب مین سے یہ کاغذ پھاڑ کر تم کو خط لکھتا ہون اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ہون
غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہین سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لون گا
سہ شنبہ ۸۔ نومبر صبح کا وقت ہے جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہین۔ پرسون تمہارا خط آیا تھا
آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھون اس واسطے یہ چند سطرین لکھین۔ برخوردار میر نصیر الدین
بران کی بیٹی کا قدم مبارک ہو نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ جائے گا۔ ہان عظیم النسا بیگم نام
اچھا ہے کہ اس مین ایک رعایت ہے شاہ محمد عظیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر
کو میری دعا کہنا تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہین لکھا کرتے

یہ بے ادبی اچھی نہین۔ میرن صاحب کو بہت بہت دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال مین کیا جانون کیا ہے پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہوگئی ہے سواے اناج اور اپلے کے کوئی چیز ایسی نہین جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دکانین حویلیان ڈھائی جاوین گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کی بڑھ تک ڈھے گا۔ دونو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبری آمد آمد سن رہے ہین۔ دیکھیے دلی آئین یا نہین آئین تو دربار کرین یا نہین دربار کرین تو مین گنہگار بلایا جاؤن یا نہین۔ بلایا جاؤن تو خلعت پاؤن یا نہین۔ پنشن کا نہ کہین ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے

غالب۔ سہ شنبہ ۸۔ نومبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میان آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ہے دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے استاحامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور انھون نے تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہین پہنچا اور نہ مین شہر سے کہین گیا جہان رہتا تھا وہین ہون۔ خدا جانے وہ خط مستر د کیون ہوا۔ بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور مین پھیر دون۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہان نہین ہے۔ مین ہوتا اور یہ لکھتا کہ مین نہین ہون۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہین۔ تمھاری والدہ کا مرنا سُن کر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس ضعیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مرگیا۔ کیسا پنشن اور کہان اس کا ملنا یہان جان کے لالے پڑے ہین ؎

ہے موج زن اک قلزم خون کاش یہی ہو   آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھین گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہون۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہان ہین مجکو نہین معلوم کہ کہان ہین

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ مین مخفی نہین ہون روپوش ہون۔ حکام جانتے ہین کہ یہ
یہان ہے مگر نہ بازپرس و گیر و دار مین آیا ہون نہ خود اپنی طرف سے قصد ملاقات کا کیا ہی باین ہمہ
ایمن بھی نہین ہون دیکھیے انجام کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھونگا اور نظم کیا کہون گا۔ وہ نثر جو تم
دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کیے گئے ہین۔ بھیجنا ممکن نہین۔ جب
آؤ گے اور مجکو جیتا پاؤ گے تو دیکھ لو گے۔ مے کش جین مین ہے باتین بناتا پھرتا ہے۔
سلطان جی مین تھا اب شہر مین آگیا ہے دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن
سے نہین آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیج دیا ہے
خود یہان لوٹ کی کتابین خریدتا پھرتا ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ
معلوم ہوا کہ وہ وہان مع قبائل ہین یا تنہا ہین اگر تنہا ہین تو قبائل کہان ہین۔ تمہارے
چھوٹے بھائی کو تو مین جانتا ہون کہ وہ یہان ہین اور اچھی طرح ہین۔ بڑے بھائی کا حال
کیون نہ لکھا یقین ہے کہ وہ اور تم یک جا ہو۔ گو اُن کو ربط مجھ سے زیادہ نہین لیکن فرزند
ہونے مین تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے مین تردد نہ کرو۔ اور ڈاک مین بے تامل بھیجا کرو
زیادہ زیادہ۔ غالب یک شنبہ ہفتم فروری ۱۸۵۸ء وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً نور چشم میر مہدی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ کلیات فارسی کا پہنچنا مجکو معلوم ہوا
میان اس مین اغلاط بہت ہین۔ مبارک ہو تمہین اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب
کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر راجستان کا حکم الور کے اجنٹ
کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمہارے پاس ہین اور راج کا اسباب جو تمہارے تحت
مین ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیسوین کو ہم الور جائین گے
راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائین گے خلعت شاہی انہین پہنائین گے ۵ ستم بر ستم بردہ آورد داد

شنبہ ۲۲۔ اگست ۱۸۶۳ء ۔ از غالب ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی۔ اُردو بازار کے مولوی صاحب لوائے ولائے مرتضوی پر علم عباس ابن علی کا سایہ۔ راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سن چکے تھے اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ دیکھیے اب معاودت کب کرتے ہین۔ موافق اپنے وعدے کے ہم کو کیون کر طلب کرتے ہین۔ کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہین کہ مین آکر اسد کو بلاؤن گا البتہ اگر وہ بلائین گے تو مین کیون کر نہ جاؤن گا۔ ظاہراً ہمارے تمہارے واسطے زمانہ انتہائے مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے اب مجھکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ مقرب بنین گے۔ اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا۔ میرن صاحب کو مجھ پر مہربان کر رکھنا۔ بھائی یہ جو میرن صاحب یا امیرن صاحب ہین حضور کے بڑے مصاحب ہین جس گروہ مین سے جس کو چاہین حضور سے ملوادین۔ فرقۂ شعرا مین سے جس کو جو کچھ چاہین دلوادین۔ اُن کو اور مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میان تمہاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو مین نے میان محمد افضل کو دی تھی وہ اُنہون نے واپس دی اور اُس کی نقل کے باب مین یہ کہا کہ ابھی تیار نہین ہے جب وہ تیار ہو جائیگی مین آن کو روپیہ دے کر لے لونگا خاطر جمع رکھو۔ پنشن سراسر سب کو ششماہی ملنے کا حکم ہو گیا۔ ہر مہینے مین سودے لو اور کھاؤ۔ کشمیری کٹرہ بگڑ گیا ہے وہ اونچے اونچے در۔ اور وہ بڑی بڑی کوٹھریان دو رویہ نظر نہین آتین کہ کیا ہوئین۔ آہنی سڑک کا آنا اور اُس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے۔ چار دن سے پُروا ہوا چلتی ہے۔ ابر آتے ہین مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ مینہ نہین برستا گیہون چنا۔ باجرا۔ تینون اناج ایک بھاؤ مین نو سیر ساڑھے نو سیر۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو مین اچھی طرح نہین سمجھا کہ جیند مین ہین

یا یہان ہین۔ میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجکو نہین معلوم کہ وہ کہان ہین۔ قاسم علی خان قطب الاقطاب ایک دن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہان آئے ہوئے ہین آخر وہ شادی بھی کب ہونے والی ہے اور کہان ہونے والی ہے اس خط کا جو جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو۔ غالب صبح چارشنبہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً میان تمہارے خط کا جواب منحصر تین باتون پر ہے دو کا جواب لکھتا ہون تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمہین کیا لکھون۔ پہلی بات میان محمد افضل تصویرے گیے اب وہ تصویر کھینچا کرین۔ اور تم انتظار۔ دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینون صاحبون کا حیدر آباد کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندون پر رحم فرمائے۔ تیسری بات میرن صاحب کی جبتک تم نہ کہو مین دلی نہ بلاؤن۔ گویا ان کے عاشق تمہین ہو مین نہین بھائی ہوش مین آؤ۔ غور کرو یہ مقدور مجھ مین نہین کہ ان کو یہان بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دون اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کرون کہ بھائی یہ لو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار نا پتے پھرو اور اردو بازار اور خاص بازار اور بلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوران خان کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو۔ ہاے میر مہدی تو در ماندہ و عاجز پانی پت مین پڑا رہے۔ میرن صاحب وہان پڑے ہوئے دلی دیکھنے کو ترسا کرین۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور مین ان غمہاے جانگداز کی تاب لاؤن۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ مین نے کیا کیا ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ اللہ اللہ اللہ۔

سہ شنبہ ۴۔ جمادی الثانی ۔ ۱۸۔ دسمبر

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہون گے اور کہتے ہون گے کہ دیکھو ہمین خط نہین لکھتا ؎

ہم بھی مُنہ مین زبان رکھتے ہین کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے

ماجرا یہ ہے کہ تمہارا بھی تو کوئی خط نہین آیا مین جس کا جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمہاری خیر و عافیت

پوچھنی اور کہدینا کہ میری دعا لکھ بھیجنا۔ بس اب تنا ہی دم باقی ہی۔ کل بدن صاحب آئے تھے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ مین کوئی خط مین نے نہین پایا۔ کہون کیا حال پرمیشانی ہائے عزیزان تا عاے بس ہجوم نا امیدی خاک مین ملجائینگے • یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے اب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک مین مل گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۹۔ شعبان سنہ ۱۲۸۱ھ

ایضاً صاحب دو خط تمہارے بسبیل ڈاک آئے۔ کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب منجھلے سانولے سلونے ڈاڑھی منڈے بڑی بڑی آنکھون والے تشریف لائے تمہارا خط دیا صرف ان کی ملاقات کی تقریب مین تھا۔ بارے ان سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی۔ قومیت کا استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہین پیشہ پوچھا حکیم نکلے یعنی حکیم اشرف علی۔ مین ان سے مل کر بہت خوش ہوا خوب آدمی ہین اور کام کے آدمی ہین۔ کیسے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا بھائی وہ کتاب تمہاری ہے مین نے غصب نہین کی میرے پاس مستعار ہے دیکھ چکونگا بھیج دونگا تقاضا کیون کرو۔ میان محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہین جلدی نہ کرو۔ دیر آید درست آید۔ سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعائین۔ غالب صبح چہارشنبہ ہفتم رمضان۔ ہشتم مارچ۔

ایضاً میان تم کو پنشن کی کیا جلدی ہے۔ ہر بار پنشن کو کیون پوچھتے ہو۔ پنشن جاری ہو اور مین تم کو اطلاع نہ دون۔ ابھی تک کچھ حکم نہین دیکھون کیا حکم ہو اور کب ہو۔ میرن صاحب جیپور پہنچے تم شاید یہی بتاتے ہو۔ شاید سچ ہی ہو۔ ہان میر محمود علی اور یہ میر برادر ابو الفضل تو ہے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اکھڑ کر بدشواری جمتا ہے۔ خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اب بچھڑے ہوئے یار کہین قیامت ہی کو جمع ہون تو ہون۔ سو وہان کیا خاک جمع ہون گے سنی الگ شیعہ الگ نیک جدا بد جدا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی

پھر دعا۔ کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ مین چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لکھی
لونگا تب ایک کتاب تم کو دونگا۔ از غالب روز ورود نامہ۔ پنجشنبہ ۷ ستمبر ۱۸۵۸ء۔
ایضاً میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح
ناغہ ہوئی ہے۔ مین اس مہینے مین رامپور کیون رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے
رہے۔ برسات کے آمون کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی مین ایسے انداز سے چلا کہ چاندرات کے دن یہان
آپہنچا۔ یکشنبہ کو غرہ ماہ مقدس ہوا۔ اُسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خان کی مسجد مین جاکر جناب
مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سُنتا ہون۔ شب کو مسجد جامع جاکر نماز تراویح پڑھتا ہون۔ کبھی جو
جی مین آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ مین جاکر روزہ کھولتا ہون اور سرد پانی پیتا ہون۔ واہ
واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکون کو ساتھ لے گیا تھا۔ وہان اُنھون نے
میرا ناک مین دم کر دیا۔ تنہا بھیج دینے مین وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے
اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہان کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات
جاؤنگا اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا۔ قرارداد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء
سے کہ جس کو یہ دسوان مہینا ہے سو روپے مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہین۔ اب جو مین وہان گیا تو سو روپے
مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رامپور ہون تو دو سو روپے مہینا پاؤن اور دلی رہون تو سو روپے
بھائی سو دو سو مین کلام نہین۔ کلام اس مین ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے
ہین مجکو نوکر نہین سمجھتے ہین۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب مین رسم
ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکون سے مین نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہرحال غنیمت ہے رزق
کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیے کمی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپے سال ٹھہرے
اُس مین سے مجکو ملے ساڑھے سات سو روپے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیے۔ مگر تین ہزار

روپے سال عزت مین وہ پایہ جو رئیس زادون کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار مہربان دوستان القاب۔ خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالاے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندون کے برابر پیار کرتے تھے مختشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہین۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان یہان بھی وہی نقشہ ہے۔ کوٹھری مین بیٹھا ہون ٹٹی لگی ہوئی ہے ہوا آرہی ہے پانی کا جھجھر دھرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہون یہ خط لکھ رہا ہون تم سے باتین کرنے کو جی چاہا یہ باتین کرلین۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور میری دعا کہہ دینا۔ جمعہ۔ ۱۶۔ اپریل۔

ایضاً جو یاے حال دہلی و الور سلام لو۔ مسجد جامع واگذاشت ہوگئی چتلی قبر کی طرف سیڑھیون پر کبابیون نے دُکانین بنالین۔ انڈا مرغی کبوتر بکنے لگا دس آدمی مہتمم ٹھہرے۔ مرزا الٰہی بخش مولوی صدر الدین تفضل حسین خان تین یہ سات اور ہے۔ نومبر ۱۴۔ جمادی الاول سال حال جمعہ کے دن ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ و قید جسم سے رہا ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون جاڑا پڑ رہا ہے۔ ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو نری انگیٹھی پر گزارا ہے بوتل گلاس موقوف۔ راجہ پٹیالہ مرگیا۔ مہندر سنگہ اُس کے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال و برقرار رہا۔ بالفعل دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہراً جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے وہ نواب گورنر جنرل کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے مین یہان آئین گے۔ الور کی ریاست کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی انہین اختیار دین گے یعنی پٹیالہ اور الور کے راج کا انتظام اُسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل ابھی صاحب ایجنٹ الور دلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہین راجہ صاحب تجارہ تک اُنکی مشایعت کر گئے۔ یہان ابھی صاحب سے کوئی صاحب سنگہ ٹھیکہ دار الور کی سڑک کا ہے اُس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات مین پنچون کو اختیار ہے

ہم کچھ حکم نہ دین گے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ مستدعی پرورش ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔ اب اور بولو کیا لکھون۔ دھوپ مین بیٹھا ہون یوسف علی خان اور لالہ ہیرا سنگہ بیٹھے ہین کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دون گا اور مین گھر جاؤن گا وہان ایک دالان مین دھوپ آتی ہے وہین بیٹھونگا۔ ہاتھ منہ دھوؤنگا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن مین بھگو کر کھاؤنگا۔ بیسن سے ہاتھ دھوؤن گا۔ باہر آونگا پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئے گا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو دعا۔ منگل کا دن ۲۳۔ جمادی الثانی ۱۶۔ دسمبر۔ پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵۔ ذیقعدہ و مئی یاہم صاحب آج تمہارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس مین مین نے مسودہ تاریخ کا پایا۔ قلمدان مین رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے کہ اُنتیس روپیے کو تین گاڑیان مقرر ہو گئی ہین۔ مین کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤنگا اب اسوقت جو مین یہ خط لکھ رہا ہون پہر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑون گا شام کو مجتہد العصر میرے گھر ضرور آئین گے اگر آج جائین گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائین گے تو موافق معمول کے آئین گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر خط بند کر کے بھیج دونگا۔ خدا کرے اُردو کی نثر کا لفافہ اُنہون نے ڈاک مین بھیج دیا ہو شام کو مجھے دے جائین تو مین کل اس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دون مہاراج اگر دورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیون کرین گے۔ آٹھ سات دن مین پھر آئین گے۔ یہان کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہین جائیو۔ میرن صاحب کی تمہاری چوہا جانی کے لکھنے کا مجھ مین دم نہین۔ تم جانو وہ جانین۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو ۶۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہو گئے۔ کاپی نگار رخصتی اپنے گھر گیا۔

اب دیکھیے کب چھاپا شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد اطراق بندہ آپ کی
مین نے پچاس جلدون کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے اب پچاس روپے بھیجون تو
انچاس جلدین منگاؤن۔ دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو اور رادھا کب ناچے۔ میان کل
شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر نہین آئے یا تو اور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا
نہین گئے مین تو آج جمعہ ۱۶۔ مئی صبح کے وقت یہ خط ڈاک مین بھیجتا ہون۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً صاحب یہ تماشا دیکھو مین تو تم سے پوچھتا ہون کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین
کہان ہین حالانکہ میر نصیر الدین شہر مین ہین اور مجھ سے نہین ملتے۔ میر سرفراز حسین آئے مگر
اور میرے ہان نہین اترے۔ لاحول ولا قوۃ اترنا کیسا ملنے کو بھی نہین آئے۔ افسوس ہے
جن کو مین اپنا سمجھتا ہون وہ مجکو بیگانہ جانتے ہین اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی مین ہونا اور
مجتہد العصر کا یہان آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰۔ جمادی الثانی کی اور
۱۱ جنوری کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف مین لیٹا ہوا
پڑا تھا کہ ناگاہ میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب مین جاتا ہون۔ اور
میر حسن صاحب بھی جاتے ہین مین سمجھا میر سرفراز حسین جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن
جے پور سے آئے اور خدا جانے کہان اترے اور اب کہان جاتے ہین۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا
پالا ہوا سمجھا کہ میرے ہان نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے اپنی سسرال مین رہے اور میکے کو چھوڑا
واللہ میرا جی انکے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اٹھا ہون سردی رفع ہولے دھوپ نکل
لے آغا جان کے ہان آدمی کو بھیجتا ہون۔ مین کمبخت یہ بھی تو نہین جانتا کہ آغا جان کہان
رہتے ہین اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خان کے پھاٹک آدمی بھیجون گا۔ جب
آغا جان کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائے گا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا

کہ میرن صاحب نہیں تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور بنے چچا کے یہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ نجات کا طالب غالب صبح جمعہ ۱۱ جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو ادھر آؤ خبریں سنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا دلی کے علاقہ کے جاگیر دار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے موافق دستور قدیم مل آئے۔ غرضکہ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے۔ اسیوقت توپوں کی آواز سنتے ہی میں سوار ہو گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکرٹر کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سن کر نومیدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا ہر چند پنشن کے باب میں ہنوز لا و نعم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھیے کیا صورت در پیش آئے گی مسلمانوں کی املاک کے واگذاشت کا حکم عام ہو گیا ہے جن کو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہو گیا ہے آج یکشنبہ یکم جنوری سنہ ۱۸۶۰ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ۔ چاہو ہمیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دعائیں کہنا۔ اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دعا کے یہ کہہ دینا کہ فجوب جو تم نے مجکو دی تھیں اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم

اپنی مرگ کا طالب۔ غالب

ایضاً برخوردار تمہارا خط آیا حال معلوم ہوا میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کرلوں اور کپتان الگزنڈر کا خط آلے اور میں اُس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں

تو اُس وقت تمہارے خط کا جواب لکھون چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا مین سونچا کہ اگر یہی انتظار مین رہون گا اور خط کا جواب نہ بھیجون گا تو میر اپیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ اور کا حال سُنا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہون سرچند مین نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہان پہنچنا اور یہ کہ وہان پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہین ہوا صرف خبر واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ہے کہتے ہین کہ صاحب ایجنٹ اور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپوٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راج ان کو ملجائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنون مین بہت خوش ہین پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کے داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آگئی ہے۔ سترہ بوتلین بادہ ناب کی توشک خانہ مین موجود ہین دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہین رات بھر شراب پیا کرتے ہین ؎

کسے کین مراد ش میسر بود ✽ اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائین اور دیدار کی آرزوئین ✽

ایضاً — جناب میرن صاحب السلام علیکم حضرت آداب کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کو حضور مین کیا منع کیا کرتا ہون مین نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہوگئے ہین بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی مین اپنے ہر خط مین آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہون آپ پھر کیون تکلیف کرین۔ نہین میرن صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہین وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے حضرت وہ آپ کے فرزند ہین آپ سے خفا کیا ہونگے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیون باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ لے لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتے اور مجھے فرماتے ہین کہ تو باز رکھتا ہے

اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم کیوں نہیں چاہتے کہ میں میر مہدی کو خط لکھوں کیا
عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو میں سنتا اور حظ اٹھاتا۔
اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمہارا خط جاوے۔ میں اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا
ہوں میری روانگی کے تین دن کے بعد آپ خط شوق سے لکھیے گا۔ میاں بیٹھو ہوش کی
خبر لو۔ تمہارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی تمہاری باتوں
میں آگیا اور آج تک اسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ سنو میر مہدی صاحب میرا کچھ گناہ
نہیں میرے خط کا جواب لکھو۔ تپ تو رفع ہو گئی ہیچش کے رفع ہونے کی خبر شتاب لکھو پرہیز کا
بھی خیال رکھا کرو یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی نہیں تمہارا پرہیز اگر ہوگا
بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے مفصل میرن صاحب کی زبانی
معلوم ہونگے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی ہیں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی
ہے پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ
انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں تمہاری کیا گت ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ
یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذقن زاگا و خورد اس کے معنی کیا ہیں پوچھو اور نہ چھوڑیو جب تک
نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو آندھی چلی پھر مینہ آیا اب مینہ برس رہا ہے میں خط لکھ چکا ہوں سرنامہ
لکھ کر رکھ چھوڑونگا جب ترشح موقوف ہو جائیگا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو
دعا پہنچے اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمہیں
قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔

ایضاً ہا ہا ہا۔ میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے بیٹھو یہ رامپور ہے دار السرور ہے
جو لطف یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی

اُس کا نام ہے نے شبہ چشمہ آب حیات کی کوئی سوت اُس مین ملی ہے خیر اگر یون بھی ہے تو
بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن ایسا نا شیرین کہان ہوگا۔ تمہارا خط پہنچا تردد عبث۔ میرا
مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عرف لکھنے کی حاجت نہ محلے کی حاجت
بے وسوسہ خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے یہان کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے
اس وقت مہمان ہون دیکھون کیا ہوتا ہے تعظیم و توقیر مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہے
لڑکے دونون میرے ساتھ آئے ہین۔ اس وقت اس سے زیادہ نہین لکھ سکتا۔

ایضاً اَو میان سیدزادہٗ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھئے ہوئے اُردو بازار کے رہنے
والے حسد سے لکھنو کو برا کہنے والے۔ نہ دل مین مہر و آزرم نہ آنکھ مین حیا و شرم۔ نظام الدین
ممنون کہان۔ ذوق کہان۔ مومن خان کہان ایک آزردہ سو خاموش دوسرا غالب وہ
بے خود و مدہوش نہ سخنوری رہی نہ سخندانی کس برتے پر تتا پانی۔ ہاے دلی واے دلی بھاڑ
مین جاے دلی۔ سنو صاحب پانی پت کے رئیسون مین ایک شخص ہین احمد حسین خان ولد سرفراز
خان ولد دلاور خان۔ اور نانا اُس احمد حسین خان کے غلام حسین خان ولد مصاحب خان
اس شخص کا حال ازروے تحقیق مشرح اور مفصل لکھو۔ قوم کیا ہے عمر کیا ہے طرز کیا ہے
احمد حسین خان کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھ اور جلد لکھ۔

ایضاً سید خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سلسلے سے جہان کو سر پر
اُٹھالیا ہے۔ ایک غریب سید مظلوم کے چہرہ نورانی پر مہاسا نکلا ہے۔ تمکو سرمایہ آرایش گفتار ہم
پہنچا ہے میری اُن کو دعا پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہان کا نقشہ بھی
کچھ اور ہے سمجھ مین کسی کے نہین آتا کہ کیا طور ہے۔ اوائل ماہ انگریزی مین روک ٹوک کی
شدت ہوئی تھی آٹھوین دسوین سے وہ شدت کم ہوجاتی تھی اس مہینے مین برابر رہی

صورت رہی ہی آج ۲۷- مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے مین باقی ہین- آنچ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندون پر رحم کرے مجھپر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس غم زدگی مین ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے- تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچوان دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہان لائیگا تو اُس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع بڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہان سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے- میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہون میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہہ دینا اور یہ خط دکھا دینا-

ایضاً برخوردار نور چشم میر مہدی کو بعد دعاے حیات و صحت کے معلوم ہو بھائی تم نے بخار کو کیون آنے دیا تپ کو کیون چڑھنے دیا- کیا بخار میرن صاحب کی صورت مین آیا تھا جو تم مانع نہ آئے کیا تپ اِتن بِن آئی تھی جو اُس کو روکتے ہوئے شرمائے- حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہین کہتے تھے مین نے نسخہ لکھکر آج ڈاک مین بھیج دیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونون خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچین- دل تمہارے واسطے بہت کڑھتا ہے حق تعالی تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجکو سُنائے- سُنو میان سرفراز حسین ہزار برس مین تم نے مجکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ؎ بغیر در شکر آلبست رد بمادارد پڑھتا ہون اس خط کو اور ڈھونڈھتا ہون کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجکو کیا پیام ہی کچھ نہین شاید دوسرے صفحہ مین کچھ ہو اُدھر خاتمہ بالخیر ہے- یارب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر مین القاب میرا پھر سارے خط مین میرن صاحب کا جھگڑا یہ کیا سیر ہے مین ایسے خط کا

جواب کیون لکھون میرے بلا لکھے اب جو تم خط لکھو گے اور اُسمین اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور میرن صاحب کا نام اور ان کے لیے سلام تک بھی اُس مین نہوگا تو مین اُس کا جواب آنکھون سے لکھونگا۔ اور ہان میان پھر تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری اُس کا مرنا سنا ہوگا۔ اُس غریب کا قول یہ ہے کہ میری دونون بہنین اور پانچ بھانجیان پانی پت مین ہین کیا چچا کو نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اُسکے باپ کا نام لکھتے تاکہ مین جانتا کہ کون سی بھانجی مری ہے اب مین کس کا نام لیکر روؤن اور کس کی فاتحہ دلواؤن۔ اس امر مین حق بجانب اُس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمہارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط مین کوئی امر جواب طلب نہ تھا اگرچہ کل کے خط مین بھی صرف کتابون کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لایق تھے اس واسطے ایک لفافہ تمہاری پسند کا تمہاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس آئے تھے اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط مین لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ مین اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے مین اِدھر آیا ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہین اُن کی کتاب رہ گئی اب اُن تک کیونکر پہنچے گی خدا خیر کرے۔ میان لڑکے سنو میر نصیر الدین اولاد مین سے ہین شاہ محمد اعظم صاحب کے وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور مین مرید ہون اس خاندان کا اس واسطے نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہون اور پھر تمہارے علاقے سے دعا صوفی صافی ہون اور حضرت صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہین ؎ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی ۔ یہ جواب ہے تمہارے اُس سوال کا کہ جو پہلے خط مین تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط مین تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیون لکھی۔ یہ بات ابھی نہین مین تو ڈر گیا کہ اگر تمہارے خط مین اُن کو دعا سلام لکھونگا تو اُن سے تم کہا ہے کہو گے

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے انکی بندگی مجھ سے کہی ہے خدا کے واسطے میری دعا اُن سے کہد ینا
ایضاً میری جان سنو دستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجکو
بلایا پنجشنبہ ۲۴۔ فروری کو مین گیا صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے مین اُلٹا پھر آیا جمعہ ۲۵۔ فروری
کو گیا ملاقات ہوئی کرسی دی بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے
رہے جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منگلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمہارے
باب مین لکھتے ہین کہ ان کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہین کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت
کیا مانگتے ہو حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے کتاب
کیسی لکھی ہے اُس کی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک
ہمکو دو مین نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش
آیا۔ دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر کتابون سے کیا اطلاع پنشن کی پرسش
سے کیا مدعا یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح وفیروزی ہی
غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا مین اپنے گھر رہا دوشنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا باہر کے
کمرے مین بیٹھ کر اطلاع کروائی کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گدھ کپتان کی چٹھی
آئی سواری مانگی جب سواری آگئی باہر نکلے مین نے کہا وہ کتابین حاضر ہین کہا منشی
جیون لال کو دے جاؤ۔ وہ اُدھر سوار ہو گئے مین اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم
مارچ کو پھر گیا بہت التفات سے باتین کرتے رہے کچھ سارٹیفکٹ گورنرون کے ساتھ لے گیا تھا
وہ دکھائے۔ ایک خط منگلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب
کے ساتھ یہ بھی بھیجا جائے بہت اچھا کہہ کر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمہاری پنشن
کے باب مین اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر

جیسا کہ تم کو معلوم ہے بھاگے ہوئے تھے کل وہ آئے آج مین نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ
وہ حکم دین گے اُسکے موافق عمل کرونگا جب بلا ئینگے تب جائینگا۔ دیکھو سید اسد اللہ الغالب
علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکا پیاسا بھی نہ رہنے
دیا پھر کس محکمے سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا حکام سے مجکو
عزت دلوائی میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا مین کیا اپنے
باپ کے گھر سے لایا تھا میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُنکو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو
اور میران صاحب کو دعا کہنا ۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنے لگے نثر مین خود نمائیان کرنے
لگے کئی دن سے تمہارے خط کے جواب کی فکر مین ہون مگر جاڑے نے بے حس و حرکت
کر دیا ہے آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہین تو مین نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران
ہون کہ کیا سحر سازی کرون۔ بھائی تم تو اُردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اُردو بازار مین نہر کے کنارے
رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب ہنسی کی باتین ہین لو سنو اب تمہاری
دلی کی باتین ہین چوک مین بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنوان تھا
اُس مین سنگ و خشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانین ڈھا
کر راستہ چوڑا کر لیا شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہین ہے۔ پنشن دارون سے حاکمون کا
کام کچھ نہین تاج محل مرزا قیصر مرزا جوان بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پور کی زوجہ ان
سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی دیکھیے کب مین رہین یا لندن جائین۔ خلق نے ازروے قیاس
جیسا کہ دلی کے خبر تراشون کا دستور ہے یہ بات اڑادی ہے سو سارے شہر مین مشہور ہے
کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء مین عموماً شہر مین آباد کیے جائینگے اور پنشن دارونکو جھولیان

بھر بھر کر روپیے دیے جائینگے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲ دسمبر کی ہے اب شنبہ کو بڑا دن اور
اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے اگر جیتے ہین تو دیکھ لین گے کہ کیا ہوا تم اس خط کا جواب
لکھو اور شتاب لکھو میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو اور کس خیال مین ہو اب صورت
کیا ہے اور آیندہ عزیمت کیا ہے۔ میر نصیر الدین کو صرف دعا اور اشتیاق دیدار۔ تیرن صاحب
کہان ہین کوئی جاے اور بلا لائے حضرت آئیے سلام علیکم مزاج مبارک کہیے مولوی مظہر علی
نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہین اگر بھیجا تو کیا لکھا۔ مین جانتا ہون کہ میر اشرف علی صاحب
اور میر سرفراز علی کم اور یہ ستم پیشہ میر مہدی بہت آپ کی جناب مین گستاخیان کرتے
ہین کیا کرون مین کہین تم کہین وہان ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیان کرسکتے
انشاءاللہ تعالیٰ جب ایک جا ہونگے تو انتقام لیا جائے گا ہے ہے کیونکر ایک جا ہونگے
دیکھیے زمانا اور کیا دکھاتا ہے۔ اللہ اللہ اللہ۔

ایضاً میری جان تو کیا کہہ رہا ہے ہنسے سے سیانا سو دیوانہ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا شیوہ
صوفیہ کا ہے مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا جو تم مجکو سمجھاتے ہو کیا مین یہ جانتا ہون کہ
ان لڑکون کی پرورش مین کرتا ہون استغفراللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ یا تم یہ سمجھے ہو کہ
مین شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہون کہ مرغی مول لونگا اور اُس کے انڈے
بچے بیچ کر بکری خریدون گا اور پھر کیا کرونگا اور آخر کیا ہو گا بھائی یہ تو مین نے اپنا راز
دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یون ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا۔ ایک حسرت کا بیان تھا
نہ خواہش کا دیکھا اس پنشن قدیم کا طلل مین تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہون لیکن جبتک
جواب نہ پاؤن کہین اور کیون کر چلا جاؤن۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھیے کب آئے
آئے تو مجھے بھی دربار مین بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ مین ایک اور پیچ

آپڑا ہے اس کو دیکھ لون اور پھر صرف اُسی کا انتظار نہین اس مرحلے کے طے ہونے سے بعد پنشن ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہے گا۔ سبک سیر کیون کرین جاؤن کہ یہ سب امور طے ہو جائین ۔ اگر نکل جاؤن پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رام پور کے ٹھکانا نہین ہے وہان تو جاؤن اور ضرور جاؤن تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار مین اضطراب کی کیا وجہ چپکے ہو رہو اور مجکو کسی عالم مین غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت مین جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل مین آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطرین دستخط خاص سے لکھی تھین واللہ مین کچھ نہین سمجھا کہ یہ کس مقدمہ کا ذکر ہے ۔

ایضاً سید صاحب اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا مین میر مہدی نہین کہ میرن صاحب پر مرتا ہون۔ میر سرفراز حسین نہین کہ انکو پیار کرتا ہون علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہون اُس مین تم بھی آگئے کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے دوست ہون عاشق زار نہین بندہ مہر و وفا ہون گرفتار نہین تمہارے بھائی نے سخت مشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کے واسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے مین بھی آ ؤنگا۔ مین نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک مین کیون بھیجون وہ آئینگے تو ہین اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہین ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالون کا ایک ہنگامہ گورون کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسوان دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہین تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہین اندھیری راتون مین چورون کی بن آئی ہے کوئی دن نہین کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے

مبالغہ نہ سمجھنا ہزار ہا مکان گر گئے سینکڑون آدمی جا بجا دب کر مر گئے گلی گلی ندی بہ رہی ہی قصہ مختصر وہ ان کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پن کال ہے پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہ گئے جنہون نے ابھی نہین بویا تھا وہ بونے سے رہ گئے سن لیا دلی کا حال اسکے سوا کوئی نئی بات نہین ہے جناب میرن صاحب کو دعا۔

ایضاً

بے مے نہ کند در کف من خامہ روانی ✦ سردست ہوا آتش بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف لکھتا ہون ہاتھ تاپتا جاتا ہون آگ مین گرمی نہین مگر ہائے آتش سیال کہان کہ جب دو جرعہ پی لیے فوراً رگ و پے مین دوڑ گئی دل توانا ہو گیا دماغ روشن ہو گیا نفس ناطقہ کو تواجد بہم پہنچا ساقی کوثر کا بندہ اور تشنہ لب ہائے غضب میان تم پنشن پنشن کیا کر رہے ہو۔ گورنر جنرل کہان اور پنشن کہان۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر صاحب کمشنر بہادر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جب ان تینون نے جواب دیا ہو تو اُس کا مرافعہ گورنمنٹ مین کرون مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہین تمکو پنشن کا فکر ہے۔ یہان کے حاکم نے میرا نام فرد مین نہین لکھا مین نے اس کا اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہان کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہوگا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسف ہند نہ سہی یوسف دہر سہی یوسف عصر سہی یوسف کشور سہی اُن کی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے مجھے تو خبر نہین کہین حضرت کہہ گئے ہین کہ مین سات روپے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُن کا تقاضا ہے رحیم بخش روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ بھوجان کو لکھو کہ بھوبھی جان بھوکی مرتی ہین خرچ جلد بھیجو ورنہ نالش کی جائے گی اور تمکو گواہ قرار دیا جائے گا۔ بہر حال میرن صاحب کو یہ پڑھوا دینا۔ میر سرفراز حسین کو دعا۔ میر

نصیر الدین کو دعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ یوسف ہفت کشور کو دعا۔

ایضاً واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہے کہ میر الینگ مجکو ملا میر اچھونا مجکو ملا۔ میر احجام مجکو ملا میر ابیت الخلا مجکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہوگیا۔ میری جان بچی میرے آدمیوں کی جان بچی سے اکنون شب من شب ست روزم روز ست ؛ بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ تمہاری نظر سے گزرتا۔ اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس وہیا کے بدلے مجکو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔ اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کردیا تھا۔ اب اُن سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے حسن بھی کیا چیز ہے۔ نادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہش وصال کرتے ہوئے ڈرو۔ میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہاں کا حال وہ ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم ہوا گرم تپین مستولی اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا محمد میر شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اُس کو دفن کر آئے جوان صالح پرہیزگار مومنین کا پیش نماز تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجتہد العصر کا حکم بجالاؤں گا اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا رئیس میرے سوال کا جواب قلم انداز کر جائے گا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تمنے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا ہم بھی تمہاری طرز کا اتباع کرین گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دعا کہنا

اور کہنا کہ اگر تم مین اُن مین راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہان آیا ہوا ہے قبائل تمہارے یہین نہین - اگر وہان کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہان کیون نہ چلے آؤ ؎

مین بھولا نہین تجکو اے میری جان ٭ کرون کیا کہ یہان گر رہے ہین مکان

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے - قاسم خان کی گلی سعادت خان کی نہر ہے - مین جس مکان مین رہتا ہون عالم بیگ خان کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا سیڑھیان گرا چاہتی ہین - صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے چھتین چھلنی ہو گئی ہین مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے کتابین قلمدان سب توشہ خانہ مین - فرش پر کہین لگن رکھا ہوا کہین چلمچی دھری ہوئی خط کہان بیٹھ کر لکھون - پانچ چار دن سے فرصت ہے مالک مکان کو فکر مرمت ہے - آج ایک امن کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھون - الور کی ناخوشی - راہ کی محنت کشی تپ کی حرارت گرمی کی شرارت یاس کا عالم کثرت اندوہ و غم - حال کی فکر - مستقبل کا خیال - تباہی کا رنج آوارگی کا ملال جو کچھ ہو وہ کم ہے - بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے - سُنتے ہین کہ نومبر مین مہاراجہ کو اختیار ملے گا - مگر وہ اختیار ایسا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے سب کچھ اپنے قبضہ قدرت مین رکھا آدمی کو بدنام کیا ہے - بارے رفع مرض کا حال لکھو - خدا کرے تپ جاتی رہی ہو تندرستی حاصل ہو گئی ہو - میر صاحب کہتے ہین ؎ تندرستی ہزار نعمت ہے واہ رے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے مجکو پسند آیا

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک ٭ تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دعا - آہاہا میر افضل علی صاحب کہان ہین حضرت

یہان تو اس نام کا کوئی نہین ہے لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا تم نے
کہ مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیون نہ کہا مین ہان بھائی میرن صاحب سلامت انکو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری مین خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط
پہنچا ہے تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے کل حکیم اشرف علی آئے تھے
سر منڈوا ڈالا ہے محلقین رؤسکم پر عمل کیا ہے مین نے کہا سر منڈوا لیا ہے تو ڈاڑھی رکھو کہنے
لگے دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم واللہ انکی صورت قابل دیکھنے کے ہے یہ کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب
آگئے اور بحال و برقرار ہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا بھی ہو کہ کسی عزیز کی خیر سنی جاے
میر سلام کہنا اور مبارکباد دینا خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایت بے جا کا جواب یہ ہے کہ
تم نے جو خط مجکو پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی مین نے تجویز کیا
تھا کہ جب کرنال سے خط آئے گا تو مین جواب لکھونگا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی میں نے
پکا بھی نہین۔ تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان ہیا ہے یہ نامہ
خط دے کر ڈاک گھر روانہ کیا۔ بولو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال
پہنچ کر خط لکھنے مین کیون دیر کی اور ہان یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہارا
قلم سے نہین نکلتا اُن کی خیر و عافیت اُن کی بندگی نہ لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے یہ باتین
اچھی نہین۔ میرن صاحب کے باب مین حیران ہون تنہا تمہارے ساتھ گئے ہین والدہ اُن کی
پانی پت مین ہین وہان کوئی مکان لے کر والدہ کو وہین بلا لین گے یا خود بعد چند روز کے
یہان آجائین گے یہ دو باتین جواب طلب ہین۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن
صاحب کے بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن اُس کا ذکر نہ کرو اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دی جائے
گی شہر کی آبادی کا چرچا ہوا کرایہ کو مکان ملنے لگے چار پان سو گھر آباد ہونے تھے کہ مجھ

وہ قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے آیندہ کیا ہوگا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیے مگر خیر میں عزیزداری و یگانگی کی راہ سے دعا لکھتا ہون۔ میرن صاحب کو دعا اور بعد دعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین کو دعا۔ زیادہ کیا لکھون۔

ایضاً میان کیون ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی شکایت کرے تمہارا منہ چشم بیمار کے لایق کہان۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے ہین جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہین۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی اب حقیقت مفصل لکھو تم زحیر کی عادت رکھتے ہو عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ میرے نور چشم کی آنکھ کیون دکھی۔ مین نے خط تمہین جان کر نہین لکھا تم نے لکھا تھا کہ بعد عید مین وہان آؤن گا مجکو خط بھیجنے مین تامل ہوا لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار دو سو پچاس روپیے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات مین اٹھ گئے۔ مختار کار دو ہزار لایا چونکہ مین اُسکا قرضدار ہون روپیہ اُس نے اپنے گھر مین رکھے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے۔ حساب کیا سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے مین نے کہا میرے قرضہ متفرق کا حساب کر کچھ اوپر گیارہ سو روپیے نکلے مین کہتا ہون یہ گیارہ سو بانٹ دے نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو پانسو سات تم لو یہ جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ مین نے آنکھ سے دیکھا ہو تو آنکھین پھوٹین بات رہ گئی بت رہ گئی حاسدون کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہین جیسا ننگا بھوکا ہون جب تک جیون گا ایسا ہی رہون گا میرا دار و گیر سے بچنا کرامت اسد اللہی ہے۔ ان پیسون کا ہاتھ آنا عطیۂ ید الٰہی ہے حاکم شہر لکھ دے کہ یہ شخص ہرگز پنشن

پانے کا مستحق نہین حاکم صدر مجکو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دعا کہتا ہون اور مزاج کی خبر پوچھتا ہون جواب ترکی بترکی جواب عزلی بعزلی جو انہون نے لکھا وہ مین نے بھی لکھا۔ مجتہد العصر کو بندگی لکھون دعا لکھون کیا لکھون۔ نہین بھئی وہ مجتہد ہون ہوا کرین میرے تو فرزند ہین مین دعا ہی لکھون گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھون دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگامون پہ ہے قلعہ چاندنی چوک ہر روز مجمع مسجد جامع کا ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی ہر سال میلہ پھول والون کا۔ یہ پانچون باتین اب نہین پھر کہو دلی کہان۔ ہان کوئی شہر قلمرو ہند مین اس نام کا تھا نواب گورنر جنرل بہادر ۱۵۔ دسمبر کو یہان داخل ہون گے دیکھیے کہان اترتے ہین اور کیونکر دربار کرتے ہین آگے کے دربارون مین سات جاگیر دار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھجر۔ بہادر گڈھ بلب گڈھ۔ فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہین جو باقی رہے اس مین سے دوجانہ و لوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونون کو یہان لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود اہل اسلام مین سے صرف تین آدمی باقی ہین میرٹھ مین مصطفیٰ خان۔ سلطان جی مین مولوی صدر الدین خان۔ بلی ماروں مین سگ دنیا موسوم باسد تینون مردود و مطرود و محروم و مغموم ؎

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہمکو کیا ✦ آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آستے ہو چلے آؤ جان نثار خان کے چھتے کی غلان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر ستر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا۔ حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف میرزا افضل علی کو دعا۔ غالب۔

ایضاً جان غالب تمہارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے سو ہر اک سے پوچھتا ہون وہ کہان ہے۔ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہوگیا۔ اے میر مہدی تجھے شرم نہین آتی۔ میان یہ اہل دہلی کی زبان ہے۔ ارے اب اہل دہلی ہندو ہین یا اہل حرفہ ہین یا خاکی ہین یا پنجابی ہین یا گورے ہین ان مین سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے۔ لکھنؤ کی آبادی مین کچھ فرق نہین آیا ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہین خس کی ٹٹی پروا ہوا اب کہان لطف وہ تو اُسی مکان مین تھا۔ اب میر خیراتی کی حویلی مین وہ چھت اور سمت بدلی ہوئی ہے بہرحال سیگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنوان بند ہوگیا۔ لال ڈگی کے کنوین یک قلم کھاری ہوگئے۔ خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے۔ پرسون مین سوار ہوکر کنوون کا حال دریافت کرنے گیا تھا مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ ایک صحرا لق و دق ہے اینٹون کے ڈھیر جو پڑے ہین وہ اگر اُٹھ جائین تو ہو کا مکان ہوجائے۔ یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغیچہ کے صحن کے برابر ہوگیا یہانتک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہوگیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہین باقی سب اٹ گیا کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک میدان ہوگیا پنجابی کٹرہ دھوبی واڑہ۔ رامجی گنج۔ سعادت خان کا کٹرہ۔ جرنیل کی بی بی کی حویلی۔ رام جی داس گودام والے کے مکانات۔ صاحب رام کا باغ حویلی۔ ان مین سے کسی کا پتہ نہین ملتا۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہوگیا تھا اب جو کنوین جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہوگیا تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہوجائیگا۔ اللہ اللہ دلی والے اب تک یہان کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہین۔ واہ رے حسن اعتقاد ارے بندہ خدا اُردو بازار نہ رہا اُردو کہان دلی کہان واللہ اب شہر نہین ہے کیمپ ہی چھاونی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام۔ الگزنڈر ہدرنی کا کوئی خط نہین آیا ظاہرا انکی

صاحب نہیں ورنہ مجھکو ضرور خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جان غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجھکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں تندرست ہوں۔ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے نصیر الدین آئے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں۔ اب کی بار درد میں مجھکو غفلت بہت رہی احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمہاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اڑی اُس کو آپ نے ازراہِ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا میں میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاسِ الفت پر اطلاع پائیں۔

ایضاً سید صاحب کل پہر دن رہے تمہارا خط پہنچا یقین ہے کہ اسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے انہیں سے سنا ہے ان کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا سو روپیہ ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے بھروسے پر ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی میر سرفراز حسین کی زیرباری سے دل کڑھتا ہے۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں یہی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے۔ ع

ہو چکین غالب بلائین سب تمام ٭ ایک مرگ ناگہانی اور ہے

میان شملہ کی بات غلط نہ تھی مگر مین نے وبا ے عام مین مرنا اپنے لایق نہ سمجھا واقعی اس مین بڑی کسر شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جاے گا۔ کلیات اُردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب کہ اسی ہفتہ مین غایت اسی مہینہ مین ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جاے گا۔ قاطع برہان کے خاتمہ مین کچھ فوائد بڑھائے گئے ہین۔ اگر مقدور مساعدت کرے گا تو مین بے شرکت غیر اُس کو چھپواؤن گا۔ مگر یہ خیال محال ہے میرے مقدور کی تباہی کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے۔ واللہ علی کل شئی قدیر۔ خدا کا بندہ ہون علی کا غلام میرا خدا کریم میرا خداوند سخی علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدھم ہو گئی ہے۔ ہان سات دن بڑا زور شور رہا۔ پرسون خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچون کے دلی مین آیا۔ کل رات کو اُس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الور مین بھی وبا ہے۔ الگزنڈر ہدرلی مشتہر بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور مزاج مین اور مجھ مین متوسط تھا۔ اس جرم مین ماخوذ ہو کر مرا خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہمکو کیا۔

ایضاً ہان صاحب کیا چاہتے ہو مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دے کر بھیج دیا۔ اب اور کیا لکھون تم میرے ہم عمر نہین جو سلام لکھون مین فقیر نہین جو دعا لکھون۔ تمہارا دماغ جل گیا ہے لفافہ کو کریدا کرو مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ پاؤ گے کیا۔ یعنی تم کو دو محمد شاہی روشین پسند ہین یہان خیریت ہے وہان کی عافیت مطلوب ہے۔ خط تمہارا بہت دن کے بعد پہنچا جی خوش ہوا مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ہان حکیم میر اشرف علی اور میر فضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجے ہو کرین سچ کہیو اگلون کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی ہاے کیا اچھا شیوہ ہے جب تک

یون نہ لکھو وہ خط ہی نہین ہے۔ جاہ آب ہے۔ ابر ہے باران ہے۔ نخل بے میوہ ہے خانہ بے چراغ ہے چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہین تم زندہ ہو تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہین۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمہاری خوشنودی اسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے تین سطرین ویسی بھی مین نے لکھ دین کیا قصا نہین پڑھنے اور وہ مقبول نہین ہوتی۔ خیر ہم نے بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خانہ ہوید نصیر الدین ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے فارسی نئی مین نے کہان لکھی کہ تمہارے چچا کو یا تمکو بھیج دون۔ نواب فیض محمد خان کے بھائی حسن علیخان مر گئے۔ حامد علیخان کی ایک لاکھ تیس ہزار کی سو روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اس نے غسل صحت کیا۔ باقر علی خان کو مہینہ بھر سے تپ آتی ہے حسین علیخان کے گلے مین دو غدود ہو گئے ہین۔ شہر چپ چاپ نہ کہین پھاوڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اڑایا جاتا ہے نہ آہنی سڑک آتی ہے نہ کہین دمدمہ بنتا ہے۔ دلی شہر خموشان ہے۔ کاغذ بگڑ گیا ورنہ تمہارے دل کی خوشی کے واسطے بھی اور لکھتا

ایضاً۔ سید صاحب تمہارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن زمانہ وہ آیا ہی کہ ہماری قسمت مین خوشی ہی نہین خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو دیے۔ ان دنون مین ڈھائی روپیے بھی ہماری ہین لم حائی ہو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس تہی دستی کے پھر بھی کہنا پڑتا ہی کہ روپیے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ الور چلے جائین شاید نئے بندوبست مین کوئی صورت نوکری کی نکل آئے میری دعا کہو اور یہ کہو کہ اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجکو لکھین۔ پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہون۔ حاکم خط کا جواب نہین لکھتا۔ عملہ مین ہر چند تفحص کیجیے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہین بتاتا۔ بہر حال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ پن

بےگناہ قرار پایا ہون اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی راے مین پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہون بس اس سے زیادہ نہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میان کیا باتین کرتے ہو۔ مین کتابین کہان سے چھپواتا۔ روٹی کھانے کو نہین شراب پینے کو نہین۔ جاڑے آتے ہین لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابین کیا چھپواؤن گا۔ منشی امید سنگہ اندور والے دلی آئے تھے سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا۔ اُنھون نے وہ نسخہ دیکھا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ مین میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا اُس کو مین نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا ۸ر فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدین منشی امید سنگہ نے لین پچیس روپیہ چھاپے خانہ مین بطریق ہنڈوی بھجوا دیے۔ صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا۔ آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہی ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی۔ پانسو جلد چھاپی جاتی ہی اُن پچاس جلدین شاید پچیس جلد منشی امید سنگہ مجکو دین گے مین عزیزون کو بانٹ دونگا پرسون خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہین کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ اسی اکتوبر مین قصہ تمام ہو جائے بھائی مین نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسوین جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ مین اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خان کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیون کر لکھتا اُن کو جاگیر اگست مین ملی بادشاہ اکتوبر مین گئے کیا تا اگر تحریر موقوف نہ کرتا منشی امید سنگہ اندور جانے والے تھے۔ اگر ختم کر کے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبی دین و دنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمہارا خط دیا۔ وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تمہارا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمہارا ہی کیون ایسے شہر مین بستے ہو جہان دوسرا میر مہدی بھی ہو۔ مجکو دیکھو کہ مین کب سے دلی مین رہتا ہون نہ کوئی اپنا ہمنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا حرف بننے دیا۔ خیر اپنا ہم مخلص بہم پہنچایا۔ غلط بختی کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اس نے بھی لکھی کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کئے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔ تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے۔ غلام فخر الدین خان کی دو ملکیں مع بکریاں ہوئی ہیں صورت بھی یہی خدا چاہے تو رہائی ہو جائے۔ صاحب ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا دفتر بند کیا اور یہ لکھ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے ۱۵ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اُسکے آگے کی عبارت تم کو لکھ کر بھیج دوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا برا ہو ہم نے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا چند مفلس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے ؎

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک ۔ اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ کش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں تم کو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو آنسوؤں پیاس نہیں بجھتی یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کر سکتی۔ بہرحال کچھ لکھتا ہوں دیکھو لکھتا ہوں سنو پنشن کی رپوٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم دیر آید درست آید بھی میں تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اچھلتے کودتے پھرتے ہین اسکے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیون اچھے ہوگئے یہ باتین تمہاری ہمکو پسند نہین آتین تم نے میر کا وہ مقطع سُنا ہوگا بہ تغییر الفاظ لکھتا ہون ؎

کیون نہ میرن کو مغتنم جانون ؎ دلی والون مین ایک بچا ہے یہ

میر تقی کا مقطع یون ہے ؎

میر کو کیون نہ مغتنم جانین ؎ اگلے لوگون مین اک رہا ہے یہ

میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ ارے میان تم نے کچھ اور بھی سُنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنو سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خان عرف نواب جان والد اُنکا دائم الحبس ہو گیا۔ حیران ہون کہ یہ کیا آفت آئی یوسف مرزا تو جھوٹ کا ہے کو لکھے گا۔ خدا کرے اُس نے جھوٹ سُنا ہو۔ لو بھئی اب تم جاہو جاؤ اپنے گھر مین تو روٹی کھانے جاتا ہون اندر باہر سب روزہ دار ہین یہان تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخان بھی۔ صرف ایک مین اور ایک میرا بیٹا حسین علیخان یہ ہم روزہ خور ہین۔ وہی حسین علیخان جس کا روز مرہ ہے کھلونے منگا دو مین بھی بجار جاؤنگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سُنا دینا۔ برخوردار میر نصیر الدین کو دعا پہنچے۔

ایضاً میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ اُردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سنو دلی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریون کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر مین نے اُس کو بحل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کما ہو حقہ سمجھ لو وللرحمن الطاف خفیہ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی نواب گو رنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلان شخص کی پنشن کے

چڑھے ہوئے روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھکر ہمارے پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمہارے پاس بھیج دین سو یہان اُس کی تعمیل بطرز مناسب ہوگی کم و بیش دو مہینہ مین سب روپیہ مل جائیگا۔ اور ہان صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر تم کو ضرورت ہو تو سو روپیہ خزانہ سے منگوا لو مین نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہے کہ اورون کو برس دن کا روپیہ ملا اور مجھے سو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز مین سب روپیہ اور اجرا کا حکم مل جائیگا۔ اورون کو یہ بات برسون مین میسر آئے گی مین چپ ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان اور ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سو روپیہ منگا لون پر پایہ ولایت کے انعام کی توقع خدا ہی سے ہے حکم تو ہی حکم کے ساتھ اُس کی رپوٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہین حاکم پنجاب کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہی کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہمکو لکھو کہ وہ کیسی ہی اور اُس مین کیا لکھا ہی چنانچہ حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہہ کر مجھ سے مانگی اور مین نے دی۔ اب دیکھون حاکم پنجاب کیا لکھتا ہی۔ اسوقت تمہارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتین کرنیکا مزا ملا تو دونو کا جواب ابھی لکھکر روانہ کیا اب مین روٹی کھانے جاتا ہون۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً سید صاحب نہ تم مجرم نہ مین گنہگار۔ تم مجبور مین ناچار۔ لو اب کہانی سنو میری سرگزشت میری زبانی سنو۔ نواب مصطفے خان بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو اُن کی تقصیر معاف ہوئی اور اُن کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے باب مین ہنوز حکم کچھ نہین ہوا ناچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی مین ایک دوست کے مکان مین ٹھہرے ہین مین بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک مین بیٹھ کر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا۔ چار دن وہان رہا پھر ڈاک مین اپنے گھر آیا۔ تاریخ آنے جانے کی یاد نہین مگر ہفتہ کو گیا منگل کو آیا آج بدھ دوم فروری ہے مجکو آئے

ہوئے نوان دن ہے۔ انتظار مین تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے۔ آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو مین جواب لکھتا ہون۔ ۵

روز اس شہر مین اک حکم نیا ہوتا ہے کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہان بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گورون کی پاسبانی پر قناعت نہین ہے لاہوری دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر سے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر حوالات مین بھیج دیتا ہے حاکم کے ہان سے پانچ پانچ بید لگتے ہین یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید رہتا ہے۔ اس سے علاوہ سب تھانون پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے۔ تھانون مین نقشے مرتب ہونے لگے یہان کا جمعدار میرے پاس بھی آیا مین نے کہا بھائی تو مجھے نقشے مین نہ رکھ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ عبارت یہ کہ اسد اللہ خان پنشن دار ۱۸۵۰ء سے حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی مین رہتا ہے نہ کالون کے وقت مین کہین گیا نہ گورون کے زمانہ مین نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل برون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار ہے۔ اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہین بدلا اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسون یہ عبارت جمعدار نے محلہ کے نقشے کے ساتھ کوتوالی مین بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکان دکان کیون بناتے ہین جو مکان بن چکے ہین اُنہین ڈھا دو اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سُنا دو۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہین۔ جو مسلمان شہر مین اقامت چاہے بقدر مقدور نذرانہ دے اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے گھر برباد ہو جائے آپ شہر مین آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی کون مہورت ہے جو رہتے ہین وہ بھی اخراج کیے جاتے ہین یا جو باہر پڑے ہوئے ہین وہ شہر مین آتے ہین الملک للہ والحکم للہ

نورچشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا۔ اور جناب میران صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے بڑھاپا ہونے آیا ڈاڑھی میں بال سفید آ گئے مگر بات سمجھنی نہ آئی پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپے کے باب میں اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم اب اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُس کو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے سے چیل بسولا لے گئی تو کاہے سے پھٹکون راب۔ علی بخش خان پچاس روپے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے باقی روپیہ چڑھا ہا آیندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خان سو روپیہ مہینے کا پنشن دار بائیس مہینے کے بائیس سو روپیہ ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مثلاً جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکھ لمبر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا۔ اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے آیندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں مجکو بھی مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو آخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ مل جاویں۔ میں نے وہ سو روپے نہ لیے اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیہ ہوتے ہیں سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں مثل اوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے کہ

ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلی کے حمقا جو باہر پڑے ہوئے ہین منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کرین گے تب شاید آبادی ہوگی یا کوئی اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائین پہنچین۔ برخوردار کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت مین نے یہ قطعہ وہان کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھون لڑکون نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا تیار ہے ہمین بھوک لگی ہے۔ تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے مین نے کہا کہ اب کیون لکھون اسی کاغذ کو لفافے مین رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ کلیان کے حوالہ کر گھر مین چلا گیا۔ اور ہان ایک چھیڑ بھی تھی کہ دیکھون میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتین بناتا ہے سو وہی ہوا تم نے جلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب بتاؤ خط لکھنے بیٹھا ہون کیا لکھون یہان کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہوگا مگر وہ جو کچھ تم نے سنا ہوگا بے اصل باتین ہین۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ مین نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر یہان کے حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر مین رکھ چھوڑی پھر اس مین کیا ضرر۔ یہان تک لکھ چکا تھا کہ دو ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا مین نے بکس بند کیا باہر تختون پر آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ روشن ہوا منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہین۔ مین پلنگ پر لیٹا ہوا ہون کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ مین اور ایک آدمی ساتھ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اس پر گھاس بھری بھی ہوئی۔ مین نے کہا اہا ہا ہا سلطان العلما مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہین ہے یہ کچھ اور ہے۔ فیض خاص نہین لطف عام ہے شراب نہین آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے۔ بلکہ نعم البدل ہے ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا بادہ انگوری سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ پینسٹھ گلاس مین سے ایک قطرہ نہین گرا ہے۔ میان کہتا تھا کہ یہ اسّی تھے۔ پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے

تا اُن کی بُرائی اَوروں مین سرایت نہ کرے ٹوکرے مین سے پھینک دیے۔ مین نے کہا بھائی یہ کیا کام ہے مگر مین تمہاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہین ہوا۔ تمہارے پاس روپیہ کہان جو تم نے آم خریدے۔ خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگ کی بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور مین ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کُنجی ہین اور ٹکے کی کتابین چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہین۔ میری دعا کہدینا۔

ایضاً۔ کیون یار کیا کہتے ہو ہم کچھ آدمی کام کے ہین یا نہین تمہارا خط پڑھ کر دو سو بار یہ شعر پڑھا

وعدۂ وصل چون شود نزدیک ٭ آتش شوق تیز تر گردد

کلو کو مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہین جائیے گا نہین مین آتا ہون۔ بھلا بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ مین اُن کو بُلاتا۔ اُنہون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کرین مین حاضر ہوتا ہون۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ ادھر کی بات اُدھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا اجی کیون حضرت آپ میرن صاحب کو نہین بُلاتے۔ صاحب مین تو اُن کو لکھ چکا ہون کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہان ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو مین شہر مین بلا لونگا۔ صاحب اب وہ ضرور آئین گے۔ آخر کار اُن سے اجازت لے کر اب تمکو لکھتا ہون کہ اُن سے مختصر یہ کہدو کہ بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہان کھاؤ تو پانی یہان پیو۔ یہ کہتا ہون کہ عید وہان کرو تو باسی عید یہان کرو۔ یہ میرا حال سنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہے۔ اس طرف سے خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دعا یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بلانے کی راہ دیکھیں۔ شکرم میں۔ کرانچی میں جو پہیے ہیں یعنی ڈاک میں آئیں بلی ماروں کے محلہ میں سے سے مکان پر اتریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں سے ان کے مسکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا یہ صلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔

ایضاً۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے وہ وہاں اچھی طرح ہے۔ حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں وہاں کے حکام سے ملتے ہیں وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجکو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں یہ چین ہوگا۔ امرا اور شرفا کی حکام سے ملاقاتیں بقدر رتبہ و تعظیم و توقیر۔ پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ عملہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں اہل اسلام نہیں ہیں ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور ان کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی اب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں میں نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درون شہر دہلی بشرط ادخال جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہے۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار یوم التعطیل ہے پرسون دوشنبہ ہے دیکھیے یہ کاغذ کیون کر تقسیم ہون یہ تو کیفیت عموماً شہر کی ہے خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسون کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خان پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہین کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہین سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائین گے اور میری بے مقدوری ظاہر کرائین گے۔ تم کہین یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ ملیگا اور آئندہ کو پنشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہین بعد ثبوت افلاس مستحق مہر و نگا چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علے الحساب پاؤنگا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہین اُس طلب کے جواب مین بھی کیون نہین لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کر کے بھیج دو تو مین آؤن۔ دیکھو اب دس پانچ دن مین سب حال کھلا جاتا ہے میر سرفراز حسین کو دعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔ اور میرن صاحب کو مبارکباد کہنا۔ غالب

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادہ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دعاے درویشانہ قبول فرماوین آپکا مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگون کے قدمبوس اور بھائیون کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو ؎ یوسف از مصر بکنعان آمدہ۔ تفرقہ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمہارے سودات دیکھے نہین گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیون کو سلام مخلصانہ کہیے گا۔ اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچائیےگا اور عرض کیجیے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جب تک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ مین اور

انوار الدولہ کو کالپی مین نہ دیکھ لون اور اُن سے ہم کلام نہ ہو لون میری روح کو قبض کا
حکم نہ ہو لیکن ۱۲۷۷ھ مین دو مہینے باقی ہین اب کے محرم سے اُس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل
ہو جائے۔ مشفقی مکرمی چودھری عبد الغفور صاحب کو میرا سلام کہیے گا اور یہ پیام پہنچائیے گا کہ حضرت
صاحب عالم کی تمناے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے ۵
خواہشِ وصل مقدر ہے جو مذکور نہین ❊۔ اُن کے اس خط کا جواب جو پرسون مجکو پہنچا ہے
موم جامہ مین لپیٹ کر بھیجون گا انشاء اللہ العزیز۔ ہان جناب شاہ عالم صاحب پھر روے سخن آپکی
طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہان تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک
تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک مین قطب الدین سوداگر کی حویلی مین اُترے ہین۔ مرفی صاحب
کا کام اُن کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہین۔ اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ
عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہین لیکن ہنوز قایم مقام ہین۔ وہ صاحب جس کا نام لکھ آیا ہون بطریق
رخصت سیاپو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی اُن کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت
دونون اُن مین جمع ہین آنکھین اُنکے حسن صورت سے روشن ہو گئین اور دل اُن کی حسن سیرت سے
خوش ہو گیا واہ خاک پاک بلگرام مین نے وہان کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا ❊ ۔
ایضاً مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان و عزو شان و
علم و عمر سے برخوردار رہین۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہان سچ ہے اُن کا لطف
چودھری عبد الغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا جب جوہر نہ رہا تو عرض کہان۔ بہر حال جناب
حضرت صاحب عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطرین اُن کی نظر سے گزر جائین
چودھری عبد الغفور خان صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا
میرا گناہ ہے یا اس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر وہی جرم ہے تو معاف کیجیے۔ اگر کوئی جرم بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر روے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوا دیا جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے کو گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نہ ملے مین نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمت گزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یاے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمہارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہے اور یہ خط دیا ہے اب مین یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر مین بھیجتا ہون۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵۔ اگست کی ہے۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتے ہین باقی اُنکے حالات اُنکے خط سے معلوم ہو جائینگے۔ اپنے حسب الموتضا کی خدمت مین سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبونکی خدمت مین فقیر کی دعا پہنچایئے گا۔ والسلام

بنام صاحب عالم صاحب

پیرو مرشد اس مطلع وحسن مطلع کو کیا سمجھون اور اُس کا شکر کیونکر بجالاؤن۔ خدا کی بندہ نوازیان ہین کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہوا تا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر مین یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ مین اس وباے عام مین جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے کشتنی۔ سوختنی کو یون بچایا اور پھر اس رتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہون اور کبھی بہشت اپنا پائین باغ تصور کرتا ہون واسطے خدا کے اب اشعار نہ فرمایئے گا ورنہ بندہ دعوی خدائی کرنے مین محابا نہ کرے گا۔ کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب یہ تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم مین متردد ہون کہ آیا میر اعیان

مطابق واقع ہے یا نہین۔ ہان چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونامون مین تردد باقی نہین معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک سببی بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خان سلمہ اللہ تعالیٰ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ مجموعہ نثر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اُس کے کتب خانہ مین تھے وہ کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہون بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا لٹ گیا ایک ورق نہین رہا۔ ہان چھاپے کی پنج آہنگین اب بھی بکتی ہین اور معیوب بدو عیب ہین ایک تو یہ کہ جو بعد انطباع از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اُس مین نہین۔ دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہون کوئی سطر غلطی سے خالی نہین تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے کہ کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہین۔ بہرحال اگر فرمایئے تو لے کر بھیج دون۔ مخدوم زادہ ہاے والا تبار پہلا نام سمجھ مین نہین آیا۔ مگر پہلے اُن کی خدمت مین اور پھر سید مقبول عالم کی خدمت مین سلام مسنون اور اشتیاق روز افزون عرض کرتا ہون۔

ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و روان جناب صاحب عالم صاحب کو بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد کیا عرض کرون کہ میرا کیا حال ہے اضمحلال قوی کا حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہون ورنہ پڑا رہتا ہون۔ جو کچھ لکھنا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون آج دوپہر کو میر عبد العزیز صاحب آئے مین بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اُٹھا مصافحہ کیا اُنہون نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسون جاؤنگا عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائین خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لے جائین وہ تشریف لے گئے مین لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہین ہے۔ جی مین کہا آؤ بیکار کیون رہو خط کا

جواب آج لکھ رکھو۔ اُٹھے کون بکس کھولے کون۔ لڑکون کی دوات قلم ڈھونڈھے یہ پلنگ کے پاس رکھ لی۔ ادب مقتضی ہی کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام اقدس ہو حضرت نسخہ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر مین مکمل ہوکر مسودات ایک کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہین برسون تک آجائین گے بعد اُس کے انطباع کی فکر ہوگی جب وہ مومیت امضا زیر پیچانگی حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی حضرت سید عالم کو نیاز خورشید عالم کو سلام۔ چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز صرف یہ پیام کہ ہم تمہارے خط کو مفرح روح سمجھتے ہیں تو مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفہ روحانی منقطع کیون ہوا صاحب یہ روش اچھی نہین گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔

بنام مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ

جناب مولوی صاحب قبلہ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ او متخلص بہ غالب ہے مکرمت حال کا شاکر اور آیندہ افزایش عنایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیہ کبری اور موہبت عظمی سمجھ کر یادآوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہون کہ حضرت نے اس ہیچ میرز ہیچمدان کو قابل خطاب اور لایق عطائے کتاب جانا مین دروغ گو نہین۔ خوشامد میری خو نہین۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمی ہے دفتر بے مثال اس کا نام بجا ہے الفاظ متین معانی بلند مضمون عمدہ۔ بندش دل پسند۔ ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق مین بیباک و گستاخ ہین۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشون کے ناسخ تھے آپ اُن سے بڑھ کر بصیغہ مبالغہ نساخ ہین۔ تم دانائے رموز اردو زبان ہو۔ سرمایہ نازش قلمرو ہندوستان ہو۔ خاکسار نے ابتدائے سن تمیز مین اردو زبان مین سخن سرائی کی ہے۔ پھر اوسط عمر مین بادشاہ

دہلی کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے۔ نظم و نثر کا عاشق و مائل ہون ہندوستان مین رہتا ہون مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہون جہان تک زور چل سکا فارسی زبان مین بہت بکا۔ اب نہ فارسی کی فکر نہ اُردو کا ذکر نہ دنیا مین توقع نہ عقبیٰ کی امید مین ہون۔ اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب مین کہتا ہون ؎

چشم کشودہ اند بکردار ہاے من ۔۔۔ زاینده نا امیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا مین رہا اب اور کہان تک رہونگا۔ ایک اُردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہوگئے اب اور کیا کہونگا مدح کا صلہ نہ ملا غزل کی داد نہ پائی۔ ہرزہ گوئی مین ساری عمر گنوائی۔ بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ۔۔۔ دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

سچ تو یون ہے کہ قوت ناطقہ پردہ تصرف اور قلم مین وہ زور نہ رہا۔ طبیعت مین وہ مزہ سر مین وہ شور نہ رہا۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام مین گفتگو کر لیتا ہون حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار مین موافق سوال جواب دیتا ہون۔ روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہان کیا پیش آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیونکر بخشا جاتا ہے۔ حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو اِدا کی بادی اور مجکو ارسال نامہ کی سبیل کے ہادی ہوئے ہین جب تک مین جیتا رہون نامہ و پیام سے شاد۔ اور بعد میرے مرنے کے دعاے مغفرت سے یاد فرماتے رہیئے گا۔ والسلام با لوف الاحترام ۔

بنام مرزا یوسف علیخان صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر انجان بنے جاتے ہو۔ واقعی غدر مین میرا گھر نہین لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا۔ بھائی ضیاء الدین خان صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونوں گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں۔ ہاں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارہویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال میں نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستائش میں اُس کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلائق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی امیر علیخان صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں ✦

بنام قاضی عبد الجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبد الجمیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت نیاز ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامہ آپ کے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اس طرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن با این ہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تا کہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا۔ اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اُس میں بین الاوا و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑیے۔ آپ کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اُس کے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا ہوں اور اُن دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اُس سے مقابلہ کر کے معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہوکر غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجیے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔ میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو۔ اور اب کے ہو تو آیندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً۔ قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے مجکو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجکو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجکو پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں۔ میں نے تو میں نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے جب مطلب ضروری التحریر نہ ہو تو کیا لکھوں۔ اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب دوسرا امر ملاحظہ کیجیے نہ پہنچنے کا دوسرہ سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی امتیاز خان صاحب کا میرے ہاں آنا اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجکو بڑا رنج ہوا اگر

آپ ملین تو میرا سلام کہیے گا اور میرا ملال اُن سے بیان کیجیے گا۔ صبح کو مین ہر روز قلعہ کو جاتا ہون ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہونگے۔ جب سوار ہو جاتا ہون تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہین مولوی صاحب بیٹھے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہون تو پہر دن چڑھے آتا ہون زیادہ اس سے کیا لکھون

ایضاً پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ مین کہان اور بریلی کہان ۱۲۔ اکتوبر کو یہان پہنچا بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤن گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہان۔ خود اس نمائش گاہ کی سیر مین جس کو دُنیا کہتے ہین دل بھر گیا۔ اب عالم بیرنگی کا مشتاق ہون۔ لا الٰہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ۔

ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس (۱۲۰) آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمین اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے۔ مین مریض نہین ہون بوڑھا ہون اور ناتوان۔ گویا نیم جان رہ گیا ہون۔ ایک کم ستر برس دنیا مین رہا کوئی کام دین کا نہین کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس وہ غزل جو کہار لایا تھا وہان پہنچی۔ جہان اب مین جانے والا ہون یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھے قوت ناطقہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف مین ایک قطعہ۔ اور حضرت کی مدح مین ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ مین اب رنجور نہین تندرست ہون مگر بوڑھا ہون جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا مین زائل ہو گئی اب ایک جسم بے روح متحرک ہون۔ ؎

یکے مردہ شخصم بہ مردی روان ٭

اس مہینے مین رجب سنہ ۱۲۸۲ھ سے ستّروان برس شروع اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقد نامہ مرقومہ ۱۴ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجالایا۔ کوئی محکمہ تخفیف مین آئے کوئی گانو مثلالٹ جاے آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولت خانہ سلامت۔ ہان وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ مین وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہین تو آپ کو اُس کا اندیشہ کیا ہے حاکم سمجھ لے گا۔ وہ وکیل ہین محکمہ منصفی مین نہ رہین گے مگر صدر امین و سشن جج مین کام کرین گے۔ مین تندرست ہون نہ رنجور ہون زندہ بدستور ہون دیکھیے کب بلاتے ہین اور جب تک جیتا رہون اور کیا دکھاتے ہین والسّلام بالوف الاحترام۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی کا قول سچ ہے۔ اب مین تندرست ہون تھوڑا اُچھنسی کہین نہین مگر ضعف کی وہ شدت ہے کہ خدا کی پناہ ضعف کیون نہ ہو برس دن صاحب فراش رہا ہون ستر برس کی عمر جتنا خون بدن مین تھا بے مبالغہ آدھا اس مین سے پیپ ہوکر نکل گیا۔ سن کہان جواب پھر تولیدِ دم [خون] صالح ہو۔ بہرحال زندہ ہون اور ناتوان اور آپکی پرسشہاے دوستانہ کا ممنون احسان۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونون خط پہنچے۔ مین زندہ ہون لیکن نیم مردہ۔ آٹھ پہر پڑا رہتا ہون۔ اصل صاحب فراش نہین ہون بیس دن سے پانو پر ورم ہوگیا ہے کف پا و پشت پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی مین پانو سماتا نہین۔ بول و براز کے واسطے اُٹھنا دشوار۔ یہ سب باتین ایک طرف درد محلل روح ہے ۱۲۷۷ھ مین میرا نہ مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس مین ہر روز مرگ نو کا مزا چکھتا رہا ہون۔ حیران ہون کہ کوئی صورت زیست کی نہین پھر کیون جیتا ہون۔ روح میری اب جسم مین اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس مین۔ کوئی شغل کوئی اختلاط

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں۔ کتاب سے نفرت۔ شعر سے نفرت۔ جسم سے نفرت۔ روح سے نفرت۔ یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ہے۔ خرم آن روز کزین منزل ویران بروم۔ ایسے مخمصہ مین اگر تحریر جواب مین قاصر رہون تو معاف ہون مجھے کیون شرمندہ کیا۔ مین اس ثنا و دعا کے قابل نہین۔ مگر اچھون کا شیوہ ہے۔ برون کو اچھا کہنا اس مہر گستری کے عوض مین آداب بجالاتا ہون۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ آیا۔ دو دو نے شادمان کیا مگر مبہم جو نگارش پزیر تھی انہون نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہون۔ آمون کے باب مین جو کچھ لکھا یہ کیون لکھا۔ ابدا کو دوام کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ بذات خود حادث ہو۔ حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بے مزہ ہے۔ آم کہان سے ہو۔ نہ مہاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنوئین سوکھ گئے۔ انمار مین طراوٹ کہان سے ہو۔ جناب اس کا خیال نہ فرماوین اپنے کشف کو غلط کر دون گا۔ برسکال آئندہ تک جیون گا آپکے موہنی آم کھاؤن گا۔

ایضاً حضرت بہت دنون مین آپنے مجکو یاد کیا۔ سال گزشتہ ان دنون مین مین رامپور تھا۔ مارچ ۱۸۶۱ء مین یہان آگیا ہون۔ اب یہین ہون۔ مین نے آپ کا خط پایا ہے۔ آپنے سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا۔ حق تعالیٰ والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھے ان کا عطیہ ماہ بماہ مجکو پہنچتا ہے۔ کرم گستری اور استاد پروری کر رہے ہین۔ میرے رنج سفر اٹھانے کی اور رام پور جانے کی حاجت نہین۔ خلیفہ حسین علی صاحب رام پور مین مجھ سے ملے ہون گے مگر واللہ مجکو یاد نہین۔ نسیان کا مرض لاحق ہے۔ حافظہ گویا نہ رہا۔ شامہ ضعیف۔ سامعہ باطل۔ باصرہ مین نقصان نہین البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے۔

بیری وعمد عیب منین گفتہ اند ؎ - بہرحال چونکہ مین دلی مین ہون اور وہ رام پور گئے ہین تو البتہ وہ آپ کے پیام جو اُن کی زبان کے محول تھے بدستور اُن کی تحویل مین رہے - اور مجھ تک نہ پہنچے - یہ شہر بہت غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشون سے کہہ دون گا اگر میری نظم و نثر کے رسالون مین سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لیکر خدمت مین بھیج دیاجائے گا ؎ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون ؞ ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب والغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دون گا ؎ -

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی دعاگزاری مین حاضر رہا ہے جو حکم آپ کا ہوتا ہے اُس کو بجالاتا ہون - مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے - اس زمین مین کہ جس کا آپنے قافیہ و ردیف لکھا ہی مین نے کبھی غزل نہین لکھی - خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے - ہر چند مین نے خیال کیا اس زمین مین میری کوئی غزل نہین - دیوان ریختہ چھاپے کا یہان کہین کہین ہے - اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا وہ غزل نہ نکلی - سُنیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوروں کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہین چنانچہ انہین دنون مین ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے ؎ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہین ؞ - مین نے کہا لاحول ولاقوۃ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت - اسی طرح زمانہ سابق مین ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا ؎

اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی ؞ مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مین نے سن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت - اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہین ہے

بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرے کیونکر سمجھا گیا۔ واللہ باللہ وہ شعر خدنگ سنگ کے قافیہ کا میرا نہین۔

ایضاً آداب بجا لاتا ہون۔ آپ کا نوازشنامہ پہنچا غزلین دیکھی گئین۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام مین اغلاط و اسقام دیکھتا ہون تو رفع کر دیتا ہون اور اگر سقم سے خالی پاتا ہون تو تصرف نہین کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہون کہ ان غزلون مین کہین اصلاح کی جگہ نہین۔ سبحان اللہ سر آغاز فصل مین ایسے ثمرہاے بہشتی کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شاہد ملنی ہے یہ ثمر رب النوع اثمار ہے اس کی تعریف کیا کرون کیا اس باب مین کیا چاہتا ہون کہ مین یاد رہا اور اہدا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو با این ہمہ روان پروری اور کرم گستری دیا آوری سلامت رکھے جمعہ کے دن دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کی ٹوکرے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہان سے اس کو حسب الحکم کچھ نہین دیا گیا خاطر عاطر جمع رہے۔

بنام مردان علی خان رعنا

خانصاحب عالیشان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا۔ آج اس فن مین تم یکتا ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہونے مین اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہان بنگالہ مین جہان بولتے ہین کہ ہتھنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہین تو کہین ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر اور جفا مؤنث ہے بے شبہ بے شک۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار مین نے دیکھ لیا کہین بھی اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ در الخ شعر رعنا۔ ص

گزرا ہے میرا نالۂ دل چرخ کہن سے تھا رفعح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سی

نالۂ دل بنا دیا۔ نواب صاحب اُردو کا تذکرہ لکھتے ہین۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا سو مین نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا منشی نول کشور صاحب یہان آئے تھے مجھ سے ملے۔ بہت خوب صورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہین۔ تمہارے وہ مداح اور مین اُن کا ثنا خوان۔

بنام مولوی عبد الرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبد الرزاق شاکر کی خدمت مین بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت مین فقیر کا سلام پہنچایئے مین تو آپ سے عرض کرتا ہون مگر آپ مفتی صاحب سے کہیے کہ مجکو باوجود شدت نسیان آپ کا تشریف لانا یاد ہے۔ چھاپے کے اجزا اُٹھا کر مین نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہین۔

از مدہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست	خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم
منصور فرقۂ علے اللہیان منم	آوازہ انا اسد اللہ در افگنم

خدا کرے حضرت کو بھی واقعہ یاد ہو۔ اتحاد اسمی دلیل مودت روحانی ہے۔ اخی مکرمی میر قاسم علیخان کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کی طرح دلی آکر مجھ سے بے ملے نہ چلے جایئے گا۔ پھر حضرت مکتوب الیہ سے کلام ہے اشعار بعد حک و صلاح کے پہنچتے ہین یہ رتبہ میری ارزش کی نوق ہے کہ مین آپ کے کلام مین دخل و تصرف کردن۔ بندہ نواز زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوہی و جگر کا دی کی قوت مجھ مین نہین رہی۔ حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے۔

مضمحل ہو گئے قوے غالب ٭ وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہین سب دوستون کو جن سے کتابت رہتی ہے۔ اردو ہی مین نیاز نامے لکھا کرتا ہون جن جن صاحبون کی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط لکھے اور بھیجے تھے اُن مین سے جو صاحب الی الان موجود مین اُن سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پارسی مکتوبون اور رسالون اور نسخون اور کتابون کے مجموع اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصاے عجم مین پھیل گئے حال کی نثر دن کو کون فراہم کرے جو نثرین کہ مجموع و یکجا ہو کر جہان جہان منتشر ہو گئی ہین اور آیندہ ہون اُنہین کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہل سخن و مطبوع طبائع ارباب فن فرمائے اور مین اب انتہاے عمر ناپائدار کو پہنچ کر آفتاب لب بام اور ہجوم امراض جسمانی و آلام روحانی سے زندہ در گور ہون کچھ یاد خدا بھی چاہیے۔ نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزد دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اُس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قایم رہے گا۔ بس امیدوار ہون کہ آپ اُنہین نثر مختصرہ یعنی تحریرات روزمرہ اردوے سادہ و سرسری کو غنیمت جان کر قبول فرماتے رہین اور درویش دل ریش و فرو ماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگین۔

اللہ بس ماسوی ہوس ٭

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر یادر کھا جاے سہ شنبہ چارشنبہ ان دونون دنون مین سے ایک دن عازم امروہوے کا تقریب وہان کے جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو امروہہ بھیجین مکان کا پتا لکھنا ضرور نہین شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہین اور حظ مین اُٹھاتا ہون حسن اتفاق سے اصلاح مخمسہ کے وقت دو دست غمگسار یار وفا شعار علامہ فرزانہ ختم العلما

المتبحر بن مولوی مفتی صدرالدین خان صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقاؤہ و زاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر فرمایا حضرت کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپ کے صفات حمیدہ و ذات سے آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بہت ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہٰذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔

بنام مولوی عزیزالدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو دلی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی۔ قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خان کے پھاٹک تک بے چراغ ہے ہاں آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسین خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خان کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالیشان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خان اور ان کے بھائی مع قبائل اور عشائر لوہارو میں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اڑتی ہے آدمی کا نام نہیں تمہارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ بھیمی کی دکان میں کتے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدرالدین خان لاہور ہیں۔ ایزد بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ مہر کردی حکیم احسان اللہ خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خان ساکن دریبہ ان کی مہریں ہو گئیں محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں خط بیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی عبدالجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو آپ ان سے میرا سلام نیاز کہیے اور خط کے نہ پہنچنے کی ان کو خبر پہنچائیے

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازشنامہ آیا میں نے اس کو تعویذ بنایا آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایہ عز و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی سراسر دیکھا جائے نہ بہ پیش نظر دھرا رہے بلکہ اکثر دیکھا جائے میں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے اپنی بات کی پچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد جدا چاہتا ہوں طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی گزارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے محو سخن گزاری ہوں مبدأ فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے فارسی کے ساتھ ایک مناسبت ازلی و سرمدی لایا ہوں مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں مناسبت خداداد تربیت استاد حسن و قبح ترکیب پہچاننے فارسی کے غوامض جاننے لگا بعد اتنی تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے گویا کڑھی میں ابال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک مایہ معارض اکابر سلف ہوا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع و قاطع برہان کی ایک نمط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لٹھا نیزوں میں سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے اس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیوں کر برہان قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت ہونے کے کام آئے گی۔ قطع تاریخ کا کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطعہ اس کا گہنا ہے۔ جناب نواب صاحب کا نیاز مند اور بندۂ فرمانبردار ہوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پسند آنے کا شکر گزار ہوں آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ

حق ہے لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان طال بقاؤہ۔ تمہارا رقعہ پہنچا۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مین مع عیال و اطفال جیتا ہون بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہین قلم ہات مین لیے پر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہین لکھ سکتا۔ اگر مل بیٹھنا قسمت مین ہے تو کہہ لین گے ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نواسی کا حال معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے۔ مین یون سمجھتا ہون کہ یہ چھوکری قسمت والی تھی۔ تمہاری اُستانی تم کو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دعا کہتی ہین اور مین پیار کرتا ہون اور دعا دیتا ہون۔ غالب سہ شنبہ۔ ۱۹۔ جنوری ۱۸۵۸ء۔

ایضاً میان حقیقت حال اس سے زیادہ نہین ہے کہ اب تک جیتا ہون بھاگ نہین گیا نکالا نہین گیا۔ لٹا نہین کسی محکمہ مین ابھی تک بُلایا نہین گیا۔ معرض باز پرس مین نہین آیا آیندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیر زمان خان نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس مین ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے۔ اب مجکو ضرور آ پڑا کہ اُس کو تمہارے پاس بھیجون۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہون اگر پہنچ جاے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا۔ مین یہان سے آگرہ کو روانہ کر دون گا۔

غالب۔ مرسلہ دو شنبہ۔ چارم جمادی الاول ۱۲۷۴ھ۔ جواب طلب۔

ایضاً صبح شنبہ۔ ۲۱۔ ماہ اکتوبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

تشویش ہے خدا کی قسم مین یہان خوش اور تندرست ہون۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا
ہے کہ پہر دن چڑھے تک سب آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہین۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے
کئی طرح کے سالن پلاؤ متنجن پسندے دونون وقت روٹیان خمیری چپاتیان۔ مربے آچار مین
بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلوا اچھا ہو گیا ہے۔ سقا۔ مشعلچی۔ خاکروب۔ سرکار سے متعین ہے
حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آج دو ملاقاتین ہوئی ہین۔ تعظیم تواضع اخلاق کسی باب مین
کمی نہین۔ ظہیر الدین خان بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ اور یہ
خط پڑھ کر سناؤ۔ اور ان سے یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نے تم سے کہی تھی وہ غلط ہے۔ اُس کی
کچھ اصل نہین ہے۔ باقی خیر و عافیت۔

ایضاً میان تمہارا خط پہنچا آج مین نے اُس کو اپنے خط مین ملفوف کر کے آگرہ کو روانہ کیا تم
جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھکو خط نہین لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو اب بھی نہ لکھتے
انصاف کرو لکھون تو کیا لکھون کچھ لکھ نسکتا ہون کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو مجھکو لکھا تو کیا
لکھا اور اب جو مین لکھتا ہون تو کیا لکھتا ہون۔ بس اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہین زیادہ
اس سے نہ تم لکھوگے نہ مین لکھونگا۔ ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا۔ تمکو اور ظہیر الدین
کو اور اُسکی مان کو اور اُسکی بہن کو اور اُسکی لڑکی کو تمہاری مان دعا کہتی ہے۔ اور دعائین دیتی ہے
یہ رقعہ حیدر حسن خان کے نام کا ہے اُنکو حوالہ کر دینا۔ اسد اللہ نگاشتہ شنبہ۔ ۲۶۔ دسمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً میان تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو اُن کے اوپر متعین تھا اُٹھ گیا اور
اُن کو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو مگر شہر مین رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ۔ اور ہر ہفتہ
مین ایکبار کچہری مین حاضر ہوا کرو چنانچہ وہ کچھے بلاغ کے پچھواڑے مرزا جانی کے مکان
مین آ رہے صفدر میرے پاس آیا تھا یہ اُس کی زبانی ہے۔ جی اُن کے دیکھنے کو چاہتا ہے۔ مگر از راہ

احتیاط جا نہین سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی، ہائی ہائی۔ اب اس وقت سُنا ہے کہ وہ خانصاحب کے پاس آئے ہین یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائینگے یہان نہ رہینگے۔ قدم شریف مین وہ رہتے ہین آج پانچوان دن ہے کہ حکیم محمود خان مع قبائل اور عشائر پٹیالہ کو گئے ہین بمقتضاے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑکر یہان آرہا ہون اس طرح کہ محلسرا مین زنانہ اور دیوان خانہ مین مردانہ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہین معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے دیکھیے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب۔ پنجشنبہ ۱۹ شعبان ۱۲۷۳ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی ہوش مین آؤ مین نے تم کو خط کب بھیجا اور رقعہ مین کب لکھا کہ شیر زمان کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہون ہین نے تو ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زمان خان نے میرے خط مین بندگی لکھی تھی اور مین وہ بندگی اس رقعہ مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون بس بات اتنی ہی تھی وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گویا لپٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

ایضاً میان چاول بُرے بڑے نہین لمبے نہین پتلے نہین۔ اب زیادہ قصہ نہ کرو پُرانے اور پتلے چانول آئین ایک روپیہ کے خرید کرکے بھیج دو۔ یاد رہے نئے چاول قابض ہوتے ہین اور پُرانے چانول قابض نہین ہوتے یہ میرا تجربہ ہے شام کو میر مجد الدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خان کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی دس بارہ جزو کی ایک کتاب نثر کی مجکو لکھوانی ہے یہ معلوم کرلو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھین گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہین یہ تو اب لکھو اور پھر دو پہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیج دو تاکہ مین اُن کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ کرون۔ ظہیر الدین کو دعا کہو اور اُس کا حال لکھو۔ غالب۔

ایضاً حکیم غلام نجف خان سنو اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی اُستاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر از روے تمسخر ہے تو خیر اور اگر از روے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور ہیرا سنگھ کی تقصیر

معاف کرو. بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم احسن اللہ خان سے رجوع کی اور وہ تمھارے بھائی بھی ہین اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے اگر گھبرا کر حکیم محمود خان کے پاس گیا تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے ابتدا مین اُن سے پڑھے ہو- بس یہ غریب سواے تمہارے اگر گیا تو تمہارے ہی علاقہ مین گیا وہ بھی گھبرا کر اور خفقان سے تنگ آکر اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُس کا معالجہ کرو- التفات کا طالب غالب

ایضاً میان پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو کہین اور جائین گے یا یہان آئین گے اگر یہان آئین گے تو کب تک آئین گے پھر تم خط لکھو میان نظام الدین کو اور اُس مین لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہین لکھا وہ کہتا ہے کہ مین حیران ہون کہ میان نظام الدین اور میر سے خط کا جواب نہ لکھین خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے نجات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب غالب-

ایضاً بھائی مین تم کو کیا بتاؤن کہ مین کیا ہون- طاقت یک قلم جاتی رہی ہے- پھوڑا بدستور ہے رستا ہے خیر محل اندیشہ نہین ہے رس رس کر مادہ نکل جائیگا- اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہون قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنون مین حد کو پہنچ گیا ہے بہر حال ۵ مرگ است بنام زندگانی - حضرت غم کی جگہ ہے- ایک مکان دلکشا- کوچہ کی سیر- بازار کا تماشہ- دو کمرے دو کوٹھریان آتشدان صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لون جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے- دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خور کا مجمع گوہ کے ڈھیر- کہین حلال خورون کا بچہ ہگ رہا ہے کہین بیل بندھا ہوا ہے کہین کوڑا پڑا ہوا ہے- عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان مین- تم نے وہ مسودہ کیون نہین بھیجا مین خدمت گزاری کو آمادہ ہون ۱۲- نجات کا طالب غالب-

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خان کی غمخواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر الور سے مجکو لینا نہین یاد رکھنا کہ وہان سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بفرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ۔ سو وہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خان کا دینا ہے۔ اُن کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اچھا نا اگر خلاف میرے عقیدے کے یہان سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائین تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میان فضل کو دے کر مجکو لکھنا۔ باقی کے واسطے مین جس طرح لکھون اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی بنا خیالی پلاؤ پکا لیا۔ اب روداد سنو۔ نواب صاحب کا اخلاص والتفات روز افزون ہے۔ آج منگل کا دن ۴۔ جمادی الثانی کی اور ۲۴۔ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑ دن اور بیلون کے گھانس دانے کی نقدی ہو گئی لیکن اس مین میرا فائدہ ہے۔ نقصان نہین۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہو گا۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہون گا خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آ دیکھتا ہون۔ ظہیر الدین خان کو دعا۔

ایضاً صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا مین نے پڑھا۔ آنکھون سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء الدین خانصاحب کے پاس بھجوایا یقین ہے کہ اُنہون نے پڑھ لیا ہو گا ما کتب فیہ معلوم کیا ہو گا۔ تمہارے یہان نہ ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہے۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو اب خیر سے کب آؤ گے۔ کے برس کے مہینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہان کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے ع زمین سخت ہے آسمان دور ہے۔ جاڑا خوب پڑ رہا ہے تونگر غرور سے مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا۔ اِدھر انسداد دروازہ آبکاری ہے اُدھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہین۔ مولوی غلام امام شہید آگے سے وہان ہین محی الدولہ محمد یار خان سورتی نے ان صورتون کو وہان بلایا ہے پر یہ نہین معلوم کہ وہان

ان کو کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ تم کو معلوم ہو گیا ہو تو مجھکو ضرور لکھو زیادہ کیا لکھون
کیون ظہیر الدین کیا مین اس لایق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھکو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط مین اپنے
ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا۔ حکیم غلام نجف خان خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی تب وشتاب
کو خبر نہین اس بندگی کے آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۳ء

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی سے نفرت ہے
ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تا اہل میری موت ہے مین کبھی اس گرفتاری سے خوش نہین رہا دنیا
جانے مین ایک سبکی اور ذلت بھی اگرچہ مجھکو دولت تنہائی میسر آجاتی۔ لیکن اس تنہائی چند روزہ
اور تجرید مستعار کی کیا خوشی خدا نے لاولد رکھا تھا شکر بجا لاتا خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا یہ
بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے یعنی جس لوہے کا طوق اسی لوہے کی دو ہتکڑیان بھی
پڑ گئین خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت
یہان آئے کیا کہون کہ انکے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے۔ خدا ان کو زندہ رکھے میان
مین کثیر الاحباب شخص ہون۔ سینکڑون بلکہ ہزارون دوست اس باسٹھ برس مین مر گئے
خصوصاً اس فتنہ و آشوب مین تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھکو جو دوست
اب باقی ہین بہت عزیز ہین۔ واللہ دعا مانگتا ہون کہ اب ان احباب مین سے کوئی میرے
سامنے نہ مرے۔ کیا معنی کہ جو مین مرون کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو
دنیا مین ہو۔ مصطفے خان کا حال سنا ہوگا خدا کرے مرافعہ مین چھوٹ جائے ورنہ حبس
ہفت سالہ کی تاب اس نازپرورد مین کہان۔ احمد حسین میکش کا حال کچھ تم کو معلوم ہے
یا نہین مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر مین تھا ہی نہین۔ پنشن کی درخواست دے
رکھی ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہان دو باتین ہین ایک تو یہ کہ میری صنائی

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چولہے دلدر نہ ہوگا۔ مجکو میری جان کی قسم اگر مین تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل مین کیسا فارغ البال اور خوش حال رہتا یہ بھی خبط ہی جو مین کہہ رہا ہون۔ خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا نہ ہوگا۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجدید صورت اجراے پنشن مین سوچتا ہون اور وہ موہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجکو مزا دیتا ہی ؎

نہ شام ما را سحر نویدی نہ صبح ما را دم سپیدی + چو حاصل ماست نا امیدی غبار دنیا بفرق عقبےٰ

اسوقت جی تم سے باتین کرنے کو چاہا جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا زیادہ کیا لکھون۔ از غالب۔

بنام حکیم غلام نجف خان

جان و جانان و از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالےٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس مین عزیز بھی تھے یہ سب وہان سے نکالے گئے۔ مگر صورت نہین معلوم کہ کیون کر نکلے۔ پیادہ یا سوار تہی دست یا مالدار۔ مستورات کو تو رتھین دے دین تھین۔ ذکور کا حال کیا ہوا اور پھر وہان سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہان رہے اور کہان رہین گے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہین یا نہین۔ رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جبر کسر کی توقع ہے یا نہین۔ تفضل حسین خان کا حال خصوصاً۔ اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خان مرحوم کا خویش ہے اُس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہین اذعانی ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بانفراد لکھیے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضروری فرمائیے اور بان صاحب آپ جانتے ہون گے۔ علی محمد خان کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خان کا خویش ہے اگر کچھ اُس کا بھی ذکر سنا ہو تو مین اُسکا خیر طلب ہون۔ غالب۔ جواب طلب۔

ایضاً بھائی تمہارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیر زمان خان نے دیا ہوگا۔ بہ ظہیر الدین خان نے تم سے کہا ہوگا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمہارے آنے کی ٹھہری یا نہیں۔ بعد تیس کوس لعد آدھ کوس کا برابر ہے میری جان تم ہنوز دو دھ جانتے ہو مجکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا باجازت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کرون کیون کر وہان آؤن شہر مین تم ہوتے تو جرات کرکے تمہارے پاس چلا آتا۔ شیر زمان خان صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤن گا مگر نہین آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا نہین اگر تم سے ملین تو میرا سلام کہنا اور اُن کو میرے پاس بھیج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجکو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہان غلام فخر الدین خان کی رہائی زندگی دوبارہ ہے خدا تم کو مبارک کرے۔ سنا لوہارو بھی اُن دونون صاحبون کو مل گیا یہ بھی ایک تہنیت ہے خدا سب کا بھلا کرے مجکو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر مین تم کہان تھے۔ جو مناسب ہوا وہ کہا گیا دو ایک خط آمد ولایت مین نے پڑہلئے تفصیل لکھ نہین سکتا۔ انداز ادا سے پنشن کا بحال و برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ۱۵ مہینے پچھلے ملتے نظر نہین آتے۔ میان یہ الور مین کیا فساد برپا ہوا ہے خدا خیر کرے واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جاوے اُس سے مجکو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری دعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی۔ تم جداگانہ خط کیون نہ لکھا کرو۔ خط لکھا اور بیرنگ یا پوست پیڈ جسطرح چاہا اپنے آدمی کے ہاتھ ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہین ڈاک گھر میرے گھر کے پاس۔ ڈاک منشی میرا آشنا اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہین وہ لو مان سنگی مضبوط کاغذ کا

لفافہ کرو اور بیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر مین بھجوا دو۔ اور اپنے خط مین جو حال شہر مین سنا ہو وہ مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خان کو دعا کہنا اب میرا حال سنو تعظیم و توقیر بہت ملاقاتین تین ہوئی ہین ایک مکان کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہے رہنے کو ملا ہے یہان پتھر تو دوا کو بھی میسر نہین خشتی مکان گنتی کے ہین کچی دیوارین اور کھپریل سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے مجکو مکان ملے ہین وہ بھی ایسے ہین ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہین آئی مین خود اُن سے ابتدا نہ کرونگا وہ بھی مجھ سے بالمشافہہ نہ کہین گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کہتے ہین اور کیا مقرر کرتے ہین مین سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک جمعہ آٹھوان دن میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہین ہوا۔ کھانا دونون وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو کافی ہوتا ہے غذا میرے بھی خلاف طبع نہین۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کرون ایک دریا ہے کوسی سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے صاف سبک گوارا سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن مین قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہون صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہان ایک عنایت دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ ۳۔ فروری ۱۸۶۰ء

ایضاً میان تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴۔ فروری صبح کے وقت یہ لفافہ پہنچا اور اُسی وقت پڑھوایا گیا خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہین یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اُس کا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرتر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہی عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد فرمائین گے از کنپ لودھیانہ ۲۸۔ جنوری ۱۸۶۰ء۔ یہان کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ

گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاہتے ہین مرادآباد یہان سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن مین پھر آئین گے اگر ان کی ملاقات کو مرادآباد جائین گے مین بھی ساتھ جاؤن گا۔ اگرچہ گورنر غرب وشمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہین مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو قصہ ہوگا تمہین لکھون گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر مین خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہون گویا تمہاری اُستانی کو لکھتا ہون کیا تم سے اتنا نہین ہوسکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ۔ اب ان کو خیال ہوگا کہ انگریزی خط مین کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ مین لیے جاؤ اور حرف بحرف پڑھ سناؤ۔ لڑکے دونون اچھی طرح ہین کبھی میرا دل بہلاتے ہین کبھی مجکو ستاتے ہین۔ بکریان کبوتر بٹیرین۔ تکل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے کر دس دن مین اُٹھا ڈالے۔ پھر پرسون چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو۔ ایک روپیہ دونون کو قرض حسنہ دیا گیا۔ آج ۱۴ ہے مہینا دور ہے۔ دیکھیے کے بار قرض لین گے۔ یہانتک نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تمکو لکھونگا اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ہان بھائی یہ بھی گھر مین پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی مین نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴۔ فروری سنہ ۱۸۶۰ء۔

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین کا آگرہ جانا میرا خط اُس کا موسومہ تمہارے پاس پہنچنا اور اُس کا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی دادی کا بعارضہ سرفہ وسعال رنجور ہونا۔ کدارناتھ کا مجھ سے خفا ہونا مکان کے رہنے کی اجازت کا مانگنا فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیون کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا۔ اُس کی دادی اس موسم مین ہمیشہ ان امراض مین مبتلا ہوجاتی ہے۔ ایک نسخہ اُس کے پاس ماء اللحم کا ہے وہ کھچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا

روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائے گا خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میر ہاشم کو نہ دیا اور چھٹا حصہ کانہ بانٹا مکان کے رہ گئے کو اور کس طرح لکھوں۔ شہاب الدین خان کو لکھا شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہوں ستمبر کے صبر دے آیا ہوں۔ اکتوبر نومبر دسمبر یہ حصہ آ کر دون گا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہہ یہان سے بطریق ہنڈوی بھیج دونگا۔ اسمعیل خان صاحب کو میری دعا کہو اور سیکہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دین اور حویلی کے پاے خانہ کی صورت درست کروا دین۔ ہاے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میان فضل حسن میرے مربی و محسن ہنین اور پھر واے محرومی کہ مطلب براری نہ ہو خدا کرے نہ ہو۔ لونڈون کا احسان زہر قاتل ہے فضل اللہ خان میرا بھائی ہے اس کا احسان مجھکو گوارا سو بار اس سے کہا اور ہزار بار کہون گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا اب آپ اس سے زنہار نہ کہیے گا نہ لکھیے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو والا۔ نواب صاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائیں گے جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین۔ نجات کا طالب غالب۔ یکشنبہ ۱۲۔ نومبر ۱۸۶۰ء۔ صبح کا وقت۔

ایضاً شنبہ ۴۔ ذی قعدہ یکم اپریل۔ میان تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر لیکن میرا حال سن لو اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو پہلے ظہیر دلپذیر کا خط آیا پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے دن ڈاک مین بھجوایا۔ مضمون بہ تغیر الفاظ یہ تم جو پھوڑے پھنسی مین مبتلا رہتے ہو اس کا سبب یہ کہ مجھ مین تمہارا لہو ملتا ہے اور مین احتراق خون کا مبتلا ہون۔ پھر تمہارا خط آیا تیسرے دن اس کا جواب بھجوا دیا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہان پہنچتے ہی مجھکو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہین خط دونون بیرنگ تھے یہان کے ڈاک گھر مین ممکن نہین کہ میرے وہ دونون خط رہ گئے ہون۔ شیخوپور کی ڈاک کے ہرکارون نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور۔ البتہ سر نامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا محلہ کا نام نہ تھا شاید اس

سبب سے خط نہ پہنچا ہو۔ ایسے وقت تمہارا خط آیا مین نے لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھین۔ اب عنایت نامہ
کو تمہارے گھر بھیجتا ہون اور بھیجوا منگواتا ہون کہ پتا وہان سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت نامہ
آیا۔ اب یہ پرزہ لایا ہے پتہ سرنامہ پر لکھتا ہون مگر ڈاک کا وقت نہین رہا۔ کل بھیج دونگا۔ حکیم میان
خان کو دعا۔ بیٹا اب اس وقت مجھ مین دم نہین دعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ یہ
لکھ آیا ہون بھیج چکا ہون۔ جھوٹے پر لعنت تو بھی کہہ بیش باد۔ نواب مصطفیٰ خان کل شہر مین آئے
مع قبائل آئے ہین۔ ذی قعدہ مین چھوٹے لڑکون کی ختنہ اور ذی الحجہ مین محمد علی خان کی شادی
کرین گے۔ آج پانچوان دن ہے شہر مین مرغ کے انڈے برابر اولے پڑے کہین کہین اس
بڑے بھی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے دربار کیا۔ میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری تمنا سے
زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میان آج صبح کو تم آئے تھے مین اس ٹکٹ کے قصہ مین الجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا
اب میر عنایت حسین صاحب تمہارے پاس پہنچتے ہین جس امر مین یہ تم سے کوشش چاہین تمکو
میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہین ہے مگر درصورت
سعی خدا کے ہان سے تمکو بڑا اجر ملے گا اور مین تمہارا ممنون ہون گا۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً میان مین تم سے رخصت ہو کر اس دن مرادنگر مین رہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ
پہنچا۔ نواب مصطفیٰ خان نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ ۱۲ جنوری یہان مقام ہے۔ نو بج گئے مین
بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون مفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا۔ کل شاہجہانپور۔ پرسون
گڈھ مکتیسر رہون گا۔ مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھون گا۔ لڑکون کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے انکی
دادی کو بھجوا دیے ہین۔ تم اس اپنے نام کے خط کو لے کر ڈیوڑھی پر جانا اور استانی جی کو پڑھ کر سنا دینا
اور خیر و عافیت کہہ دینا۔ جناب خانصاحب کو میرا سلام نیاز۔ اور ظہیر الدین احمد کو دعا کہہ دینا۔ ہان

بھائی مین از روے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہون۔ اب جو شخص تم سے پوچھا
کرے اُس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور
کوئی تذبذب مین نہ رہے۔ مرقومہ جاشتگاہ شنبہ ۲۱۔ جنوری۔

ایضاً برخوردار حکیم غلام نجف خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے۔ بدھ کا دن پہر بھر دن
چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مراد آباد پہنچا ۲۰۔ جمادی الاول کی اور ۱۱۔ اکتوبر کی ہے۔ دونون
لڑکے دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھے ہین اب آئے جاتے ہین۔ رات بخیر گزرے
بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائین گے۔ گھبرایا ہوا ہون تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو۔ لڑکے بخیر و عافیت
ہین اپنی اُستانی سے کہہ دینا مرزا شہاب الدین خان کو نواب ضیاء الدین کو سلام۔ میرا رقعہ ان دونون صاحبون
کو پڑھا دینا۔ ضرور ضرور۔ ظہیر الدین دعا سے خفا ہوگا اُس کو میری بندگی کہنا ۔ غالب ۔

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب

پنجشنبہ ۲۔ نومبر ۱۸۶۵ء۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے
کہو میان تمہارا مزاج کیسا ہے اور تمہارے بھائی مرزا تفضل حسین خان کیسے ہین اگر ملو تو میری
دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ تمہارا خط میرے
خط کے جواب مین تھا اُس مین اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی سنو میان ظہیر الدین تم اپنی
دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور اُن سے میری اور دونون لڑکون کی خیر و عافیت کہو۔ اور پوچھو
کہ شہاب الدین خان نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپیے پہنچا دیے یا نہین۔ کدارناتھ
ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہین۔ اچھا میرا بیٹا یہ دونون باتین
اپنی دادی سے پوچھ کر جلد مجکو لکھو دیر نہ کیجیو خط کے جواب کا طالب فقیر غالب

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خان بنام نجم الدین حیدر صاحب عم الشان

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دو جہان کے حضور مین کورنش و تسلیم پہنچاتا ہون اور ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہون۔ سبحان اللہ کیا توپ جس کی آواز سے رعد کا دم بند۔ اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج۔ گولہ اُس کا خدا کا قہر دھوان اُس کا دریاے عشق کی لہر۔ استغفر اللہ کیا باتین کرتا ہون جھوٹ سے دفتر بھرتا ہون۔ کیسی رنجک کیسا دھوان کیسا گراب۔ یہ وہ توپ ہے کہ بغیران عوارض کے صرف اُس کی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہوجائے نہ بارود ہو تو رنجک اڑے آگ دہکائین تو دھوان ہو گولہ چھرا کچھ اُس مین بھرین تو خطا نہ کرے جہان کہین نشان ہو۔ صرف اُس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اُس مین یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن سنے تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صداے صور سے دونا ہے مگر ہمین یہی کہتے بن آتا ہے کہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہے دیکھو تو کیسی ندرت ہے۔ توپ کا گولہ توپ ہی مین رہ جائے اور جو طعمہ روبرو آئے وہ ڈہ جائے۔ دانا آدمی اسے زنجیری گولا کہتا ہے کہ توپ مین سے نکل کر پھر وہین اُلجھ رہتا ہے۔ اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کہان سے آئی۔ جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر مین جابجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عز و کرامت رکھے۔

بنام نواب میر ابراہیم علی خان صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمت گذاری مین درنگ واقع ہو جاے تو معاف رہون۔ قاصر کبھی نہ رہون گا انشاء اللہ العظیم۔ دو غزلون مین سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچی ہے دوسری غزل ہفتہ آیندہ مین پہنچ جائے گی۔ ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس

کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علی خان کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ
آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی پہنچیں۔ دیکھیے اس سہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں مزا اس
میں ہے کہ اب یہ بھی یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید
اس بندہ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گی۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میرے صاحب
کی طرح میرے پاس بھیج دے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اُن غزلوں کو
جو اب آئی ہیں دیکھوں گا۔ یہ اکتر برس کی عمر کی خوبی ہے۔ اب میر صاحب قبلہ کو خط پڑھوا
دیجیے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء۔

ایضاً سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خان بہادر کو غالب علیشاہ کا سلام۔ وہ غزل
جس کا مطلع یہ ہے ع بس شوق قتل سے ہے الخ گم ہو گئی ہے پھر لکھ کر بھیجیے اور قصور معاف
کیجیے یہ غزل جو اس غزل کے بعد بھیجی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ میر صاحب قبلہ
سید عالم علی خان بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو
جاؤں گا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحساب جنتری ۲۷۔ اور از روے رویت ۲۶ رجب
کی ہے۔ غزلیں ان کی موجود۔ مگر بھیج نہیں سکتا آپ میری بے گناہی کے گواہ رہیں۔ قبلہ ضعف
نے مضمحل کر دیا ہے۔ حواس بجا نہیں۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہتّرواں برس
شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض۔ صبح کو یاں سات بادام کا شیرہ۔ ۱۲ بجے
آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ہاں حضرت جناب حکیم سید احمد حسن
صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث توزع
ضمیر ہے۔ متوقع ہوں کہ اُس فساد کے رفع ہونے سے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشیے
اور اس خط کا جواب مع رسید غزل جلد ارسال فرمائیے گا۔ اسد بے دستگاہ پنجم دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہون ۔

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خان صاحب کو بندگی۔ غزل پہنچی۔ خط اندوہ افزا بیرنگ بھیجا ہے۔ قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خان صاحب ہم پر کیون خفا ہین کہ اپنی غزل نہین بھیجتے یہ امر اُن کے خاطر نشان ہوجائے کہ غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت بجالانے کو آمادہ ہے۔ جواب کا طالب غالب ۔ نہم ربیع الثانی ۱۲۸۲ ہجری ۔

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودی تسلیم و بجناب میر ابراہیم علی خان بہادر کورنش مقبول باد۔ تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی اور مین نے رسید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپ کو اُس کے پہنچنے مین تردد ہے۔ امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر منشی میان داد خان کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے وہ بھی پہنچی ہوگی۔ دونون غزلین بعد اصلاح کے بھیجتا ہون۔ اپنی غزل آپ لے لین اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کردین۔ نجات کا طالب غالب۔ جمعہ ۱۷ اگست ۱۸۶۵ء

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب و قبلہ والا مناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علیخان بہادر مدظلہ العالی۔ بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خان صاحب مدظلہ العالی کی تحریر ست معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کرکے اکمل الاخبار مین مین نے چھپوادی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہون نے یہان بھیجا تھا وہ بھی چھپوادیا۔ اور تین قطعے تاریخی بہاری لال منتظم اور میر فخرالدین مہتمم مطبع نے جو یہان تاریخین لکھین تھین وہ چھپوادین۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہون

رباعی

حق داد بہ سید ز پے انعامش
فرخ پسرے کہ واجب است اکرامش
تاریخ ولادتش بوونے کم و بیش
ارشاد حسین خان کہ باشد نامش

قطعۂ غالب حال سنین ہجری	معلوم کن از خجستہ فرزند
چون یکصد و بست و چار ماند	این ست شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ھ مین جب خجستہ فرزند کے اعداد مین سے ۱۲۰۵ لے لیے تو ایک سو چوبیس بچتے ہین اُن کو مین نے دعاے عمر مولود قرار دیا حق تعالیٰ اس مولود کو تمہارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یا رب یہ ایک خط جو مجکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہار آشنائی ہے۔ میری طرف سے یہ بے حیائی ہے کہ مجکو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہین آتی۔ سونچتا ہون کوئی بات یاد نہین آتی۔ خانہ نسیان خراب عشرہ قتالہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہون شاید اگر جیون گا تو اس کا بھی مجکو علم نہ رہے گا کہ مین کون ہون اور کیا ہون ۶۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری مین سے سامعہ و شامہ باطل حواس باطنی مین سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہین۔ خدایا کیا اس عمر مین سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہین حیران ہون کہ آپ کو سید لکھون مولوی لکھون خان لکھون خط مین تو خیر کچھ لکھ دونگا خط کا کیا عنوان لکھون بندہ پرور فقیر معاف رہے حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے۔ مولوی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہون بلکہ اُن کا احسان مانتا ہون کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے رہتے ہین گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجکو یاد دلاتے رہتے ہین نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائین اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانا یاد نہ دلائین بہر حال تمہارا دعاگو ہون خیر۔ جو ہون اس خط کے جواب مین ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤن۔ کب ملے تھے کے ملاقاتین ہوئی تھین یہ سب مدارج جان جاؤن۔ نثر کے

شیوہ و انداز کا تو ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو تو تخلص کیا ہے۔ نامہ نگار کا حال بسبیل اجمال یہ ہے کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں لوجہ کام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں بیوفائی کا داغ نہیں لگا ہے پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں۔ دیکھیے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ یہ مکرم مخدوم آپ کے ہم نام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالی مقام ظاہر بہت درویش نواز ہیں کہ اس گم نام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے سلام باشتیاق تمام پہنچائیے۔ والسلام۔ راقم جواب نامہ کا طالب۔ اسد اللہ۔ المتخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خان صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعاگو ہے۔ تمہاری نثر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگذاری منظور ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا ✦ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۶۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ ضعف دماغ کی فکر مرگ غم عقبےٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں میں اب وہ نہیں ہوں۔ نظم و نثر کا کام صرف ۵۰ برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی رخشندگی کہاں۔ بوڑھا پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں دلوا سکتا۔ بہرحال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیج دیا کریں یہاں سے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کرے گا۔ غالب ۲۱۔ ستمبر سنہ ۶۰ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب تمام امت مرحومہ محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ جب آپ مجکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپ کو کیا لکھوں۔ خدا کے واسطے غور کیجیے کہ قبلہ قبلہ اور کعبہ کعبہ یہ کیا ترتیب ہے چونکہ آپ نے مجھے اُستاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے۔ زنہار قبلہ قبلہ کبھی نہ لکھیے گا یہ سوء ادب ہے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ۔ آپ کا عطوفت نامہ پہنچا میرے

پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور اس کی دیر رسی کا سبب مجکو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھون گا۔ اب آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہین ہے۔ دو باتین جس خط کا جواب نہین پہنچا اُس کو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف ہوئے اور میرے پاس نہین پہنچے ٥ بہارِ گلستانِ احمد حسن ٭۔ یہ سجع کیا بُرا ہے ٥ دلِ حیدر و جانِ احمد حسن ٭ - یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہین دونون مین ایک سجع مہر پر کھدوا لیجیے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غالب ۱۹۔ ذی الحجہ

ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہون دونون غزلین پہنچتی ہین جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف اسمی ہے اُن کو میرا سلام کہیے اور کہیے کہ حضرت جناب مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات مین رہے۔ کورٹ مین مقدمہ پیش ہوا روبکاریان ہوئین۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا۔ نوکری موقوف۔ جائداد ضبط۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے۔ فنانشل کمشنر اور لفٹننٹ گورنر نے از راہ ترحم نصف جائداد واگذاشت کی۔ اب نصف جائداد پر قابض ہین۔ اپنی حویلی مین رہتے ہین۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے۔ اگرچہ یہ امداد اُنکی گزارے کو کافی ہے کس واسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپیہ مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش صہبائی کی اولاد اُن کی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہین لہذا فراغ بال سے نہین گزرتی ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے۔ عشرہ ثامنہ کے اواخر مین ہین۔ خدا سلامت رکھے غنیمت ہین۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۹۔ جنوری ۱۸۶۲ء۔

ایضاً سید صاحب و قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا پس و پیش ایک رافت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیخان صاحب بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علی خان بہادر کا پہنچا مین علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد لیکن بوڑھا ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و سامان خدمت بجا لانے مین عذر کرون تو گنہگار۔ درنگ و توقف کا مضائقہ نہین لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو۔ این دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد۔ بادشاہ کے دم تک یہ باتین تھین۔ خود میان کالے صاحب مغفور کا گھر اسطرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا سونے کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا۔ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا کیا ایک اچھے گانو کی آبادی تھی۔ اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع مین سکونت پزیر تھے۔ اب ایک جنگل ہے اور میدان مین قبر اس کے سوا کچھ نہین۔ وہان کے رہنے والے اگر گولی سے بچے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہان ہین۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے اب جب وہ لوگ ہی نہین تو کس سے پوچھون۔ کیا کرون کہین سے یہ مدعا حاصل نہ ہوسکے گا۔ سید صاحب قبلہ کیون تکلیف کرتی ہین اگر یہی مرضی ہے تو اتحاف واہدا تکلف محض ہے۔ فقیر بے سوال ہون اگر کچھ بھیج دینگے رد نہ کرونگا۔ کم و بیش پر نظر نہ کرین جتنے کا چاہین نوٹ خط مین لپیٹ کر بھیج دین۔ والسلام

از اسد اللہ۔ روز سہ شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد تین برس عوارض احتراق خون مین ایسا مبتلا رہا ہون کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہین رہی۔ آپ کے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفےٰ خان کا آنا مجکو یاد ہے یقین کرتا ہون کہ انہون نے ازروے مشاہدہ میری خستگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا۔ اب مین اپنی زبان سے یہ کیون کر کہون کہ اچھا ہون مگر بیمار اور عوارض مین گرفتار نہین ہون۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان۔ فلک زدہ آدمی ہون عہد کرتا ہون کہ جب آپ کا خط آئے گا اُس کا جواب لکھون گا۔ جب غزل آئے گی اُس کو دیکھ کر پھر بھیجون گا۔ مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہون یہ خط تو مصطفےٰ خان سوداگر کو بھیجے دیتا ہون

وہ آپ کو بھجوا دین گے۔ آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک مین آئے اُس مین مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ء

ایضاً حضرت پیر و مرشد ان دنون مین اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہون یا ارشاد کے جواب ادا نہ ہوئے ہون تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو ؎

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب ✦ انچہ از پاے نیامد ز عصاے آمد

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہون۔ رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعاگوے دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔ بعد انقضاے بزم عازم وطن ہوا۔ ہشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ مین بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون۔ جواب خطوط مجمعہ لکھ سکتا ہون۔ بہر حال ایسا ہون۔ نواب میر جعفر علی خان مبرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ ؎

این سلسلہ از طلاے ناب ست ✦ این خانہ تمام آفتاب ست

نواب میر غلام بابا خان میرے دوست اور میرے محسن ہین۔ راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہمدگر جاری ہے۔ آپ کا حکم نے تکلف مانونگا جناب میر ابراہیم علی خان صاحب اور حضرت میر علیخان صاحب کی خدمتگذاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا۔ اس وقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہون۔ پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئیگا تب فقیر حکم بجالائے گا۔ اسد اللہ۔ چارشنبہ ۱۷ جنوری ۱۸۶۶ء

ایضاً پیر و مرشد آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے ضعف نہایت کو پہنچ گیا۔ رعشہ پیدا ہوگیا بینائی مین بڑا فتور پڑا جو اس مختل ہو گئے۔ جہان تک ہو سکا احباب کی خدمت بجالایا۔ اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔

کہتے ہین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کے خدا نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کر دی تھی مین متوقع ہون کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار مجھ پر معاف کرین خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکے گا لکھ دیا کرون گا۔ زیادہ حد ادب۔ راقم اسد اللہ خان غالب۔ ۸۔ اپریل ۱۸۶۶ء۔

ایضاً پیر و مرشد کیم محرم کا خط کل ۱۸۔ محرم کو پہنچا آج ۱۹۔ کو جواب لکھتا ہون۔ آپ پر اور میر ابراہیم علیخان پر میری جان نثار ہے۔ مضے مامضے۔ اب ایک ایک غزل آپ تینون صاحب بھیج دیا کیجیے۔ اسی طرح مین فردا فردا بعد اصلاح بھیج دیا کرون گا۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرۂ منظومہ ارسال نہ فرمایئے گا۔ اُسکی اصلاح میری حد وسع سے باہر ہے۔ میرا شیوہ نہین ہے خط بیرنگ بھیجنا۔ یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہون۔ کہتے ہین کہ پیڈ کے تلف ہونے کا احتمال ہے۔ اور بیرنگ کا نہین۔ اسد اللہ۔ شنبہ۔ دوم جون ۱۸۶۶ء۔

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارہ نے کل دو خط ایک بار پہنچائے۔ ایک آپ کا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علیخان کا خط مع غزل۔ آج تین باتین ضروری لکھنی تھین۔ اس واسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہون۔ ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہون نہ اس کو پھاڑ سکون نہ پانی مین دھو سکون شہیدی کی غزل ان قافیون مین بہ تغیر ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیون کا باندھنا ہرگز نہ چاہیے۔ آپ اور غزل لکھیے اس کو ہرگز دیوان مین نہ رکھیے۔ یہ بھی اس ضمن مین لکھنا مناسب ہے کہ میر ابراہیم علی خان صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط مین لکھ بھیجی آپ اپنے خط مین کس راہ سے لکھتے ہین کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہین۔ اسی فصل مین یہ بھی اطلاع دیتا ہون کہ آپ کی یہ غزل سلام رسوئے اور نہار سوئے اور تاریخ ہاے بناے مسجد دیکھ کر اور اصلاح دے کر آج پانچوان دن ہے کہ ڈاک مین بھیج چکا ہون اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید صاحب کا حال مفصل لکھیے ارسا کئے لاکھ کا ملک بڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے کہ اُن سے دو لاکھ روپیہ

نذرانہ مانگا جاتا ہے۔ آگے اس راج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مکرم متمول تھے اور بہت حاصل جاگیریں رکھتے تھے۔ سید ابراہیم علیخان صاحب اسی خاندان میں سے ہیں اور ہاں یہ بھی لکھیے کہ میر عالم علیخان کون ہے اور آپ کو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب نوٹ بھیجے تو اول کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجے گا۔ میرے نام کا لفافہ جس شہر سے چلے اُسی شہر کے ڈاک گھر میں رہجائے تو رہجائے ورنہ دلی کے ڈاک خانہ میں پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت یہ آپ کے جد امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تواتر و رود اشعار پھر یہ بخار کہ سو روپیہ کے نوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخان صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

علی علی جو کہا تا سحر تو یون سمجھے که ذوالفقار سے کٹتی ہے اب ہماری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہون اور آپ اُس کا تقاضا کیے جاتے ہین۔ غزلین آپ کی برستی ہین کہان تک دیکھون۔ آپ کی غزلون کے ساتھ اور غزلین بھی گم ہوجاتی ہین۔ بہتر برس کا آدمی رنجور دائمی۔ غذا یک قلم مفقود۔ آٹھ پہر مین ایک بار آب گوشت پی لیتا ہون۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ۔ آنکھ کی بینائی مین فرق ہاتھ کی گیرائی مین فرق رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہان جو کاغذ رکھا وہین رہا۔ میر عالم علی خان صاحب کی دو غزلین آئی ہوئی کہین رکھ کے بھول گیا ہون خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپ کے خط مین پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا معاً خرچ ہوا۔ اُن کی ایک غزل ساری رات ہماری رات جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہون بعد اصلاح بھیج چکا ہون اور کوئی غزل ان کی اب میرے پاس نہین۔ اور جناب میر عالم علی خان صاحب کی دو غزلین یاد ہے کہ آئی ہین۔ اگر مل جائین گی تو بعد اصلاح بھیجون گا۔ آپ کی غزلین شمار سے باہر ہین بکس مین دیکھون گا۔ کتابون مین ڈھونڈھون گا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونون سید صاحب اس کا

التزام کرین کہ ایک غزل اپنے خط مین بھیجین جب وہ غزل اور اُس خط کا جواب پہنچ جائے تب دوسری غزل خط مین ملفوف ہوکر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو۔ آپ یہ میرا خط خود پڑھیں اور دونون سید صاحبونکو پڑھوا دین از روے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون۔ اسد یکم نگ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ع

ایضاً سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جان کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے آگے ناتوان تھا اب نیم جان ہون خط نہین لکھ سکتا۔ ایک لڑکے سے یہ چند سطرین لکھوا دین ہین جو مین کہتا گیا ہون وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہین اور بزرگ ہین میرے حق مین دعا کرین کہ اب تہتر برس سے آگے نہ بڑہون۔ اور اگر کچھ زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ تھوڑی سی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستون کی خدمت بجالاتا رہون۔ غالب ۳۔ جولائی سنہ ۱۸۶۶ع

ایضاً جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جان کی بندگی مقبول ہو اور عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخان بہادر کی خدمت مین میری بندگی عرض کرین۔ بارے بصورت تصویر دونون صاحبون کی خدمت مین میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت مین چلنا پھرنا خدمت بجالانی نہین ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر رہون گا عنایت کی نظر رہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہان اس مہینے مین لڑکا پیدا ہونے والا ہے مجکو تاریخ تولد کا خیال رہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کرون گا تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہوگی وہ بھیج دونگا۔ اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی غزلون کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہی جس مہینے تک مین زندہ ہون اس مہینے تک خدمت بجالاؤنگا۔ ۱ جولائی سنہ ۱۸۶۶ع

بنام تفضل حسین خان صاحب

کیون صاحب یہ بچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و اُستادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار بان کی چیز ہوتی اور مین تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سودہ بھی مین یہ نہین کہتا کہ مجکو دے ڈالو تم کو مبارک رہے مجکو مستعار دو مین اُس کو دیکھ لون پھر تم کو واپس بھیج دون۔ اس طرح کی طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے کہ مجکو جھوٹا جانتے ہو۔ میرا اعتبار نہین یا یہ کہ مجکو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے آدمی کو دے دو۔ باللہ واللہ اُس مین سے جو میرے پاس نہین ہے نقل کر کے تم کو بھیج دون گا۔ اگر تم کو واپس نہ دون تو مجھ پر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تم کو آفرین ہے۔ غالب۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہے غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے
سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اس مین دم کیا ہے

علاقہ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوند غلامی جناب مرتضی علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہون کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی اُس کے اجارے مین آئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے اپنے کو بیگانہ محض سمجھین۔ البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہین اگر سمجھین سلام کے جواب مین خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جس مین مین نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو احیاناً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجیے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اُس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا۔ ہاے میجر جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ اُس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان مین شعر کہنے کی رغبت دلوتا یہ بھی

نہین مین ہے کہ جن کا مین ماتمی ہون۔ ہزار ہا دوست مر گئے کس کو یاد کرون اور کس سے فریاد کرون۔ جیون تو کوئی غمخوار نہین مرون تو کوئی عزادار نہین۔ غزلین آپ کی دیکھین سبحان اللہ چشم بد دور۔ اُردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی مین کم نہین مشق شرط ہی اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے۔ میر تو گویا بقول طالب آملی اب یہ حال ہے۔ ؎

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ✦ دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

جب اپنے بغیر خط کے بھیجے خط مجکو لکھا ہو تو کیون کر مجکو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ مین نے سنا تھا آپ کہین کے صدر امین ہین۔ پھر اکبر آباد مین کیون خانہ نشین ہین۔ اس ہنگامہ مین آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی۔ راجہ بلوان سنگہ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہان ہین اور وہ دو ہزار روپیہ مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہین ہاے لکھنو کچھ نہین کھلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہان گئے۔ خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے گمان کرتا ہون کہ بہ نسبت میرے تم کو کچھ زیادہ آگہی ہوگی امیدوار ہون کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر مجہول نہ رہے۔ پتا مسکن مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہین معلوم۔ ظاہرا اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور اُن کے اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا جس مین آپ کے خط کی اُنہون نے نوید لکھی تھی۔ والسلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روے تحریر مرزا تفتہ آپ کا چھ کتابون کی تزئین کی طرف متوجہ ہونا۔ معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش نے دو بار لکھا کہ مین باجمال لکھتا ہون مفصل مرزا حاتم علی صاحب نے لکھا ہوگا۔ یارب اُن کے دو خط آگئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوتا تو اُن کا خط کیون نہ آتا۔ اپنے حسن اعتقاد سے یون سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضاے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیے تو مجکو لکھنا کیا ضرور

ہے مگر اس کو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں۔ مطبع اخبار آفتاب عالم تاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ء
حال سے حکیم حسن اسد خان کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار ایک بار بھجوا دینا۔ اور آیندہ ہر ہفتہ کے
ارسال کا طور ٹھہرا دینا۔ کیوں صاحب یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اُس
کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی۔ ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں
یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں۔ کیا اُنہوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا
ہر چند عقل دوڑائی کوئی ڈھنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی۔ اب حصول مدعا سے قطع نظر میں یہ سوچ
رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب
کیا لکھتے ہیں میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آجاتا۔ کوئی عذر ایسا
میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ میں تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

ایضاً صاحب میرے عہدہ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجیے۔ پریوں کو تسخیر کیا کیجیے۔
مثنوی پہنچی جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب بول چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف
حبشیوں کا استغاثہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا
بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا مگر ہاں اس راہ سے کہ مستحق کرامت گنہگارانند
بخشش کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا نثر ہے۔ اور مضمون اشکال
کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں میرے
مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لے لیا ہے اُس میں رہتے ہیں اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا
پتا لکھ دینا۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم رہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام
اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ دو روز سے شعاع
مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو اب ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو

تو پہر چھ گھڑی کی نشست ہر روز رہتی ہے ابھی یہین سے اُٹھ کر گئے ہین۔ تم کو سلام کہتے ہین اور شعاع مہر کے مدلح اور بیان بخشایش کے مشتاق ہین ؛

ایضاً جناب مرزا صاحب آپ کا غم فزا نامہ پہنچا مین نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا اُنہون نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپ کا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُس کی اطاعت اور تمہاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا مین فردوسی اور فقرا مین حسن بصری اور عشاق مین مجنون یہ تین آدمی تین فن مین سر دفتر اور پیشوا ہین۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنون کی ہمطرحی نصیب ہو لیلی اُس کے سامنے مری تھی۔ تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مری بلکہ تم اُس سے بڑھکر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر مین اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر مین مری۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہین جس پر مرتے ہین اُس کو مار رکھتے ہین۔ مین بھی مغل بچہ ہون۔ عمر بھر مین ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو مین نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا اُن دونون کو بخشے اور ہم تم دونون کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہین مغفرت کرے۔ چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ باآنکہ یہ کوچہ چھٹ گیا۔ اس فن سے مین بیگانہ محض ہوگیا ہون لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائین یاد آتی ہین۔ اُس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولونگا۔ جانتا ہون کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامۂ عشق مجازی چھوڑو

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی ؛ عشق محمد بس ست و آل محمد

اللہ بس ماسوی ہوس

ایضاً شرط اسلام بود ورزش ایمان بغیب ؛ اے تو غایب ز نظر مہر تو ایمان من ست

حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخان عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُس کا منشا کیا ہے کبھی مین نے بزم احباب مین کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سنتا ہون کہ

وہ طرحداری کا ذکر مین نے مغل جان سے سُنا تھا جس زمانہ مین کہ وہ نواب حامد علیخان کے نوکر تھے اور اُس مین مجھ مین بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہرون اختلاط ہوا کرتے تھے۔ اُس نے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھائے۔ بہر حال تمہارا حلیہ دیکھکر تمہارے کشیدہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا ہو کس واسطے میرا قد بھی درازی مین انگشت نما ہے۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا کس واسطے کہ جب مین جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو بھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے۔ ہان مجکو رشک آیا اور مین نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی خوب گھٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آگئے۔ کیا کہون جی پر کیا گزری۔ بقول

شیخ علی حزین ؎

تا دسترسم بود زدم چاک گریبان شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب ڈاڑھی موچھ مین بال سفید آگئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالون پر نظر آنے لگے اس سے بڑھکر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسی بھی چھوڑدی اور ڈاڑھی بھی مگر یہ یاد رکھیے کہ اس بھونڈے شہر مین ایک وردی ہے عام۔ ملا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقہ۔ بھٹیارہ جولاہہ کنجڑا منہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اُسی دن سر منڈایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہون۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک اڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب وشمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو اُن کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین وآفرین واظہار خوشنودی بطریق ڈاک آگیا۔ پھر مین نے تہنیت مین لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُسکی رسید مین نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آگیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح وتہنیت مین جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین بواسطہ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل اُن کا مہری خط

نذریہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آگیا۔ پنشن کے باب مین ابھی کچھ حکم نہین۔ اسباب توقع کے فراہم ہونے جاتے ہین۔ دیر آید درست آید۔ اناج کھاتا ہی نہین ہون۔ آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے ✦ تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہین اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی رہا سلام وہ آپ پہنچا دین گے۔

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتین پسند نہین۔ پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی۔ ابتداے شباب مین ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہین ہم مانع فسق و فجور نہین۔ پیو کھاؤ مزے اڑاو۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے کیسی اشک افشانی کہان کی مرثیہ خوانی۔ آزادی کا شکر بجا لاؤ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی مین جب بہشت کا تصور کرتا ہون اور سوچتا ہون کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگانی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجا منہ کو آتا ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائے گی۔ طبیعت کیون نہ گھبرائے گی وہی زمردین کاخ اور طوبیٰ کی ایک شاخ چشم بد دور وہی ایک حور بھائی ہوش مین آؤ کہین اور دل لگاؤ ہے

زن نو کن اے دوست در نو بہار ✦ کہ تقویم پارینہ ناید بہ کار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند ذکر بہ جہت ناپسند اپنے نام کا خط مع ان اشعار کے مرزا یوسف علی خان عزیز کے حوالہ کیا۔ مکرمی نواب محمد علیخان صاحب کی خدمت مین سلام پروردگار ان کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام دم دے کے مجھ سے فارسی

عبارت مین خط لکھوایا مین منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائین گے وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھائین گے۔ اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجکو رقم فرمائین گے۔ کیا جانون کہ حضرت میرے وطن مین جلوہ افروز ہین ؎ یار در خانہ و من گرد جہان مے گردم۔ اب مجھے اُن سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجکو خط لکھین اور لکھنؤ نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ سب اُس خط مین درج کرین ؎

ایضاً۔ مرا بسادہ دلیہاے من توان بخشید ؎ خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دوشنبہ کا دن ۲۰۔ ستمبر کی تھی صبح کو مین نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک مین بھیج دیا۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سے مانگتا ہون وہ نہین پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا۔ بکس مین سے وہ تمہارے نام کا خط لکھ کر بھول گیا ہون اور ڈاک مین نہین بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہون کہ میرا قصور معاف ہو۔ بعد چاہنے عفو جرم کے آپکے کل کے خط کا جواب لکھتا ہون۔ سبحان اللہ جلدون کی آرائش کے باب مین کیا اچھی فکر کی ہے میرے دل مین بھی ایسی ہی ایسی باتین تھین یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائین گے اہار مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائین گے اس کا خیال اُن چار جلدون مین ہے۔ رہی بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجکو اطلاع دیجیے گا ورنہ مین متشوش رہون گا۔ حضرت یہان دو چیزین مشہور ہین ان کے باب مین آپ سے تصدیق چاہتا ہون۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہین کہ آگرہ مین اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان مین ہو گیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر گورمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبرآباد کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبر دونون اچھی ہین خدا کرے سچ ہون اور سچ ہونا ان کا آپکے لکھنے پر منحصر ہے۔ ہان صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل

غور ہے۔ مین نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح مین ایک قصیدہ ان دنون مین لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے۔ منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ پر لکھکر بھیجون۔ پھر یہ خیال مین آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یہ یعنی چھاپی گئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز مین شامل جلد ہوجائین تو بات اچھی ہی آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیونراین صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کرلین اور پھر مجکو اطلاع دین تو مین مسودہ آپ کے پاس بھیج دون۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے دو باتین ہین ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ کہ اس کی سیاہ لوح الگ ہو۔ اور پہلے صفحہ پر جسطرح کتاب کا نام چھاپتے ہین اسطرح یہ بھی چھاپا جائے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا۔ میرا نام کچھ ضرور نہین کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب باصواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

ایضاً بندہ پرور۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آپ کی مہر انگیز اور محبت خیز باتون نے غم بیکسی بھلایا۔ کہان دھیان لڑا ہے۔ کہان سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے ید بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے۔ آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر یون ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے ہ نامۂ خود سال خویش داد نشان ہ۔ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا۔ اُن کے لڑکے بالے اچھے ہین آپ گھبرا تین نہین وہ آلے کے آئے ہین۔ اگر تمہین بدون اُن کے آرام نہین تو اُن کو بغیر تمہارے چین کہان۔ صاحب بندہ اثنا عشری ہون۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲۔ ہم تم ایک آقا کے غلام ہین تم جو مجھ سے محبت کروگے یا میری غمگساری مین محنت کروگے کیا تمکو عزیز جانون جو تمہارا احسان مانون۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ اسم بامسمے ہو ۱۲۔ مبالغہ اس کتاب کی تصحیح مین اس واسطے کرتا ہون کہ عبارت کا ڈھنگ

نیاہے۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے ماگر غلط ہوجائے تو بھر وہ عبارت نری خرافات ہے
بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہون
کہ وہ تکلیف سہین اور ختم کتاب تک متوجہ رہین۔ منشی نراین صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو
بھیجی تھی سب طرح میرے پسند آئی چنانچہ اُن کو لکھ بھیجا ہے اگر ہوسکے تو سیاہی ذرا اور بھی
رنگت کی اچھی ہو۱۲۔ حضرت چار جلدین یہان کے حکام کو دون گا۔ اور دو جلدین ولایت کو بھیجونگا
اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے زندگی پر۔ بہرحال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب
چھ جلدون کی کچھ تزئین اور آرایش کی جاوے آپ اور بھائی صاحب اور اُن کا فرزند رشید
منشی عبداللطیف اور منشی شیونراین یہ چارون صاحب فراہم ہون اور باجلاس کونسل
یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جاوے معہذا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہین
ہان یہ ممکن ہے کہ چار جلدین چھ روپیہ مین تیار ہون۔ پھر سوچتا ہون کہ یارب آرایش کی
گنجایش کہان۔ ناچار چار کتابون کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی اور دو کتابون کی جلدین
تین روپیہ کی بنائی جاے۔ قصہ مختصر کچھ کیا جائے یا یہی کہہ دیا جائے کہ تیری راے کونسل
مین مقبول اور صرف جلدون کی تیاری منظور ہوئی۔ بارہ روپیہ بھیج دئیے ۱۲ مطالب اور مقاصد
تملم ہوئے۔ اور ہم تم بزبان قلم باہدگر ہم کلام ہوئے

ایضاً مرزا صاحب مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس
سے بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے
کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی مین آئی ہے۔ برسون ہوگئے کہ
تمہارا خط نہین آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابون کا بیوارہ بھجوایا۔ ہان مرزا تفتہ نے
ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچون کتابون کے آغاز کے اُن کو دے آیا ہون

اور اُنہون نے سیاہ قلم کی لوحون کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تمنے مجکو خبر دی ہے
کہ دو کتابون کی طلائی لوح مرتب ہوگئی ہے پھر اب اُن کتابون کی جلدین بن جانے کی کیا خبر
اور ان پانچون کتابون کے تیار ہونے مین درنگ کس قدر ہے مہتمم مطبع کا خط پرسون آیا تھا
وہ لکھتے ہین کہ تمہاری چالیس کتابین بعد منہائی لینے سات جلدون کے اسی ہفتہ مین تمہارے
پاس پہنچ جائینگے اب حضرت ارشاد کرین کہ یہ سات جلدین کب آئینگی۔ ہرچند کاریگرون کے
دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھون کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو
خدا کرے اُن تینتیس جلدون کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدین آپکی
عنایتی بھی آئین تا خاص و عام جابجا بھیجی جائین۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہین رہا۔
نواب ضیاء الدین خان اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو مین نے کہا اُنہون نے لکھ لیا
اُن دونون کے گھر لٹ گئے۔ ہزارون روپیہ کے کتاب خانے برباد ہوگئے اب مین اپنے
کلام کے دیکھنے کو ترستا ہون۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ
پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہین سے لکھوا لایا اُس نے وہ کاغذ جو مجکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجکو
رونا آیا غزل تمکو بھیجتا ہون اور صلہ مین اس خط کے جواب چاہتا ہون

غزل

درد منت کشِ دوا نہوا — مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا
جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو — اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے — لے کے دل دلستان روانہ ہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روانہ ہوا
کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا
کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی		حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا	
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین		آج غالب غزل سرا نہ ہوا	

ایضاً بھائی صاحب آپ کے خامہ مشکبار کی صریر نے کتابون کی لوح طلائی کا آوازہ یہان تک پہنچایا بلکہ مجکو اُن کی لوحون کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجکو تو بموجب اس مصرعہ کے ؏ خاموشی از ثناے تو حدِ ثناے تست ۔ دل مین خوش ہو کر چپ رہنا ہے حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے ۔ مجکو آپ کے حکم کا بجالانا منظور ہے ۔ اس نذر کے پہنچنے کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ آئے گا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم مین آپ کا ذکر خیر بھی آجائے گا ۔ اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور اور کتابون کی روانگی کی خبر مجکو کب آئے گی ۔ آپ کے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے ۔ سیاہ قلم کی پانچون لوحین بھی اگر بن گئی ہون تو عجب نہین ہے ۔ جلدون کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے معلوم تو ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونراین صاحب کی ہمت اُس کے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے ۔ یارب اسی اکتوبر کے مہینے مین یہ کام انجام پاجائے اور چالیس جلدون کا پشتارہ میرے پاس آجائے ۔ مرزا تفتہ کو کیا دون اور کیا لکھون ۔ مگر دعا دون اور دعا لکھون ۔ صاحب اب ڈھیل نہ کرو کام مین تعجیل کرو ؏ اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش ۔ خدا کرے نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو ۔ اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو ۔ قصیدہ کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ورنہ نثر مین اور صنعت اور نظم کا اور انداز ہے ۔ یہ اُس کا دیباچہ کیون ہو ۔ بلکہ صورت ان دونون کے اجماع کی یون ہو کہ سررشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدے کے اور دستنبو کے بیچ مین ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۔ راے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو

تو مجکو بھی آگہی دو۔ چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط اُن کو لکھو اور اُس کا پرداز اس بات پہ رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے بخط جواب طلب ہو جائیگا اور اُن کو جواب لکھنا پڑے گا۔

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں اور پس و پیش سات جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی آئیں۔ بالفعل ایک اور عقدہ سر رشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی اندر کے اخبار مفید خلایق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور وسادۂ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر ان کی جگہ چیف سکرٹر بن جائیں گے۔ پھر دیکھیے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کس کو بنائیں گے۔ میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خان بہادر رہیں گے۔ ہمارے منشی مولوی قمر الدین خان کہاں رہیں گے۔ بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے۔ جب تک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ اُن کی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُن کے پاس بھیجونگا۔ اب حیران ہوں کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکرٹر کون ہوا۔ اور یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکرٹر کس کو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا۔ اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھیے۔ قمر الدین خان کا حال ضرور۔ منشی غلام غوث خان کا حال بر ضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصل لکھنا۔ اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کُندذہن اچھی طرح اُس کو سمجھ لے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غالب ٭

ایضاً۔ بھائی صاحب خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا

کرین۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے گویا صفر کے
مہینے مین عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگوا لو۔ اور کتابون کی لوحین اور جلدین موافق
اپنی راے کے بنوالو۔ اب آپ دو ورقہ کا ڈاک مین بھیجنا موقوف رکھین اور کتابون کی درستی
پر بہت مصروف رکھین۔ قصیدہ کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط مین پہنچ گیا ہوگا آپنے
اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہوگا۔ قصیدہ کا شامل
کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت
کا عذر کرین گے تو ہم پانچ سات روپیہ سے اور بھی اُن کا بھرنا بھر دین گے۔ جناب
اڈمنسٹن صاحب بہادر سے مین صورت آشنا نہین۔ کبھی مین نے اُن کو دیکھا نہین۔
خطون کی میری اُن کی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یون بات ہے کہ جب کوئی نواب
گورنر جنرل بہادر نئے آتے ہین تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے بذریعہ
جناب صاحب اجنٹ بہادر دہلی۔ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھجواتا ہون اور صاحب
سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اُس کی رسید مین بسبیل ڈاک پاتا ہون۔ جب جناب لارڈ
کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو مین نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک
بھجوایا۔ اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو اُنہون نے باوجود عدم سابقہ
معرفت میرا القاب بڑھایا قبل ازین خانصاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا۔ اس
قدرشناس نے از راہ قدر افزائی خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا۔ اب فرمائیے
انکو کیونکر اپنا محسن اور مربی نہ جانون کیا کافر ہون جو احسان نہ مانون۔ برخوردار مرزا
تفتہ کو دعا کہتا ہون۔ بھائی اب مین اس کا منتظر رہتا ہون کہ تم اور مرزا صاحب مجکو لکھو کہ
لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا مین لگا دیا گیا

مادہ تاریخ مین کیا برائی ہے جو تمہارے جی مین یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو۔ ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمہارا۔ یہ دونون قطعے رہین۔ اور اگر وہان کوئی اور صاحب شاعر ہون تو وہ بھی کہین اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ روے سخن ساری خدائی کی طرف ہے، بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب مین چاہیے اور ان کا نام بھی اس کتاب مین چاہیے۔ اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیونراین صاحب کا خط لایا۔ بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش بھی رفع ہو گئی اب ان سے میرا سلام کہیے گا اور یہ کہیے گا ع شکر رافت ہاے تو چندانکہ رافت ہاے تو۔ اور یہ ان کو اطلاع دیجیے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجکو نہین پہنچا ورنہ کیا امکان کہ مین اسکی رسید نہ لکھتا

ایضاً۔ خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ست ٭ آید بہ زبان ہر انچہ از دل برود ٭

بندہ پرور فقیر شکوہ سے برا نہین مانتا۔ مگر شکوہ کے فن کو سواے میرے کوئی نہین جانتا شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ نہ موڑے اور معہذا دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے۔ کیا مین یہ نہین کہہ سکتا کہ مجکو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا۔ اس واسطے آپ کو خط نہین لکھا تھا۔ کیا مین یہ نہین کہہ سکتا کہ مین نے اس عرصہ مین کئی خط بھجوائے اور وہ الٹے پھر آئے آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہین اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہین نہ جاتے وقت لکھا کہ مین کہان جاتا ہون۔ نہ وہان جا کر لکھا کہ مین کہان رہتا ہون۔ کل آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ آج مین نے اس کا جواب بھجوایا۔ کہیے اپنے دعوے مین صادق ہون یا نہین۔ بس دردمندون کو زیادہ ستانا اچھا نہین۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہین۔ مین یہ بھی نہین جانتا کہ وہ ان دنون مین کہان ہین آج توکلت علی اللہ

سکندرآبا خط بھیجتا ہون دیکھون کیا دیکھتا ہون۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمہارا لفافہ مین لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیج دیا تاکہ حال ان کو مفصل معلوم ہوجاوے۔ بعد اس رپوٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہون پروردگار بہ تصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے۔ اور منصب ہاے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے۔ واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی۔ فے الحقیقت اپنی جان پر کھیلتے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردی و مردانگی سے۔ دولت کا ہاتھ آنا مع نیک نامی اس سے بہتر دنیا مین کوئی بات نہین اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک صدر الصدور ہوجاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اسکے حسن کے وصف مین لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے۔ اب یہ ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہین۔ انشاءاللہ تعالیٰ وہ دن بھی آجائے گا کہ ہم تم بیٹھین اور باتین کرین قلم بیکار ہوجائے زبان بر سر گفتار آئے۔ انشاءاللہ خان کا مدحی قصیدہ مین نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھکر لکھا ہے اور اچھا سمان باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے معانی نازک مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھون۔

ایضاً خدا کا شکر بجالاتا ہون کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہون۔ مرزا تفتہ کا خط جواب نے نقل کر کے بھیجدیا ہے۔ مین نے منشی شیونراین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارت اس مین سے پسند آیا کرے وہ خط مین لکھ دیا کرو خط مفت مین تمام ہوجایا کرے گا اور تمہارے خط کے [illegible] کا نام ہوجایا کرے گا۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف [illegible] سے برات عاشقان بر شاخ آہو ہے۔ واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہین

دھیرے سامنے پڑے جاتے ہین۔ صاحب ہوش مین آؤ اور مجکو بتاؤ کہ یہان جو بارسیونکی دکانون مین فرنچ اور شام ہین کے درجن دھرے ہوئے ہین یا ساہوکارون اور جوہریون کے روپیہ اور جواہر سے بھرے ہوئے ہین۔ مین کہان وہ شراب پینے جاؤن گا اور وہ مال کیونکر اٹھاونگا۔ بس اب زیادہ باتین نہ بنائیے اور وہ قصیدہ مجکو بھجوائیے۔ مین نے کتابین جابجا بسبیل پارسل ارسال کی ہین اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہین سے نہین آئی ہے

رات دن گردش مین ہین سات آسمان ٭ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے ؎

جور سے باز آئین پر باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجکو منہ دکھلائین کیا
موج خون سر سے گزر ہی کیون نہ جائے	آستان یار سے اٹھ جائین کیا
لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھین لگاؤ	جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا
پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک ان کے اشارے مین نشان اور	کرتے ہین محبت تو گزرتا ہے گمان اور
تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اٹھین گے	لے آئین گے بازار سے جا کر دل و جان اور
لوگون کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا	ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور
ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند	ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کمان اور
یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے میری بات	دے اور دل ان کو جو نہ دے مجکو زبان اور
ہرچند سبک دست ہوئے بت شکنی مین	ہم ہین تو ابھی راہ مین ہے سنگ گران اور
بنتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے	رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے روان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اڑجاے۔ جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے۔ کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور
دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے انگیٹھی رکھی ہوئی ہے آگ تاپ رہا ہون
اور خط لکھ رہا ہون یہ اشعار یاد آگئے تم کو لکھ بھیجے۔ والسلام۔

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک وسعید تھا گویا میرے حق مین روز عید تھا۔ چار گھڑی دن رہے نامہ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدون کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب محل پہنچا آدمی کو موافق اس کی تمنا کے آرزو برآنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی برآئی کہ وہ برتر از وہم وخیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور مین بھی نہین گزرتا تھا مین صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدین بندھی ہوئی دو کی لوحین زرین اور پانچ لوحین سیاہ قلمکی ہون گی۔ واللہ اگر تصور مین بھی گزرتا ہو کہ کتابین اس رقم کی ہونگی جب تک جہان ہے تم جہان مین رہو۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی امان مین رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل ان چار کے بن جائے نہ یہ کہ دو کتابون کا سارنگ دکھلائے۔ اب مین حیران ہون کہ آیا شمار ائمہ نے ان بارہ روپون مین برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ صرف ہوا۔ دو پارسلون کا محصول دو رجسٹریون کا محصول تین کتابون کی لوحین طلائی یہ ساری بات اس روپیہ مین کیونکر بن آئی۔ اور کیونکر معلوم کرون کس سے پوچھون۔ خدا کرے تم تکلف نہ کرو۔ اور اس امر کے اظہار مین توقف نہ کرو۔ خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہین آتا۔ جہان محبتین دینی اور روحانی ہون وہان تکلف نہین آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہون اور شرمسار ہون کیا لکھون۔

ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہون۔ داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہون مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطون مین تمکو غم واندوہ

کا شکوہ گزار پایا ہے۔ پس اگر کسی نے درد و پروں آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ
یہ غم تو نصیب دوستان در خور افزایش ہے بقول غالب علیہ الرحمۃ ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو ٭ نہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہے ہے حسن مطلع ؎

یہ فتنہ آدمی کے خانہ ویران کو کیا کم ہے ٭ ہوا تو دوست جس کا دشمن اس کا آسمان کیون ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اگر خدا نخواستہ باشد غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے
ہم درد ہو ہم اس بوجھ کو مردانہ اٹھا رہے ہین تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم۔ ؎

دلا یہ درد و الم ہے تو مغتنم ہے کہ آخر ٭ نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی خبر ہوگی۔ اس زمین مین وہ شعر یعنی ؎

تمہارے واسطے دل سے مکان کوئی نہین بہتر ٭ جو آنکھون مین تمہین رکھون تو ڈرتا ہون نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے۔ قصیدہ کا مشتاق ہون خدا کرے جلد چھپا پاجاوے تو ہمارے
دیکھنے مین بھی آجاے۔ کیا کہیے بھلا کہیے۔ یہ زمین ایک بار یہان طرح ہوئی تھی مگر بحر اور ہی تھی ؎

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے ٭ تمہین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے ٭ کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب ٭ خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے اس مین میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ مین نے کلکتہ مین کہا
تھا۔ تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے انہون نے ایک مجلس مین چکنی ڈلی
بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجے۔ مین نے
وہان بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھ کر ان کو دیا اور صلہ مین وہ ڈلی ان سے لی اب سونچ

رہا ہون جو شعر یاد آتے جاتے ہین لکھتا جاتا ہون۔ **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے	ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
اخترِ سوختہٴ قیس سے نسبت دیجے	خالِ مشکینِ رُخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسود دیوار حرم کیجے فرض	نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ مین اسے ٹھہرایئے گر مُہرِ نماز	مے کدہ مین اسے خشتِ خُمِ صہبا کہیے
مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسینان لکھیے	سرِ پستانِ پریزادسے مانا کہیے

غرضکہ بیس بائیس بیتیان ہین۔ اشعار سب کب یاد آتے ہین آخر کی بیت یہ ہے ؎

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض ÷ اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

تو حضرت آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میاں دل سنو برخوردار منشی شیونراین نے میرے دو خطون کا جواب نہین لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو کہ میان میرا کلام بند ہے۔ اس مطلب خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اس کے بھیجنے مین دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح ہے یا طلائی۔

ایضاً جناب مرزا صاحب دلّی کا حال تو یہ ہے ؎

گھر مین تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا ÷ وہ جو رکھتے تھے ہم ایک حسرتِ تعمیر سو ہے

یہان دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدین نمط ہے کہ چند روز گورون نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فوج نے بہ اتفاق رائے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے۔ ناسخ مرحوم جو تمہارے اُستاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے۔ مگر یک فنے تھے۔ صرف غزل کہتے تھے۔ قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ

علاقہ نہ تھا۔ سبحان اللہ تم نے قصیدہ مین وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو مین نے دیکھے کیا کہون کیا خط اٹھایا

خدا سے مین بھی چاہون از رہ مہر فروغ میرزا حاتم علی مہر

اگر اسی انداز پر انجام پائے گی۔ تو یہ مثنوی کارنامہ اُردو کہلائے گی خدا تمکو مبارک کرے تمہارا دم غنیمت ہے۔ صاحب مین تم سے پوچھتا ہون کہ معیار الشعرا مین تم نے اپنا خط کیون چھپوایا۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میان کا غذ مقبول و مسموع حق تعالی ان کو زندہ اور تندرست اور خوش و خورم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے۔ بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا انہون نے جو صورت چھ کتابون کی آرایش کی حسب تفریق سے ٹھہرائی ہے۔ وہ مجکو پسند آئی ہے کل مین نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بہ تصریح آپ کو لکھ چکا ہون اُسی پر عمل رہے۔ مین نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہین اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان مین نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح مین لکھا ہے ساٹھ شعر ہین چھ صفحہ یعنی تین ورق پر چھپ کر دستنبو سے پہلے شیرازہ مین شامل کر دیے جائین تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب شہرت ہو جائیگی۔ کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہون یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہین گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کرینگے اور جب باتفاق تم چارون صاحب پسند کروگے، تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور امیدوار ہون کہ اجراے قانون سے پہلے مجکو منظوری کی اطلاع

ہوجائے تاکہ مسودہ اُس قصیدہ کا بھیج دون مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے۔ منشی عبد اللطیف کو دعا کہنا۔ اور ان کے عذر کے مقبول ہونے کی ان کو اطلاع دینا۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالون کو یہان باقر حسین اور علی حسین تمکو بندگی اور اپنے بھائی بہنون کو علے قدر مراتب بندگی سلام دعا کہتے ہین۔ ہان حضرت اب ایک امر مختصر کے واسطے جداگانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھون۔ میری طرف سے دعا کہہ کر اُن کو کہیے گا کہ اخبار گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور اُنکے خط کا جواب روانہ کرینگے۔ آپ چتر بھوج سہاے سے کہدیجیے گا اور تاکید کردیجیے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کرواکر جلد بھیجین۔ بھائی مجکو اس مصیبت مین کیا ہنسی آتی ہی کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت یا مکالمت ہوگئی ہے روز باتین کرتے ہین۔ اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہین گے خط سے خط لکھے گئے ہین مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے ہین اگر خط نہ لکھونگا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آدھ آنہ ہے ورنہ باتین کرنے کا مزا معلوم ہوتا۔ چارشنبہ ۲۲۔ ستمبر ۱۸۵۸ء جو باتین جواب طلب ہین ان کا جواب طلب ہے۔

ایضاً بھائی مین تم کو اطلاع دیتا ہون کہ آج میرے پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آگئی۔ دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو۔ جناب ارنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے سنتا ہون کہ کلکتے جائین گے میم اور بچون کو ولایت بھیج کر پھر آئین گے مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہین اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہین کہ قیامت تک اُنکا شکرگزار رہونگا۔ مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائین تو اُن کو میرا سلام کہنا۔ مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا۔ از غالب۔ مرقومہ دوشنبہ ہفتدہم جنوری سنہ ۱۸۵۹ء

بنام منشی عبد اللطیف صاحب۔ ابن منشی نبی بخش

صاحب آگے تمہارا ایک خط پھر بارہ کتابون اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط

اور آیا رہند صاحب کے وہان آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۹۔ دسمبر کی ہے۔ کوئی دن جب تمہارے لکھنے کے وہ وہان سے جانے والے ہین اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ تمین گے۔ دو دن کے بعد مقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مہر جیسا لکھین مجکو اطلاع دینا۔ رہی تمہاری مہر اس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تم نے لکھا ہے بن جائے گی۔ مگر بھائی ۱۸۵۸ء مین دن کے باقی رہے ہین آج ۹۔ دسمبر کی ہے ۲۴ و ۲۵ دن باقی رہے ہین ۱۸۵۹ء جنوری مہینے مین خدا چاہے تو کھد جائے گی۔ تم میرے بجائے فرزند ہو میرے بھتیجے ہو۔ جو تمہارا کام ہو نہ تکلف کہو بسم اللہ کیا ہے تکلف کیون۔ یہ مہر کا کھدنا کون سا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب ملین تو میرا سلام کہنا۔ اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہین اخط نہین لکھتے۔ غالب ۹۔ دسمبر ۱۸۵۶ء

بنام خواجہ غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر کشت خشک سے کرے یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہین کہ اس کی خبر پا کر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہون۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہون کہ دوسرا پارسل اور خط معا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر گونہ توقع کا خیال اسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اس خط مین حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہون کہ محکمہ ایک ڈاک ملک۔ دونون پارسل اور دونون لفافے ایک دن پہنچے ہونگے مگر دل نہین مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانونگا جب تک کہ حضرت اس سر رشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھین گے۔ اب آپ جانیے اور یہ دل سودا زدہ۔ اسکی سفارش کرنے والا۔ اور اس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون۔ ہان اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہین۔ بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہین کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہین میرے جگر کاوی کی قدردانی ہوئی یا نہین۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار رہون یا نہین اپنے حسن طبع کا شکرگزار رہون یا نہین۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا مجکو جلا لیجیگا۔ لوہدولکا

خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اودھ مین سادہ دل فتوح جدید کا آرزومند۔ پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے سو اُن کا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہین نہ جواب نہ مہربانی کرتے ہین نہ عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب سنیئے اودھ کی ۱۸۵۶ء سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا امیدوار ہون۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماتا ہون۔ اگر گنہگار ہون گنہگار ٹھہرتا۔ گولی یا پھانسی سے مرتا۔ اس بات پر کہ مین بے گناہ ہون۔ مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہون۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ مین جب کوئی کاغذ بھجوایا ہے بتعلم چیف سکرٹر بہادر اُس کا جواب پایا ہے۔ اب کی بار دو کتابین بھیجین۔ ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اُس کے قبول کی اطلاع نہ اُس کے ارسال سے آگاہی ہے۔ جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت فرمائی اُن کی بھی کوئی تحریر مجکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبرین ہین مختلف کہتے ہین کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہین کہتا کہ اُن کی جگہ کون سے صاحب عالی شان چیف سکرٹر ہوئے۔ مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ مین تشریف لے گئے یہ کوئی نہین بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہین کہتا کہ اب کہان ہین۔ ہان از روے قیاس جانتا ہون کہ آپ اُسی منصب اور اُسی دفتر مین شاد و شادمان ہین۔ جواب لفٹنٹی کے سکرٹری ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونون محکمہ الہ آباد آ گئے یا آئین گے بہرحال آپ اب کہان آگرہ کو جائین گے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر مین اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری مین کوچ فرمائین گے۔ مین تو ادھر سے بھی [illegible] بیٹھا ہون تو تو قسمت کو رو بیٹھا اگر یہ چاہتا ہون حقیقت واقعی پر کماحقہ اطلاع حاصل

بلکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا تو گویا مجکو مول لے لیجیے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھون۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۲ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہوگا ابر گھر رہا ہے۔ ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ پینے کو کچھ میسر نہین ناچار روٹی کھائی ہے ؎

افق ہا پر از ابر بہمن مہی ٭ سفالینہ جام من از مے تہی

غمزدہ دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے ذکر پر حاوی نہ تھا افسردگی حاصل ہوئی ؎

ما خستہ رسیدگانِ ظلمیم ٭ پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی مین جی چاہا کہ حضرت سے باتین کرون۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا۔ جواب لکھنے لگا پہلے تو یہ سنیے کہ آپکے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجکو لکھ چکا ہے کہ مین جواب اُس کا نشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک مین بھیج چکا ہون۔ جواب الجواب کا منتظر ہون آپ جانتے ہین کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہون اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہون۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گزر جائیگی۔ جانتا ہون کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ یہ کیا بکتا ہے۔ مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے۔ چاہیے الہام سمجھیے چاہیے اوہام سمجھیے۔ بیس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے۔ قطعہ

من کہ باشم کہ جاودان باشم ٭ چون نظیری نماند و طالب مُرد
در بگویند در کدامی سال ٭ مُرد غالب بگو کہ غالب مُرد

اب بارہ سو پچھتر ہین اور غالب مُرد کے بارہ سو ستتر ہین۔ اس عرصہ مین جو کچھ مسرت پہنچی ہو

پہنچ لے۔ ورنہ بہ ہم کہان۔

ایضاً یہ دوم شدید خط ہے یا کرامت ہے۔ صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت۔ مدعا ضروری متحیر اور اندیشہ نشان سکون و انگیز۔ اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا سبحان اللہ جس دن یہان مجکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپنے وہان لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے۔ آپ کو عارف کامل کیونکر نہ لکھون اور کیا کہون دلی نہ کہون۔ مدعا بیان کرتا ہون مگر یہ گمان کرتا ہون کہ یہ خط پہنچنے نہ پائے گا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائے گا یعنی یکشنبہ ۲۸۔ نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک مین دستنبو کا ایک مجلد اور ایک مین تین مجلد بسبیل ڈاک روانہ کرچکا ہون خطون کا چوتھے پانچوین دن اور پارسلون کا چھٹے ساتوین دن پہنچنا خیال کرتا ہون۔ پارسلون کے عنوان پر خطون کی کیفیت رقم کی ہے اور خطون کے سرنامہ پر پارسلون کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اول کا نام نامی ہے۔ اور ایک کتاب والے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر بہادر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچوان دن ہے خط دونون اگر پہنچ گئے ہون تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یون ہے کہ اگر نہ پہنچے ہون تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے مین کچھ شک نہین جواب امر اخری دفتر مین اُس کا پتا آج تک نہین۔ اب کارپردازان ڈاک ڈاکو نہ بن جائین۔ اور میرے ان دونون خطون اور پارسلون کو بہ احتیاط پہنچائین۔ صرف عنایت کی گنجایش تو آپ جب پائین کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائین گے۔ ابھی تو آپ سے مجکو اُن کے نہ پہنچنے کا سوال ہی کس واسطے کہ جب تک آپ مجکو اطلاع نہ دین گے اُن کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہرحال یہ نیازنامہ جس دن پہنچے اُس کے دوسرے دن جواب لکھیے۔ جیسا مین نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیے۔ آپ کے عنایت نامہ مین کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب مین کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئے گا۔ لوہارو کو بھیج دیا جائے گا جناب منشی نواب جان صاحب

اور جناب منشی اظہار حسین صاحب مین اور آپ مین اگر ربط بے تکلف ہو تو ان دونون صاحبون کی
خدمت مین میرا سلام نیاز پہنچانے مین نہ توقف ہو۔ تم سلامت رہو قیامت تک ۔
ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوق دیدار مین بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک۔ توسن ہمت پر
سوار چل دیا ہون۔ جانتا ہون کہ تم تک پہنچ جاؤنگا مگر یہ نہین جانتا کہ کہان پہنچون گا۔ اور کب
پہنچونگا۔ اتنا بے خود ہون کہ جب تک تم جواب نہ دوگے مین نہ جانونگا کہ کہان پہنچا اور کب پہنچا۔ آپکا
پہلا خط رامپور سے دلی آیا مین راہ مین تھا۔ پھر دلی سے خط رامپور پہنچا مین وہان بھی نہ تھا۔ خط
دلی روانہ ہوا۔ اب کئی دن ہوئے کہ مین نے ڈاک سے پایا۔ اس حال مین کہ مین بیمار تھا۔ معہذا جاڑے
کی شدت مہاوٹ کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہین۔ پردے چھٹے ہوئے۔ نشیمن تاریک آج نیر اعظم کی صورت
نظر آئی۔ دھوپ مین بیٹھا ہون خط لکھ رہا ہون حیران ہون کہ کیا لکھون۔ اس خط کے مضامین
اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہین۔ مگر ان کے اور
تمہارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے ایسے
محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیونکر جان گزا نہ ہو۔ حق تعالی ان کو بخشے اور تمکو صبر دے۔ حضرت
مین بھی اب چراغ سحری ہون۔ رجب ۱۲۷۷ھ حال کی آٹھوین تاریخ سے اکہتروان سال شروع ہو گیا
طاقت سلب حواس مفقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع یکمردہ شخصم بمردی روان۔ آج
مین اور بھی باتین کرتا۔ مگر میرا خاص تراش آگیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہین بنوائی۔ خط لپیٹ کر ڈاک
مین بھیجتا ہون اور خط بنواتا ہون ۔

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب۔ ساتوین دہائی کے مہینے گن رہا ہون۔ قولنج آگے دوری تھا۔ اب دائمی
ہو گیا ہی۔ مہینا بھر مین پانچ سات بار فضول مجتمعہ دفع ہو جاتے ہین اور یہی منشاء حیات ہی۔ غذا
کم ہوتے ہوتے اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلہ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر مین

پاتا ہون جس کی شدت سے بھنا جاتا ہون۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہون مگر صبح سے سونے وقت تک نہین جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہون۔ میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اردو مین ترجمہ کیا ہے مین نے اُس کا دیباچہ لکھا ہے۔ ایک دو ورقہ اُس کا بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہون۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجیے میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہین تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

ایضاً بندہ گنہگار شرمسار عرض کرتا ہے کہ پرسون غازی آباد کا اٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر مثل بلاے ناگہانی نازل ہوا ہون ؎

باید کہ کنم ہزار نفرین برخویش اما بزبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب و قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجکو وہ مغفور میرا قدردان اور مجھ پر مہربان تھا حق اُس کو اعلی علیین مین بسبیل دوام قیام دے۔ رامپور ہی مین تھا کہ اودھ اخبار مین حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اس کو کہتے ہین۔ جدت طرز اس کا نام ہے۔ جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال مین نہ گزرا تھا وہ تم بروے کار لائے۔ خدا تمکو سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی برہان قاطع کے جھگڑے مین بخلاف اور فارسی دانون کے توفیق انصاف عطا کرے۔ لو اب اس خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ طریقہ مسلسل ہو جاے۔

ایضاً قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور مین اُس کا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا۔ مگر شام کو اُسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا اُس نے آج صبح دم مجکو دیا۔ مین جواب لکھ رہا ہون۔ بعد اختتام تحریر معنون کر کے ڈاک مین بھجوا دونگا۔ والی رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ آیندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجائے۔ جمعہ ۷ جولائی ہے معمول یہ ہے کہ دسوین بارہوین کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ مین نے قصیدہ تہنیت جلوس بھیجا اُسکا

جواب آگیا۔ اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا۔ علاوہ اس فن سے نفرت۔ دو ایک دوستون پاس
اُس کی نقل ہے اُن کو اس وقت کہلا بھیجا ہے اگر آج مل گیا کل اور اگر کل آیا پرسون بھیج دون گا
بھائی امین الدین خان صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤالدین خان نے
اُس کی نقل اُن کو بھیج دی۔ مین دیوان پر نہین چڑھاتا۔ مسودہ پھینکتا ہون۔ تقدیم و تاخیر ہندسون کے
مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے حواس بجا نہین۔ مع ہذا امراض جسمانی و آلام روحانی۔

ایضاً ۵ در نومیدی بسے امید است ⁂ پایان شب سیہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہون **توطیہ** ۱۸۶۰ء مین لارڈ صاحب
بہادر نے میرٹھ مین دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لے گئے۔ مین نے کہا مین بھی چلون فرمایا کہ نہین
جب لشکر میرٹھ سے دلی مین آیا موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر مخیم مین گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا۔
اُن کے خیمہ مین سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنون
مین بادشاہ باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہین۔ مین گدائے مبرم
اس حکم پر ممنوع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے مین نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع
اس حکم کے واپس آیا کہ آپ یہ چیزین ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ مین مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر
سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۳ء مین نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے
اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ مین تو
بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا۔ جگہ سے نہ ہلا۔ کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کامگار ہوا۔ شنبہ ۔ فروری کو
منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ مین چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرتر صاحب بہادر پاس بھیجا
بلا لیا گیا۔ مہربان پاکر صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حاکم جلیل القدر کی وہ
عنایتین دیکھین جو میرے تصور مین بھی نہ تھین جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف

نہ تھا وہ بطریق حسن طلب میرے خواہان ہوئے تو مین گیا جب حکام مجھ داستدعا مجھ سے نئے تکلف ملے تو مین قیاس کر سکتا ہون کہ یہ منشی کی سے حسن طلب بہ ایماے حکام ہوگا وللرحمن الطاف خفیہ لقبیہ روداد یہ ہے کہ دوشنبہ دوم مارچ کو سواد شہر مخیم خیام گورنری ہوا۔ آخر روز مین اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اثناے گفتگو مین فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔ متحیرانہ مین نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے۔ اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خان کا دربار اور نمبر اور خلعت بدستور بحال و برقرار رہے۔ مین نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہمکو کچھ معلوم نہین۔ بس اتنا جانتے ہین کہ یہ حکم دفتر مین لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہین مین نے کہا سبحان اللہ ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما ٭ فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

سہ شنبہ ۲۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجکو بلایا خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہان کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا۔ نہال ہوگیا۔ اب انبالہ کہان جاؤن جیتا رہا تو اور دربار مین کامیاب ہو رہون گا ؎

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد ٭ ہرچہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہون کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے یا ایک رگ قلم کی خونناب فشانی دیکھو گورنر اعظم نے میرٹھ مین دربار کا حکم دیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں مین سے جو تین بقیۃ السیف تھے اُن کو حکم دیا اور دربار علم مین سے سواے میرے کوئی نہ تھا۔ یا چند مہاجن مجکو حکم نہ پہنچا جب مین نے استدعا کی

تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا جب یہ زمین مخیم خیام گورنری ہوئی مین اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ مین پہنچا۔ مولوی اظہار حسین خان صاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہین مین سمجھا کہ اس وقت فرصت نہین دوسرے دن پھر گیا میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر مین تم باغیون سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیون ملنا چاہتے ہو۔ اس دن چلا آیا۔ دوسرے دن مین نے انگریزی خط اُن کے نام کا لکھا اُن کو بھیجا مضمون یہ کہ باغیون سے میرا اخلاص مظنۂ محض ہے امیدوار ہون کہ اس کی تحقیقات ہو تاکہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو۔ یہان کے مقامات پر جواب نہ ہوا۔ اب ماہ گذشتہ یعنی فروری مین پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہین کہ ہم تحقیقات نہ کرینگے بس یہ مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولا موثر فی الوجود الا اللہ ۱۸۵۵ء مین نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور کہ میرے آشناے قدیم ہین اس سال ۱۸۵۵ء مین میرے شاگرد ہوئے ناظم اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتے ہین۔ صلاح دے کر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری انگریزی پنشن کھلا ہوا ان کے عطایا فتوح گنے جاتے تھے۔ جب وہ دونون تنخواہین جاتی رہین تو زندگی کا مدار اُنکے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہان رہتے تھے مین عذر کرتا تھا۔ جب جنوری ۱۸۶۰ء مین گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہان رہ کر دلی آیا۔ یہان آپ کا خط محررہ ۹۔ مارچ پایا جواب بھیجا جاتا ہے۔

ایضاً قبلہ مین نہین جانتا کہ ان روزون مین بقول ہندی اختر شناسون کے کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر مین اُترے ہوئے تھے شہداء مین تعارف بنائے

محبت او مودت ہے۔ چہ جاے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو۔ روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہون کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہین آیا۔ اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہمنشین وہمدم تھے۔ اور مجھ مین آپ مین پیوند ولاے روحانی متحقق ہے۔ آپ بھی گواہ ہوسکتے ہین۔ اگر خدانخواستہ مجھ مین اُن مین رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سُنیے حال منشی حبیب اللہ کا مین نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھین پھوٹین۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدر آباد سے آیا۔ اُس مین دو غزلین خط کا مضمون یہ کہ مین مختار الملک کے دفتر مین نوکر ہون۔ آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہون۔ ان دونون غزلون کو اصلاح دیجیے۔ اس امر کی فقط دہ بادی نہین۔ بہلی اور لکھنو اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم ونثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہین۔ مین خدمت بجا لاتا ہون اور وہ صاحب میرے حک واصلاح کو مانتے ہین۔ کلام کا حسن وقبح میری نظر مین رہتا ہے۔ اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر مین معلوم ہو جاتا ہے۔ عادات وعندیات عدم ملاقات ظاہری کے سبب مین کیا جانون۔ آمدم بر سر مدعا۔ منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور مین اصلاح دے کر بھیجتا رہا۔ بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل اُن کی آئی اور اُنھون نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرابادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہون۔ مینے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہین لکھنو اور الہ آباد کے ہین۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات مین نے نہین لکھی۔ اس مین سے توہین کے معنے مستنبط ہون تو مین اُن کا مستہن سہی۔ اب مین نہین جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا۔

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎

خود ہمیش خود کفیل گرفتاری من است ۔ ہر دم بہ پرسش دل مایوس میرسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے۔ خارج سے مسموع ہوا کہ مین نے جو اغلاط برہان قاطع کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے۔ اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیجدیا ہے۔ آپ اُس کی تردید مین کوئی رسالہ لکھ رہے ہین۔ اگرچہ باور نہین آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہین۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی مین اُن کا نظیر نہین۔ وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی مین سے میرے کلام کی تردید مین کتاب تصنیف کی ہے مسمی بہ محرق قاطع برہان۔ انہون نے اس کی توہین اور سودہ کی تفضیح مین دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے۔ اور ایک طالب علم مسمی بہ عبد الکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کیے ہین۔ اور ایک مختصر اُس نے بفحواے علماے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بصرف زر اُس کو چھپوا یا۔ ایک نسخہ اُس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل ارسال کیا ہے۔ اس شہر مین ایک میلا ہوتا ہے۔ پھول والون کا میلا کہلاتا ہے۔ بھادون کے مہینے مین ہوا کرتا ہے۔ امراے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب جاتے ہین۔ دو تین ہفتہ تک وہین رہتے ہین۔ مسلمان و ہنود دونون فرقے کی شہر مین دکانین بند پڑی رہتی ہین۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان اور میرے دونون لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہین۔ اب دیوانخانہ مین ایک مین ہون اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمتگار۔ بھائی صاحب وہان سے آئین گے تو مقرر آپ کو خط لکھین گے۔ بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے *

ایضاً قبلہ حاجات قطعہ مین جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے۔ مگر ہان یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات مین نے ۲۰۔ جنوری کو کیے اُن کے جواب تم نے ۲۷۔ جنوری لکھ کر بھیج دیے کیون نہ کہون روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۲۰۔ جنوری کو آخر روز مین نے ڈاک مین خط بھجوایا۔ اور ۲۱۔ کو دن

کا ہرکارہ پہرون چڑہے تمہارا خط لایا۔ سوالات مین ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی بناے
اونسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل مین پیچ و تاب باقی
رہا۔ کتاب کے باب مین جو کچھ لکھا ہے واقعی یہ کہ درست اور بجا ہے۔ جو کچھ واقع ہوا اُس کو مفید
مطلب فرض کرون لیکن اگر اجازت پاؤن تو اسی باب مین یہ عرض کرون کہ پیشگاہ گورنمنٹ
مین بتوسط چیف سکرٹر بہادر سابق اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کیے ہین۔ ایک نذر
گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت
شاہنشاہی مین بھجوائی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ مین تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ
اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال مین کیا دارومدار ہے۔ دو نسخے جو اُن دونون
صاحبون کے پیشکش مقرر ہوئے اُن مین سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے
ردو قبول۔ نفرین و آفرین کچھ بھی نہین قیاس آجتا ہون سو کرون یقین کچھ بھی نہین۔
۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک مین مجکو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے
صلہ اور جایزہ کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوایا ہے خطاب اور خلعت اور پنشن
کی تجویز ضرور ہے۔ جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اُسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم
مورخہ ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء۔ آخر جنوری ۱۸۵۷ء مین مین نے پایا۔ فروری مارچ اپریل خوشی اور
توقع مین گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء مین فلک نے یہ فتنہ اُٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے
کی جابجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین
طلب ہے جب یہان سے نوید تحسین نہین تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہین تحسین اور
آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانے کا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہان یہ تفرقہ اور بے التفاتی
اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو جی مین آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر

اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں۔ پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں معاً ایک وقت میں پہنچیں وہ تو جواب طلب نہیں اسکا جواب لکھیے اور بہت شتاب لکھیے۔

ایضاً میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں ؏ یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

پیر و مرشد خفا نہیں ہوا کرتے یوں سنا مجھے باور نہ آیا۔ یہاں تک تو میں مورد عتاب نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے محل استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیا کا یہ حال ہے۔ وائے برحال ہم اشقیا کے یہ حکایت ہے شکایت نہیں۔ میں دنیاداری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیاد و کیاد۔ ستر برس کی عمر ہے نے مبالغہ کہتا ہوں ستر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زمرہ خواص میں سے عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولا دیکھے۔ ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالی لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص اخلاص اسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہ خلق حسن و جمال چشم بد دور کمال مہر و وفا صدق و صفا نور علے نور میں آدمی ہوں آدم شناس ہوں

نگہم نقب ہمی زد بہ نہان خانہ دل ؏ مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

غایت مہر و محبت جس کے ملکہ کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ پہلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا۔ ایک کو تو میں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک دوست رہ گیا۔ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مروں میاں میں تمہارا عاشق صادق ہوں۔ بھائی ابھی قطب سے نہیں آئے۔ دافع ہذیان کے دو مجلد اور بھیج دوں گا

بنام نواب ضیاء الدین احمد خان صاحب بہادر

جناب قبلہ و کعبہ آپ کو دیوان کے دینے مین تامل کیون ہے۔ روز آپ کے مطالعہ مین نہین رہتا بغیر اس کے دیکھے آپ کو کھانا ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہین۔ پھر آپ کیون نہین دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد بن جائے میرا کلام شہرت پائے میرا دل خوش ہو۔ تمہاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھین۔ تمہارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہین۔ رہا کتاب کے تلف ہونے کا اندیشہ یہ خفقان ہے۔ کتاب کیون تلف ہوگی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ مین ڈاک لٹ گئی تو مین فوراً بسبیل ڈاک رامپور جاؤن گا۔ اور نواب فخر الدین خان مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان تمکو لا دون گا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اب وہان سے لیکر بھیج دو۔ وہ نہ کہین گے کہ وہین سے کیون نہین بھیجتے۔ ہان یہ لکھون کہ نواب ضیاء الدین خانصاحب نہین دیتے تو کیا وہ یہ نہین کہہ سکتے کہ جب وہ تمہارے بھائی اور تمہارے قریب ہوکر نہین دیتے تو مین اتنی دور سے کیون دون۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفصیل سے لکھ کر بھیج دو وہ اگر نہ دین تو مین کیا کرون۔ اگر دین تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس مین سے اور کے نام کردیے گئے ہین اور اس مین انھی ممدوح سابق کے نام پر ہین شہاب الدین خان کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس مین یہ دونون قباحتین موجود تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرع غلط یہ کام تمہاری مدد کے بغیر انجام نہ پائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہین ہان احتمال نقصان وہ بھی از روے وسوسہ و وہم اس صورت مین مین تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہون۔ بہرحال راضی ہو جاؤ۔ اور مجھکو لکھو تو مین طالب کو اطلاع دون اور طلب اسکی جب دوبارہ ہو تو کتاب بھیج دون۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب۔

بنام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب

بھائی تمہارا خط حکیم محمود خان صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ مضامین اور کتاب کوئی سی ہوائیں کا پتہ کیوں کر لگے۔ لوٹ کا مال خوری چوری کہتے کہتے بن میں بک گیا۔ اور اگر سڑک پر بھی بکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو ؎

بردل نفس اندہ گیتی بسر آرید ٭ گیرم کہ گیتی ہمہ یکسر بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائے گا ورنہ قصہ مختصر تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے جو لکھوں اپنے گھر میں ماں بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا۔ اور تم کو بھی تمہاری استانی دعا کہتی ہیں۔ زیادہ زیادہ از غالب

دوشنبہ ۸۔ فروری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی شہاب الدین خان واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خان نے میرے دیوان کا کیا حال کر دیا ہے۔ یہ اشعار جو تم نے بھیجے ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کر دیے ہیں۔ دیوان تو چھاپے کا ہے متن میں۔ اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیے پر ہوں تو میرے نہیں ہیں۔ بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھ دیے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اسکے باپ پر اور دادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پشت تک ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف۔ دوسرے تم میری کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمہارا خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں دم مارنے کی گنجایش نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یکجا باہم آرام سے رہو۔ اپنے

کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن مین نہ لکھے مگر لکھ دیے ہون تو وہ ورق نکلوا ڈالنا۔ اور ورق اُس کے بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب تو یون ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے میرے پاس بھیج دو۔ تاکہ مین اُس کو ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیج دون۔ زیادہ زیادہ۔ آج میرے پاس ٹکٹ ہے نہ دام معاف رکھنا۔ والسلام۔

ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا کوئی مطلب جواب طلب نہین تھا کہ مین اُس کا جواب لکھتا پھر سونچا کہ مبادا تم آزردہ ہو اس واسطے آج یہ رقعہ تم کو لکھتا ہون۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہین لکھون اُس کے آغاز مین یہ لکھون کہ مبارک ہو۔ تمہارے اب وعم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھون گا اُس کا مضمون یہی ہوگا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجکو اُسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہان صاحب تم جو خط لکھتے ہو تو اُس مین احمد سعید خان کا کچھ ذکر نہین لکھتے۔ لازم ہے کہ اُس کی خیر وعافیت اور اُس کی بہن کی خیر وعافیت لکھتے رہا کرو۔ یہان تمہاری پھوپھی اور تمہاری دونون بھتیجے اچھی طرح ہین۔ والدعا۔ ازغالب

یکشنبہ ۱۲۔ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً میان مرزا شہاب الدین خان۔ اچھی طرح رہو۔ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا۔ ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کر کے راہی ہوا قصد یہ تھا کہ پلکنو سے رہون وہان قافلے کی گنجایش نہ پائی۔ ہاپور کو روانہ ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلے چل دیے چار گھڑی دن رہے مین ہاپور کی سرا مین پہنچا دونون بھائیون کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑون کو ٹہلتے ہوئے پایا۔ گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا۔ مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اُس مین ڈال دیے۔ رات ہو گئی تھی شراب

پی لی کباب کھائے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی پکوائی خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کے واسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوانی۔ باب آجتک دونون بھائیون مین موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و شورت سے کام کرتے ہین۔ اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونون بھائی مل کر کھا لیتے ہین آج مین نے تمہارے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجے پانچ کے عمل مین ہاپور سے چل دیا۔ سورج نکلے بابوگڈھ کی سرائے مین آپہنچا۔ چارپائی بچھائی اس پر حقہ پی رہا ہون اور یہ خط لکھ رہا ہون۔ دونون گھوڑے کوتل آگے دونون لڑکے رتھ مین سوار آتے ہین۔ اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے۔ تم اپنی استانی کے پاس جا کر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر سنا دینا۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلے اور تصحیح کی تاکید کر دینا۔

ایضاً میان وہ قاضی تو مسخرہ چوتیا ہے اُن کا خط دیکھ لیا۔ خیر ہان علاؤالدین خان کا خط گھنٹہ بھر بھانڈ کے طائفہ کا تماشا ہے۔ اب تم کہو اُستاد میر جان کو کیون کر بھیجو گے اُن کو کہان پاؤ گے۔ اور علاؤالدین خان نے حسب الحکم تمہارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریان آئی ہوئی شاید کل یا پرسون جائین اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خان بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن دہیم۔ رسیدن دہیم یہ غزل علاؤالدین کو بھیج چکا ہون۔ تم علاؤالدین خان کو لکھو بڑی شرم کی بات ہے کہ ؎ ہر دم از زردگی غیر سبب راچہ علاج ہ۔ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو واہ واہ غیر سبب یہ کہان کی بولی ہے ؎ از تو لندن قران تو قاری چیفانۂ عیاذاً باللہ امیر خسرو قران کو کہ بسکون راے قرشت والف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پران لکھین گے۔ یہ دونون غزلین دو گدھون کی ہین۔ شاید ایک نے مقطع مین حافظ اور ایک نے مقطع مین خسرو لکھ دیا ہو۔

ایضاً نور چشم شہاب الدین خان کو دعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہین ان کا نام حسن علی ہے اور یہ سید ہین۔ دوا سازی مین یگانہ۔ رکاب داری مین یکتا۔ جان محمد انکا باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور مین نوکر ہے۔ بہر حال ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ مین مین کیا کھاؤنگا۔ یہان زن و فرزند کو کیا بھجواؤن گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمہارا پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہون مگر دونان وقت روٹی سرکار سے پاؤن بغیر اسکے کسی طرح نہین جا سکتا۔ سنو میان حق بجانب اس غریب کے ہے روٹی بغیر بات نہین بنتی یقین ہے تم رپوٹ کروگے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے گا۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو تاکہ کچھ کپڑا لتا بناؤن اور کچھ گھر مین دے جاؤن راہ مین روٹی اور سواری سرکار سے پاؤن تو یہان بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہون۔ مگر کچھ کہہ نہین سکتا۔ اپنی رائے اس باب مین لکھ نہین سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجدو۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ء

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہون۔ کلیات اردو جو تم نے خریدے ہین ایک اس مین سے جاہو اپنے چچا کی تذکرو جاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ مین نے اس وقت انکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے۔ بعد ارسال خط مولوی سدید الدین خان صاحب میرے ہان آئے۔ اثنائے حرف و حکایت مین مین نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب دیا کہ ہان عربی مین ایک باجے کا نام شاہین ہے۔ صورت اس کی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہین صراح مین مین نے دیکھا ہے فقط تم جو مولانا علائی کو خط لکھو یہ رقعہ ملفوف کرو۔ غالب۔

رباعی۔

رقعہ کا جواب کیون نہ بھیجا تم نے	ثاقب حرکت یہ کی تنے بیجا تم نے
حاجی کلو کو دے کے لے وجہ جواب	غالب کا پکاد یا کلیجا تم نے

ایضاً

اے روشنئی دیدہ شہاب الدین خان	کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح مین کتنا قرآن

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خان صاحب شفق

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق   ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۶- رمضان کی اور ۱۵- فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہین عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا خط کو معنون کر رکھتا ہون۔ کل شنبہ ۱۶- فروری کو ڈاک مین بھجوا دون گا۔ سال گذشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲- ۱۲ مہینے صاحب فراش رہا۔ اٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پکدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤن تک بارہ پھوڑے ہر پھوڑہ ایک زخم۔ ایک غار ہر روز لے مبالغہ بارہ تیرہ پھائے اور پاؤ بھر مرہم درکار۔ نو دس مہینے لے خور و خواب رہا ہون۔ اور شب و روز بیتاب راتین یون گزرین ہین کہ اگر کبھی آنکھ لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہون گا کہ ایک آدھ پھوڑے مین ٹیس اُٹھی۔ جاگ اُٹھا۔ تڑپا کیا۔ پھر سو گیا۔ پھر ہوشیار ہو گیا۔ سال بھر مین سے تین حصے دن یون گزرے۔ پھر تخفیف ہونے لگی۔ دو تین مہینے مین لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا۔ نئے سر سے روح قالب مین آئی۔ اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی اب اگرچہ تندرست ہون۔ لیکن ناتوان و سست ہون۔ حواس کھو بیٹھا۔ حافظہ کو رو بیٹھا

اگر اٹھتا ہون تو اتنی دیر مین اٹھتا ہون کہ جتنی دیر مین ایک قد آدم دیوار اٹھے آپ کی پرسش کے کیون نہ قربان جاؤن کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا میری خبر نہ لی۔ میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور مثلا میری یہ تحریر آدھی سچ اور آدھی جھوٹ درصورت مرگ نیم مردہ اور درحالت حیات نیم زندہ ہون ؎

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن　　اینکہ من نمے میرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو ان کو خوش اور مجکو ممنون کیجیے گا۔

ایضاً پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازشنامہ۔ یہ دونون حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توقیع کا جواب دو چار دن مین لکھون گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی۔ اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہین مگر ضعف باقی ہے لیکن تسکین خاطر منحصر اس مین ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا حال پھر لکھین مئے۳۰ کی ہنڈوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی سی ہنڈوی کا سا ہے۔ یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہین آئی جو ہم روپیہ دین۔ اگر سرکار کے کارپردازوہان کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجین تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک مین سے میرے پاس تھی وہ مین اپنی طرف سے بسبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہون نذر قبول ہو۔ اب مین حضرت سے باتین کر چکا خط کو سرنامہ کر کے کہار کو دیتا ہون کہ ڈاک مین دے آوے۔ بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کرون گا۔ پیشگاہ وزارت مین میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی

نادر حسین خان صاحب کو سلام

ایضاً پیرومرشد اگر مین نے امیدگاہ بجناب عالی ازراہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ہے

درین خستگی پوزش از من مجوے ... بود بندۂ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہین کہ ان موانع کے سبب سے مین قصیدہ کی تحسین نہین لکھ سکا بندہ ملے ادب نہین تحسین طلب نہین ایسے مجمع مین محشور کہ سواے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہین۔ مین جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہون گویا آپ اپنے پر احسان کرتا ہون ہے واے بر جانِ سخن گر بہ سخندان نہ رسد۔ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر مین نہین ورنہ آپ جانین کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہون۔ نواب صاحب اب نہ دل مین وہ طاقت نہ قلم مین وہ زور۔ سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال مین آجاے وہ لکھ لون ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہین ہوسکتا بقول مرزا عبدالقادر بیدل ہے

جہدہا در خورِ توانائی ست ... ضعف یکسر فراغ مے خواہد

مُہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجیے کہ کیا کھدوا جائے گا۔ مہدی حسن خان مہدی حسین خان بہادر لکھ رہا ہون۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہون ورنہ خط لڑکون نے کھو دیا یاد پڑتا ہے کہ نگینہ وہان سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب مین مکرر خواہان ہون کہ یہ معلوم ہوجاے کہ نگینہ بھیجے گا یا یہان خریدا جائے گا۔ اور نقش نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم رہے اب جب آپ مجکو لکھین گے تب مین اس کا جواب لکھون گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپ نے مجکو سلام لکھا ہے سو مین بھی اُن کی خدمت مین

بندگی اور جناب منشی نادر حسین خانصاحب کی جناب مین سلام عرض کرتا ہون - زیادہ حد ادب ۔

ایضاً قبلہ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُس کو ایک اور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور مین گزرانا اور تمناے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہو گئے - احترام الدولہ بہادر سے ہم زبان اور آپکے ثناخوان رہے گویا اس امر خاص مین وہ شریک غالب ہین ہم بطریق کسرہ اضافی وہ بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے کہ قدردان کمال بلکہ حق تو یون ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر و معزز جیسے الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہین کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا - فارسی سے ناآشناے محض اور صرف و نحو مین ناتمام انشاء خلیفہ و منشیات مادھورام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ مین اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھورام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے - یہ لوگ راہ سخن کے غول ہین آدمی کے گمراہ کرنے والے - یہ فارسی کو کیا جانین - ہان طبع موزون رکھتے تھے شعر کہنے لگے

ہرزہ مشتاب و پئے جادہ شناسان بردار   اے کہ در راہ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا مین کس قدر آرزومند ہون - میرا ایک بھائی ماموںکا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا - اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی مین نے اپنی مانی اور اُس نے اپنی پھوپی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا مین نے سب سامان سفر کر لیا - ڈاک مین روپیہ ڈاک کا دیدیا - قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک مین جاؤنگا - وہان سے نواب علی بہادر کے ہان کی سواری مین باندے جا کر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپکے قدم دیکھتا ہوا اسپیل ڈاک دلی چلا آؤنگا - ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے - اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل مین نہ آیا - اور پھر مرزا اور نگ خان

میرا بھائی مر گیا ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی استدعا سے تھا مگر مین نتیجہ اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجیے گا۔ میرا جی آپ کے ساتھ باتین کرنے کو چاہا۔ اس واسطے جو دل مین تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاج اقدس۔ الحمد للہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہون۔ پرسون آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا آپ کو مبدأ فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا۔ محبتانہ ایک لطیفہ نشاط انگیز سنیے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلی ماردن کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنون مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ۔ ڈھمک داس ہے۔ مین بالاخانہ پر رہتا ہون حویلی مین آکر اس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا۔ اب کالپی سے خطاب کپتانی کا ملا حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا۔ کہین قبل از اسم مخدوم نیاز کیشان لکھا تھا۔ اس فرمسان نے اور الفاظ سے قطع نظر کرکے کیشان کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خان صاحب شملے گئے ہوئے ہین۔ شاید ماہ حال یعنی جولائی۔ یا اول ماہ آیندہ یعنی اگست مین یہان آجائین آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہون۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیون مانگین اور زحمت کیون اٹھائین جس قدر کہ علم ان کو اس خاندان مجدت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہی کافی ہے۔ مولانا قلق کے نام کی عرضی ان کو پہنچا دیجیے گا۔ اور جناب نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا۔

ایضاً پیر و مرشد شب رفتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا مین فرط برودت سے گزند پیدا ہو گیا۔ اب صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی بے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر نہین آتا ہے۔ مین عالم تصور مین آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین۔ اور منشی نادر حسین خان صاحب

کو آپ کا طبیس مشاہدہ کرکے آپ کی جناب میں کورنش بجالاتا ہوں اور منشی صاحب کو
سلام کرتا ہوں۔ کافرنعت ہوجاؤں۔ اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب
نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے منت پذیری
میں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ غلب ہے
کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شرارتیں دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہے اور
اور اس اصل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ذکر نہیں کرتا فقیر کو یہ طرز پسند نہ آئی مطلب اصلی کو
عمداً چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اُن کے ساتھ نسب نامہ خاندان
مجد وعلا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خان بہادر بہت ممنون وشاکر ہوئے۔
جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا۔ آپ نے اُس کو صاحب بنا رکھا ہے۔ اس سے
اس کا دماغ چل گیا ہے۔ قبلہ وکعبہ جناب مولانا قلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی
تھی وہ مقبول نہ ہوئی۔ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپ کی
بات اس باب میں کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا۔ اس
سارٹیفکٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہیں والسلام۔

ایضاً پیر و مرشد میں آپ کا بندہ فرمانبردار اور آپ کا حکم بطیب خاطر بجالاتا ہوں مگر سمجھ تو لوں
کہ کیا لکھوں۔ وہ مکتوب کہاں بھیجوں۔ آپ کے پاس بھیج دوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس
بھیج دوں۔ اور وسیم الدین ظہیر الدین کو منشی میر شیخ خواجہ۔ کیا کرے کہ وہ خود حاکم کی رائے کے
مشمول کا قیدی اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آگئے باایں ہمہ
منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے۔ یہ آپ کی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ اب بھی منحصر اس میں
ہے کہ قیدی دریاے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے

اور یہان کی قید سے بھی رہائی پائے خواہش کیا ہے اور کارپرداز سے کس طرح کی اعانت چاہون۔ پہلے تو یہ سونچتا ہون کہ کیا لکھون۔ پھر جو کچھ لکھون اُس کو کہان بھیجون۔ طریق یہ ہے کہ میان امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائین۔ اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہون۔ مین کیا جانون کہ امیر الدین کا مسکن کہان ہے۔ منشی صاحب کو خط بھیج دون۔ اُن کے نزدیک احمق بنون کہ کس امر موہوم مجہول مین مجکو لکھا ہے کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کرین کہ امیر الدین کون ہے اور کہان ہے اور کیا جانتا ہے بہرحال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ آپ کے نام کا روانہ کرتا ہون۔ اُس مین صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا اُس کو پڑھ کر میان امیر الدین کے پاس بھیج دیجے گا۔ مگر گوند لگا کر۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھکر میرے پاس بھیجیے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہان بھیجون۔

ایضاً خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُن کی خدمت مین بھیج دیا گیا۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہین اگر جواب بھجوا دین گے تو جناب مین ارسال کیا جائے گا۔ قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جس طور پر ہے اُس مین گنجایش اصلاح کی نہ پائی یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہین۔ کوئی ترکیب فارسی ٹکسال سے باہر نہین۔ مگر ہان طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیے۔ دوسرا قصیدہ اس زمین مین ایک اور لکھنا اور وہ تکلف بارد ہے۔ بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہو۔ پس شرم کم خدمتی سے دل ریش اور فرط خجلت سے سر درپیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ مین بھیجتا ہون۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہون۔ غلہ کی گرانی آفت آسمانی امراض دموی بلاے جانی انواع و اقسام کے اورام و بثور

شایع۔ یارہ ناسود مند وسعی ضائع۔ مین نہین جانتا کہ ۱۱ - مئی ۱۸۵۷ء کو بہر دن چڑہے وہ فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی۔ یا خود قہر الہی کا پے بہ پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلی مٹتا ہے۔ ورنہ سرتاسر قلمرو ہند مین فتنہ وبلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی جناب منشی نلو رحسین خان صاحب کو سلام۔

ایضاً پیر و مرشد ۱۱ بجے تھے مین ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا۔ مین نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے مین نہ تھا اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سرے سے سُنیئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اُس کی رسید آئی۔ کئے کٹے شعر اُلٹے آئے اُن کی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے۔ لو صاحب یہ اشعار بھی قصیدہ مین لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب آج تک نہین آیا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا جواب مین جو کچھ انہون نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ؎

برہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا ۔۔۔ اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

سوچتا ہون کہ دونون خط بیرنگ گئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصور نہین۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑہی مین اُبال کیون آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیون کا لشکر اُس مین اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکیون کا۔ اُس مین جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس مین ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا اُس مین بہت سے پیٹ بھرے مرے۔ پانچوان لشکر تپ کا اُس مین تاب و طاقت بنائی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہین کیا۔ میرے گھر مین دو آدمی تپ مین مبتلا ہین

ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا نواسہ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔ کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے۔ ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے۔ کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائے گا۔ آغا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مغل علی خان غدر سے کچھ دن پہلے مستعفی ہو کر مر گئے ہے ہے۔ کیونکر لکھوں حکیم رضی الدین خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی۔ اور احمد حسین خان ان کے چھوٹے بھائی اسی دن مارے گئے۔ طالع یار خان کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لے کر آئے تھے غدر کے سبب جا نہ سکے یہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی۔ طالع یار خان ٹونک میں ہیں۔ زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مردہ سے بدتر ہوں گے۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگ گئے تھے وہ وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں رہے۔ حیدرآباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے ان کی صفائی ہو گئی۔ لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خان مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی۔ اور نیلام ہو کر روپیہ سرکار میں داخل ہو گیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام الدین کی والدہ کے نام کے ہیں وہ ان کو یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے۔ فی الحال میاں نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں شاید بہاولپور بھی جائیں گے۔

ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی

خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنتے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدان برہان قاطع برچھیان اور تلوارین پکڑ پکڑ کے اُٹھ کھڑے ہوئے ہین۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہین۔ ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب خلاف قاعدہ ہے۔ کلام قطع کیا جاتا ہے۔ برہان قاطع نہین ہوسکتی ہے۔ لو صاحب برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہوسکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہین قبول کرتے۔ قاطع برہان مین جو برہان کا لفظ ہے یہ مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کی رو کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو کیا گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے کہ بانگلشیان ستیزنے جاؤ۔ انگلش کا نون تلفظ مین نہین آتا۔ مین پوچھتا ہون خدا کے واسطے انگلش اور انگریز کا نون باعلان کہان ہی اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی مین سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہین اگر انگلش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپکے پاس بھیجا ہے اُس کو غلطنامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجیے گا۔ حضرت کیون آپنے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا ہے این ہم کہ جواب نہ نویسند جواب ست ؂ سمجھ لو اور چپ رہو مین نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھے گا کہ مین نے مختار سے پوچھا۔ اس نے یون کہا پھر مین نے یون کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کرینگے فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو۔ امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز مین۔ ایک صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہان کے رہنے والے کسی زمانہ مین وارد اکبرآباد ہوئے تھے کبھی یہان کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبرآباد مین نوکری کی جستجو کی کہین کچھ نہ ہوا۔ میرے ہان دو ایک بار آئے تھے پھر

خدا جانے کہاں گئے میں دلی آرہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے۔ امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں۔ خط میں مجکو پہلے یہ مصرعہ لکھا ؎ از بخت شکر دارم و از روزگار ہم۔ آپ سے جدا ہوکر بیس برس آوارہ پھرا۔ جے پور میں نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنو میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے۔ مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے۔ اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیج دیجیے تو بیشک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچے گا۔ میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے ؎

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعای او صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ توکلت علی اللہ بھیج دیا رسید آگئی۔ صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا بہ آئین شایستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مہرکن سے میری مُہر خطابی کُھدوا کر بھیج دیجیے۔ چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کرکے بھیج دیا رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کا یہ توقیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔

بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی مہر تم سے بغیر حاصل کیے مرشد آباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپیہ دیے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دل کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت مقتضی اس کے ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت۔ خفقان مراق۔ اُسکی خلقت و فطرت مین ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر مین مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہان شہر کے باہر ایک دن بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے۔ مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مرے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے مراقیون نے غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جا بجا اخبار نویسون نے ان سے سن کر درج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہین۔ دھوپ آگ سے زیادہ تیز ہے۔ وہی خفقانی صاحب روتے پھرتے ہین کہ کھیتیان جلی جاتی ہین اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑے گا۔ مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے بنائی لوگ کڑی تختہ۔ کیواڑ۔ چوکھٹ۔ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب ان غربا کو وہ مکان ملے تو ان مین مرمت کا مقدور کہان۔ فرمائیے مکانات کیون کر نہ گرین ۔

ایضاً پیر و مرشد ایک نوازشنامہ آیا۔ اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُس کا جواب یہی کہ کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگان نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا۔ گویا ساغر التفات کا دوسرا دَور پہنچا۔ اب ضرور آپڑا کہ کچھ حال اس ستارہ دُم دار کا لکھون۔ چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے۔ سوچ رہا ہون کہ کیا لکھون۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہین کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازین ستارہ دنبالہ دار می ترسم

یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ غالؔ گوشۂ ابروے یارے ترسم ۔ کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی مین صاحب کمال نہین جانتے ۔ لہذا اس عبارت فارسی کو یہ ا مصداق حال نہین مانتے ۔ بیش ملا طبیب و بیش طبیب ملا بیش ہیچ ہر دو و بیش ہر دو ہیچ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہان اور کیا رکھا ہے ۔ بہر حال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانے کے مزاج مین فساد کی صورتین پیدا ہوتی ہین تب سطح فلک پر یہ شکلین دکھائی دیتی ہین ۔ جس برج مین یہ نظر آئے اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہین ۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہین تب ایک حکم نکالتے ہین ۔ شاہجہان آباد مین بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا ۔ اور چونکہ ان دنون مین آفتاب اول میزان مین تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب مین ہے درجہ و دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی ۔ بہت دن شہر مین اس ستارہ کی دھوم رہی ۔ اب دس بارہ دن سے نظر نہین آتا ۔ وہان شاید اب نظر آتا ہے جو آپنے اس کا حال پوچھا ہے ۔ بس مین اتنا جانتا ہون کہ یہ صورتین قہر الہی کی ہین ۔ اور دلیلین ملک کی تباہی کی ۔ قران النحسین پھر کسوف ۔ پھر خسوف ۔ پھر یہ صورت پر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا ۔ یہان پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام کوچہ و بازار مین روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل مین آنا سنایا گیا ۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان ۔ نے فرزند ارجمند خطاب دیا ۔ اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا مین قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت مین لکھ چکا ہون چنانچہ بہ شمول دستنبو نظر انور سے گذرا ہوگا ۔ ؎

تا نہال دوستی کے بردہد ۔ حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہان فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو مین کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا ؎ این کہ مے بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ۔ مُنہ پیٹتا ہون اور سر پٹکتا ہون کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہون نہین لکھ سکتا ہون۔ آلہی حیات جاودانی نہین مانگتا۔ پہلے انوار الدولہ سے مل کر سرگذشت بیان کرون۔ پھر اُس کے بعد مرون روپیہ کا نقصان اگرچہ جان کاہ اور جان گزا ہے۔ پر بموجب تلف المال خلف العمر عمر فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُس کو عمر کی قیمت جانیے اور ثبات ذات۔ و بقاے عرض و ناموس کو غنیمت جانیے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے۔ اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ مین نے گیارھوین مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسوین جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر مین بعبارت فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطرے کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق مین چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اُس کا نام رکھا ہے اور اُس مین صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے۔ بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانونگا اور اُس کو ہم سخنی او ہمزبانی جانونگا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط مین ذکر نہین آیا ہے تو اس خیرخواہ احباب کا دل گھبرایا ہے۔ اب جو خط لکھیے تو اُن کی خیر و عافیت بہر نمط لکھیے۔ اُن کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیر و مرشد معاف کیجیے گا۔ مین نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہان کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہین کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہین سُنی۔ سُنیے تو تین ہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات

تین فصلیں اکھٹی ہو گئی ہیں - تگرگ باری علاوہ ایک بحر رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو - اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو - اور پورب میں ہو - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہ رہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں اور ندی کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں - مجمع البحار ہے - حضرت نے خوب وکالت کی - مولانا قلق سے تقصیر پھر معاف نکروائی - کہہ دو گے کہ گناہ معاف ہو گیا - میں بغیر سار ٹیفکٹ کے کب مانونگا یہ دن مجھ پر بُرے گذرتے ہیں - گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے - جیسا زبان سے پانی پینے والے جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے ؎

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں　　　سوزِ غم ہاے نہانی اور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکر بے چین ہو گیا ہوں - اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھیے چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں - نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے - جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں - حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں - متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں - کبوتروں کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں - آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا یہ چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے نام اُن کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین - میر حسین ابن علی میں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی - اس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۰ ہوتے تھے - تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا - میں تو جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں قطعہ -

حسین ابن علی آبروے علم و عمل		کہ سید العلما نقش محاسن بوے	
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر		غم حسین علی سال تمش بودے	

زیادہ حد ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد یہ خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا۔ خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خان کا نظیر نہیں بس مُہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ پڑھیں اور سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرماویں۔ پھر اُس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجیے گا۔ تعجب ہے کہ جناب میر احمد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیے جاویں۔ اور میری بندگی کہی جاوے۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام بہ ہزار اشتیاق پہنچے

ایضاً للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہے۔ پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک مکرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ مسہل میں ہوں چنانچہ کل میرا مسہل ہوگا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا۔ اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے۔ جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جاے اور ارنی بروزن جنے گنجایش پائے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبدالقادر بیدل سے

چو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگریز | کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اسد بیگ غالب۔ ؎

رفت آنکہ زحسن مدارا طلب کنیم + سررشتہ ذ زلف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہون کہ ہاے کیا غزل لکھی۔ قبلہ آپ فارسی کیون نہین کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا مین سخن ناشناس اور ناانصاف ہون کہ ایسے کلام میں اصلاح پر جرأت کرون ؎ چہ حاجت بمشاطہ روے زیبا را +۔ ہان ایک جگہ آپ تحریر مین سہو کر گئے ہین ؎ اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن +۔ دو میم آپڑے ہین۔ ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہین ؎ اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن +۔ اب دیکھیے اور صاحبون کی غزلین کب آتی ہین۔ اتنی عنایت فرمایئے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا۔ زیادہ حد ادب۔

ایضاً کیون کر کہون کہ مین دیوانہ نہین ہون۔ ہان اتنے ہوش باقی ہین کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہون۔ واہ کیا ہوشمندی ہے کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہون نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم۔ سن غالب ہم تجھ سے کہتے ہین بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حد خود بشناس مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نوبت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ۔ پھر عنایت نامے کے آنے کا شکر ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو مین تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو مین نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے۔ انشاء اللہ تعالے رفع ہو جائے گی موسم اچھا آگیا ہے۔ ؎

گرمی از آب برون رفت و حرارت ز ہوا + محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب راے طبیب تنقیہ کر لیجیے

مجکو بھی آج دسوان منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہوگا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہون۔ اور عرض کرتا ہون کہ آپ کا بندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد۔ بائیس منضج چار مسہل۔ کہان تک آدمی کو ضعیف نہ کرے۔ بارے آفتاب عقرب مین آگیا۔ پانی برف آب ہوگیا ہے۔ کابل و کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہے۔ یہ ضعف ضعف قسمت تو نہین کہ ایسے ایسے امور اُس کو زائل کرسکین غزلون کو برسون سے پڑھ رہا ہون۔ اور وجد کر رہا ہون۔ خوشامد میرا شیوہ نہین ہے۔ جو اُن غزلون کی خفیفت میری نظر مین ہے وہ مجھ سے سُن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قلق نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہین اور بے تکلف و تملق سے کہتا ہون تو مجکو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہین یہ آپ میری آبرو بڑہاتے ہین۔ کوئی بات بیجا ہو۔ کوئی لفظ ناروا ہو تو مین حکم بجالاؤن زیادہ حد ادب

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھون۔ امور نفسانی مین اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ مین سے ہے۔ کیونکہ ہوسکے ایک وقت خاص مین ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو۔ یہ بات مین نے آپکے اس خط مین پائی کہ اُس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور مین تمکو اپنا ہم طالع پاتا ہون۔ عزیزون کی ستم کشی اور رشتہ دارون سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلم رو ہند مین نہین۔ سمرقند مین دو چار۔ یادشت قبچاق مین سو دو سو ہون گے۔ مگر ہان۔ اقربا سبھی ہین۔ سو پانچ برس کی عمر سے اُن کے

دام مین اسیر ہون۔ الغرض برین ستم اٹھائے ہین ؎

گرد ہم شرح ستم ہاے عزیزان غالب ✤ رسم امید ہمانا ز جہان برخیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو نہ مین تم کو مدد دے سکتا ہون۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہون ساحل نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے۔ ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ✤ مرگئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا جواب دیا کہ اب بھیجتا ہون۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیج دونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کرکے آپکو یہ چند سطرین لکھین ؎

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ ✤ انی رایت دہرا فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحبکو میری بندگی کہیے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجیے گا جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے اگرچہ آپ مبتلاے رنج والم ہو مگر یہ شرط کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہم درد ہو۔ مورد ستمہاے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے سیا طبع اور برہان ہی قاطع ہان حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہین اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق مین مبتلا ہون آپ اُن کا حال لکھیے۔ خواجہ اسمعیل خان صاحب کہان ہین اور کس طرح۔ سُنیے قبلہ مین تو آپسے شاہ اسرار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہین ہون کہ آپ اُنکے خط کے حاصل ہونے کے انتظار مین مجکو خط نہ لکھ سکین مترصد ہون کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤن۔ ✤

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تم کو سلامت رکھے اور پھر تمہاری صورت مجکو دکھا دے۔ تمہارا خط پہنچا۔ آنکھون سے لگایا۔ آنکھون مین نور آیا۔ دل پر یکما مزا پایا۔ کل تک اُس نام کو سن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے۔ اب بن بن کر باتین بناتے ہو اور ہم کو کر ٹبان سناتے ہو۔ کاشکے تم یہان آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمہاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمہاری ان کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم ہوگا بھائی تمہارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہین دو ایک بار مین نے اُن کو بلایا انہون نے کرم نہ فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ لوگ ادہی آب و گل کے ہین تمہاری ان کی کبھی نہ بنےگی اور گہری نہ چھنےگی۔ وہین بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑون عزیز راہی ملک عدم ہوئے۔ سینکڑون ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہین دو چار جو باقی رہے ہین خدا جانے کہان بستے ہین کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہین۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دعا۔ دوشنبہ ۹۔ نومبر ۱۸۵۹ء۔ بین الظہر والعصر۔ حوالہ میر مہدی طال عمرہ۔

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہ۔ بعد دعا کے واضح رہے سعادت انتماے ہو آپ کا خط پہنچا اگرچہ مین نے صرف پڑہا میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہون کہ مین نے آنکھون سے لگایا۔ ہان صاحب تم نے جو لکھا ہی کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہین۔ کیون نہ خوش ہون خوشی کی بات ہے۔ تمہارے سر کی قسم مین گویا دیکھ رہا ہون اور میری نظر مین پھر رہا ہے وہ میر سرفراز حسین کا شرماکر آنکھین نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہان آگئے ہین۔ تم مجتہد العصر حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی جو چپین تو کہنا کہ تم کو کچھ نہین لکھا۔ کل مین نے خبر منگوائی تھی سو لڑکی کو ابھی تپ آئے جاتی ہے یقین ہے

کہ تم نے وہان پہنچ کر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا۔ ہان تم کو ضرور ہے اُن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چارشنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میری جان تمہارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیون جاتے ہین۔ بہرحال میر مہدی کو دعا کہنا۔ اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے مین نے تم کو خدا کو سونپا تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۲۱۔جولائی ۱۸۶۱ء

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

دل الرحمن الطاف خفیہ خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے۔ جان ہے تو جہان ہے کہتے ہین کہ خدا سے نا امیدی کفر ہے۔ مین تو اپنے باب مین خدا سے نا امید ہو کر کافر مطلق ہوگیا ہون عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہوگیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بھئی نہ دنیا نہ دین۔ مگر تم حتی الوسع مسلمان بنے رہو اور خدا سے نا امید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرا کو اپنا نصب العین رکھو ؎ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ؂ گھر مین تمہارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خان عزیز سلام اور باقر اور حسین علی بندگی کہتے ہین۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے۔ اور دل کو یہ پایہ حاصل نہین کہ وہ کورنش بھی بجالائین خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا اپنی مرگ کا طالب غالب صبح دوشنبہ ۱۶ جولائی سالِ حال

ایضاً میری جان کن اوہام مین گرفتار ہے۔ جہان باپ کو بیٹھ چکا اب چچا کو بھی رو۔ تجکو خدا جیتا رکھے۔ اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہان خدا سے بھی توقع باقی نہین مخلوق کا کیا ذکر کچھ بن نہین آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہون۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہون۔ یعنی مین نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہون کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی بہت اتراتا تھا کہ مین بڑا شاعر اور فارسی دان ہون۔ آج دور دور تک میرا جواب نہین سے لے تو

قرضدارون کو جواب دے۔ سچ تو یون ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا۔ بڑا کافر مرا۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہون کو بعد اُن کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیے ہین چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئیے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان مین ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے۔ مین اُن سے پوچھ رہا ہون۔ اجی حضرت نواب صاحب نواب صاحب کیسے اوغلان صاحب آپ سلجوقی اور افراسیابی ہین یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو اکسو کچھ تو بولو۔ بولے کیا بے حیا بے غیرت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا میوہ فروش سے آم۔ صراف سے دام قرض لیے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہان سے دون گا

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضوان

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خان کو۔ اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی۔ غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی سے از آمدنِ کعبہ پشیمان شدہ باشی ہ۔ قربان علی بیگ خان کو دعا کہنا مرزا تفضل حسین خان کو دعا کہنا اور اُن کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴۔ نومبر کی ہے۔ پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین۔ فرما گئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤن گا۔ اگر چار روز یہان رہین گے پھر نمایش گاہ بریلی کی سیر کو جائین گے۔ وہان سے پھر کر جب آئین گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار فرمائین گے دو پنجم دسمبر تک آ جائین گے۔ تین دن جشن رہے گا۔ اس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہو گا۔ خدا کرے تم تک زندہ پہنچ جائے۔ پیر جی بہت یاد آتے ہین اُن کو دعا کہنا۔ اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میان خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خان کے پاس لے جانا۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نظم نواب ضیاء الدین خان یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اس کی نقل کر لینا۔ اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ مین نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بھیج دی ہے حضرت نے رسید بھی نہین لکھی اُن سے رسید لکھوا بھیجو۔ اور سب جلدون کے اشتہار

بندھ جائین اور موٹا کاغذ دونون طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نرہے۔ تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا بار و پیہ فوراً بھیج دونگا یا آکر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا صاحب آئے ہین یا نہین آگئے ہین تو روداد مفصل لکھو۔ ہان بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا۔ علی نقی خان وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکوان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دو شنبہ ہے۔ نومبر کی ہی آٹھ دن مین خط کی آمد وشد یقینی ہے نو دن راہ دیکھونگا۔ دسوین دن اگر تمہارا خط نہ آیا تو مین تمہارا رافضی بن جاؤن گا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے۔ تحریر کا تارک نہین ہون ملالۂ ترک ہون۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رام پور کے سفر مین تاب و طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمہارے خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تم کو تشویش کیون ہو جب تک زندہ ہون غمزدہ و افسردہ ناتوان و نیم جان ہون جب مرجاؤن گا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگے۔ پس جب تک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہے۔ خستہ و نشر مدہ بخور د در دمند یہ سطرین لکھ کر اس وقت تمہارے بھائی پاس بیٹھا ہون۔ مگر ان کو ہمیشہ سفر در وطن ہے۔ بفرض محال اگر گھر مین ہین تو عنایت اللہ اُن کو ورنہ محمد مرزا کو دے آئے گا۔ ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے۔

بنام مرزا باقر علی خان صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خان کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمہارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمہاری ترقی انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو

تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی اب میری انگلیان نکمّی ہو گئی ہین اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے۔ دو سطرین نہین لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہین جب کوئی دوست آجاتا ہے۔ مین اُس سے جواب لکھوا دیتا ہون۔ پرسون کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا۔ اِس وقت مرزا یوسف علی خان آگئے مین نے اُن سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمہاری دادی اچھی طرح ہے۔ تمہارا بھائی اچھی طرح ہے۔ تمہارے گھر مین سب طرح خیر و عافیت ہے۔ تمہاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے پاس آجاتی ہے۔

ایضاً نورچشم و راحت جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمہارا خط جو میرے خط کے جواب مین تھا وہ مجکو پہنچا اُس مین کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ اِس خط مین ایک نئے امر کی تمہین اطلاع دیتا ہون وہ امر یہ ہے کہ مین نے اگلے مہینے مین سبد چین کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا تفضل حسین خان کی معرفت الور کو بھجوائی تھی سو اب کے ہفتے مین حضور پرنور مہاراؤ راجہ بہادر کا خط انہین کی معرفت مجکو آیا۔ حضور نے ازراہ بندہ پروری و قدر افزائے القاب بہت بڑا اچھے لکھا اور خط مین فقرے بہت عنایت اور التفات کے بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہین ہو تمکو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہین۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجکو کیون نہین لکھا۔ اب مین تم سے یہ پوچھتا ہون کہ کبھی دربار مین کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہین۔ اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سن کر کیا فرماتے ہین۔ غالب ۷۔ دسمبر ۱۸۶۶ء

ایضاً اقبال نشان باقر علی خان کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمہارا خط آیا۔ مگر تم نے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھ کر چھوڑ دیا۔ مین کیونکر خط بھیجتا۔ بارے اب شہاب الدین خان کی زبانی پتا معلوم ہوا سو اب مین تم کو خط لکھتا ہون۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمہارے گھر مین سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمہاری تنخواہ تمہارے

لکھ بھیجدی۔ مرزا حسین علی خان بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ تحریر تاریخ ۱۴۔ نومبر ۶۰ء

بنام ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمھارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہون۔ محمد قلی خان صاحب تمن مصروف ہین عدالت کی تعطیل ہو چکی ہے۔ نوندا سے کی بی بی مرگئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے گرچہ کام کریگا۔ کاشی ناتھ نے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اُس کو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا صاحب جب لکھتے ہین مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہین یہ امر اُس پر ظاہر ہو کہ مین نے تمہین یون لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو مین کیا کرون۔ اگر کہون کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو مین حاضر ہون یہ کہنا تکلف محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجکو تمہاری ہے اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا خدا جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ماہ آیندہ یعنی دسمبر مین نیر والا مقدمہ درست ہو جائے ان سطروں کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی چنی لال تمہارا قرض خواہ آیا تھا تمہارا حال پوچھتا تھا مجھ جھوٹ کہکر اُس کو اس راہ پر لایا ہون کہ سو دو سو روپیہ تم کو بھیج دے۔ بنیون کی طرح کی تقریر اُس کو سمجھائی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُس کو پانی دیتے ہین حسین مرزا تمہارے کھیت ہین پانی دو تو اناج پیدا ہو بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے۔ تمہارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ مین اپنے بیٹے راجی داس سے صلاح کرکے جو بات ٹھہرے گی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ ہی بھیج دے تو تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اُس کا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسد اللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور مین آنے والا ہے۔ بس زیادہ کیا لکھون۔ یہان تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے مین نے خط اُن کو نہین دکھایا مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہون اُنہون نے کہا میرا اسلام لکھنا اور لکھنا

کہ یہان سب خیر و عافیت سے ہین اور سب کو دعا سلام کہتے ہین۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اس وقت سردار مرزا سے دریافت ہوگیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمہارا رقعہ اُن کو پہنچ گیا شنبہ ہ دسمبر

ایضاً۔ نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تم کو حال لکھ چکا ہون۔ محمد قلی خان آئے۔ ہم مین اُن مین باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد مین کچہریان بند حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہین۔ ۱۹۔ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ مین خیلم ہوگا۔ دربار وہین ہوگا۔ رہا دلی کا آنا مشتبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئین گے کوئی کہتا ہے جریدہ بسبیل ڈاک آئین گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئین گے ۱۲ دن یہان رہین گے۔ آج ۱۵۔ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہوگا وہ تم کو لکھون گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اُس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل آئے گی خاطر عاطر جمع رہے۔ تمہارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسون میرٹھ کو جائے گا اور اُدھر سے امین الدین خان بھی وہان آئے گا۔ میرا دربار اور خلعت دریا برد ہوگیا۔ نہ پنشن کی توقع نہ دربار و خلعت کی صورت نہ سزا نہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرکلو جوتا لے آیا۔ کل دونون طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کارپردازون نے اُلٹا پھیر دیا۔ اور کہا کہ پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پر دو بجے لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لے کر اپنے گھر آیا خدا کرے تم کو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب مین مایوس مطلق ہون۔ مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی باد مخالف کی رسید تمہاری تحریر سے معلوم ہوگئی۔ خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہوگئی۔ فیل خانہ تک ہیرالال ڈگی کے محاذی کے مکانات سب گرائے گئے بلاقی بیگم کا کوچہ التوا مین ہے اہل فوج ڈھانا چاہتے ہین۔ اہل قلم بچاتے ہین پایان کار دیکھیے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶۔ دسمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً جناب عالی کل آپ کا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل وہی شنبہ کا دن

نومبر کی تھی۔ آج بدھ کا دن ۹ نومبر کی صبح کے وقت مین تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا ۳۔ نومبر کا پہنچا۔ اب مین دونون خطون کا جواب باہم لکھتا ہون۔ دونون صاحب باہم پڑھ لین۔ مرزا آغا جانی صاحب اسی طرح مین ان کو تپ آگئی تھی۔ اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلو تہی کرتا ہے۔ نوندرائے یکسر ہزار سودا محمد قلی خان اکثر علی جی رہتے ہین کبھی یہان آجاتے ہین تب نوندرائے کو تاکید کرتے ہین آج کل یہان پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہین۔ چونگی کے باب مین کونسل ہوئی پرسون ۷۔ نومبر سے جاری ہوگئی۔ سالگرام خزانچی چھنامل مہیش داس ان تین شخصون کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا ہے۔ غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہین کہ جس پر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے۔ آگے حکم تھا کہ مالکان رہین کرایہ دار نہ رہین پرسون سے حکم ہوگیا کہ کرایہ دار بھی رہین کہین یہ نہ سمجھنا کہ تم یا مین یا کوئی اپنے مکان مین کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہین رکھتے اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان مین رہتے تھے وہ بھی آرہین مگر کرایہ سرکار کو دین۔ تم انصاف کرو ہمشیرہ کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئین اور درخواست دین اور منظور ہو اور مکان نہ ملے تو اس تمام شہرستان ویران مین ایک حویلی ملے گی اور ان کو یہان رہنا ہوگا۔ کیونکر اس ویرانہ مین تنہا رہین گی سہم کر دم نکل جائیگا ملا کہ جبر اختیار کر کر رہین۔ کھائین گی کہان سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور حیلے ناتمام ہین ہان نقل لینی اور مرافعہ نکرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اس حکم کی نقل لینی یہ امور ایسے نہین کہ جلد فیصل ہوجائین۔ حکام بے پروا مختار عدیم الفرصت۔ مین پاشکستہ۔ محمد قلی خان کبھی یہان کبھی وہان۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہین حکیم احسن اللہ خان کے مکانات شہر انکو

مل گئے اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر مین بیٹھے رہو۔ نواب حامد علی خان کے مکانات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات مین مع متوعہ کے رہتے ہین۔ باہر جانے کا حکم اُن کو بھی نہین۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کرانچی بندر جانے کا ہے۔ اُنہون نے زمین پکڑی ہے سلطان جی مین رہتے ہین عذر کر رہے ہین۔ دیکھیے یہ حکم اُٹھ جائے یا یہ خود اُٹھ جائین۔

ایضاً نواب صاحب پرسون صبح کو تمہارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا ہے۔ پنجشنبہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۵۹ء۔ اب غالب کی مصیبت کی داستان سُنیے۔ پرسون تمہارا خط پڑھکر لشکر کو گیا۔ میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ مین بیٹھکر صاحب سکرٹر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کل بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہین ہے۔ خیر مین اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا خبر کروائی حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ مین تم باغیون کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیون مانگتے ہو۔ عالم نظر مین تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ بخشش اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ تقیہ خبر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرت پور برات لے کر بیٹا لے گیا تھا۔ اور اس سبب سے آگرہ مین لارڈ صاحب سے نہین ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہان آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے۔ شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہونگے مین خط لکھ رہا ہون توپین چل رہی ہین۔ شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسی وقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے پر دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہین کہ پشاور تک جائین گے۔ کل صبح کو محمد قلی خان آئے ایک عرضی انگریزی اُنکے ہاتھ مین۔ کہنے لگے یہ عرضی طالب علی فیلبان نے مجکو پھیر دی ہے اور کہا ہے کہ اسکے گزراننے کا موقع نہین مین اس وقت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمہاری بات سُن کر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہون لے کر آیا۔ ابراہیم علیخان الور مین مستسقی ہو کر مر گئے۔ خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے

کمشنر صاحب کا نائب یہان کوئی نہین اور نہ کسی انگریزی خوان ہے ہے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا مسموع ہوا ہے کہ ایک محکمہ لاہور مین معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کالون نے لوٹا ہے۔ البتہ اُس کا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے ہوگا یعنی ہزار روپیہ کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملین گے اور جو گورون کے وقت کی غارتگری ہے وہ مدر اور بحل ہے اسکا معاوضہ نہ ہوگا۔ شاید یہ وہی کمشنر ہون۔ مکانات کو حامد علیخان کا کر کیون لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی محل سرا اور کوٹھی مین گورے رہتے تھے۔ اب پھاٹک اور سرتاسر دکانین گراوی گئین۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علی خان کے مکان کا عملہ بکا ہے۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا۔ جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے تم اب تک سمجھے نہین ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہین اور نہ کبھی سمجھو گے۔ کیسا نوندھرا ہے کیسی نقل حکم کیسا مرافعہ جو احکام کہ دلی مین صادر ہوئے ہین وہ احکام قضا و قدر ہین اُن کا مرافعہ کہین نہین۔ اب یون سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہین کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو لیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ للہ تم وہان جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے۔ مین یقین کرتا ہون کہ ہلال ماہ رجب المرجب رامپور مین دیکھون جو تدبیر رقعہ کے باب مین تم نے کی ہے وہ بہت مناسب ہے۔ بشرط پیش ہونے کے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی بیرانہ سری مین اُس پر قابض ہو رہین گے۔ انشاء اللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خان کو دعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کر رہے ہین جو آبا اولاد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہے۔ اُن کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤن اور ثنا کا صلہ جدا پاؤن ؎ کارساز ما بفکر کار ما۔ لیکن میری جان انصاف تو کرو ان صلون مین زندگی تو بسر نہین ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ

ہے۔ زندگی میری کب تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آیندہ کے۔ اسی مہینے مین اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہون۔ وہان نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت نہ گرمی کی حدت۔ نہ حکم کا خوف نہ مخبر کا خطر۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤن نہ روٹی پکواؤن۔ عالم نور اور سراسر سرور۔ ؎

یارب این آرزوے من چہ خوش ست ‏ ‏ ‏ ‏ تو بدین آرزو مرا برسان

بندہ علی ابن ابی طالب۔ آرزومند مرگ۔ غالب۔ روز سہ شنبہ۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۵۹ء

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میان مین نے کل خط تم کو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب سن لو تفضل حسین خان اپنے ماموں مؤید الدین خان پاس میرٹھ ہے۔ شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہین آیا۔ والدان کے غلام علی خان اکبر آباد مین ہین۔ مکتب داری کرتے ہین لڑکے پڑھاتے ہین۔ روٹی کھاتے ہین۔ تم لکھتے ہو کہ بچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتے گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلیخان کے خط مین لکھتے ہین کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اس خبر کے ساتھ منافات نہین ہے۔ ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہون۔ ادھر سے بیگیات کو وہان بلایا ہو مگر میری جان ہم کو کیا ؎ عالم پس مرگ ماچہ دریا چہ سراب

ایضاً آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتوین تاریخ رمضان کی اور انیسوین اپریل کی صبح کو بھائی فضلو جن کو میر کاظم علی بھی کہتے ہین۔ اور ہم نے احتشام الدولہ خطاب دیا ہے وہ تین پاؤ کھجورین اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیان لے کر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور کو روانہ ہوئے۔ پہر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمہارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ

تمہارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمہارا خط اُن کو دیدیا وہ اُس کو پڑھ رہے ہین اور مین یہ خط تمکو لکھ رہا ہون۔ پہلے تو یہ لکھتا ہون کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دے دینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر بھائی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعون مین ایک قطعہ رہا۔ ماہر و خوش خرام کی جگہ مہ رُخ خوش خرام بنادیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرطِ آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کے واسطے گوارا کرے۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والی رامپور کو اس پنشن کے اجرا مین کچھ دخل نہین یہ کام خداساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ناظر جی نے تمہارے قول کی تصدیق کی۔ اور کہا کہ ہان مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا ہے تمکو دکھاونگا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا اُس لائے اور کام بن جائے۔ الگزنڈر بدرلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہین اور نیک بخت اور سعادتمند ہین میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ مین میری سپارش کو دخل نہین ہے۔ تم میر کاظم علی سے دریافت کرلو۔ ہان دو مقدمون مین مین نے اُن کو دو خط لکھے مگر اُنہون نے ایک کا بھی جواب نہین لکھا۔ اور اُن مقدمون مین کوشش بھی نہین کی۔ اب اس کو سمجھکر جو کچھ تم لکھو اُس کے موافق عمل مین لاؤن۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا۔ اپنے گھر گئے وہ تم کو دعا۔ اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے آنے مین جلدی نہ کرو ماں کی رضاجوئی کو سب امور پر مقدم جانو۔ مین ابھی رامپور نہین جاتا۔ برسات بعد بشرطِ حیات جاؤنگا۔ یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر مین قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمہارے پاس پہنچے۔ اُن کے نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نہ رہے۔ جب وہ پہنچین تب اُن کو حوالہ کرنا۔ صاحب نہ خمس نہ نذر۔ یہ باتین غیرت کی ہین جس طرح اپنے اور بچون کو دونگا مظفر میرزا اور تم کو بھی اُسی طرح بھجوا دونگا ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز ہفتم رمضان و ۲۹۔ اپریل غالب

ایضاً یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۰۔ شوال اور ۹۔ مئی کی ہے اس کا جواب بھیجتا ہون۔ خدا کی قسم تامس ہڈرلی صاحب سے میری ملاقات نہین ہے ہان الکہ صاحب سے ہے سو ان سئے نام کا خط کھلا ہوا تم کو بھیجتا ہون پڑھکر بندکر کر ان کو دو۔ اور ان سے ملو۔ اور جو کچھ وہ کہین مجھکو لکھو۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانئے۔ کتاب کسکو کہتے ہین اور اگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے میر اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے مصطفٰے خان کو دے آئے ڈاک مین اس کی رسید آگئی۔ یہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جس وقت تمہارا خط آیا اس وقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اس وقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دونون صاحب تم کو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہین۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق راے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخوست کی عرضی بیفائدہ بلکہ مضر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اس کو بیچ کر روپیہ تم کو بھجوا دین گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجکو لکھون کہ تیرا باپ مرگیا۔ اور اگر لکھون تو پھر آگے کیا لکھون کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوہ فرسودہ ابناے روزگار کا ہے۔ تعزیت یون ہی کیا کرتے ہین اور یہی کہا کرتے ہین کہ صبر کرو۔ ہاے ایک کا کلیجا کٹ گیا ہے اور لوگ اسے کہتے ہین کہ تو نہ تڑپ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔ صلاح اس امر مین نہین بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہین۔ دوا کا لگاؤ نہین پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سروپا کس کو کہتے ہین۔ تو مین کہون گا یوسف مرزا کو۔ تمہاری دادی لکھتی ہین کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایک بار دونون قیدون سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی نہ قید فرنگ۔ ہان صاحب وہ لکھتے ہین کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے جرم مجرم ہو کر

اس برس کو مفسد ہوا ہو اس کا پنشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملیگا۔ رسید کہتے لی جائے گی مصطفے خان کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہر چند ان پرسش سے کچھ حاصل نہین لیکن بہت عجیب بات یہ ہے تمہارے خیال مین جو کچھ آئے وہ مجکو لکھو۔ عدو۔ الم یعنی تبدل مذہب عیاذاً باللہ۔ علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا۔ ہان یہ ٹھیک کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے سوچے ہونگے کہ ان دمون مین اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ۔ عقیدہ کب بدلتا ہے۔ اگر یہی تھا تو ان کا گمان غلط تھا۔ اس طرح رہائی ممکن نہین۔ قصہ مختصر تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجکو بھیجا تھا وہ مین نے ماموں کے پاس بھیج دیا۔ اُن کی جلواد کی واگذاشت کا حکم ہو تو گیا ہے اگر اُن کے بڑے بھائی کے یار اُنکو چھوڑین۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ مظفر میرزا کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط جواب طلب نہ تھا۔ تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو۔ ان کا مقدمہ دیکھکر تمہاری پھوپھی کا اور تمہارا سرانجام دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ ہوگا کیا اگر جاداد ملی بھی گئین تو قرضدار دام دام لے لین گے۔ مذاق حقیقی پنشن دلوادے کہ روٹی کا کام چلے۔ جناب میر قربان علی صاحب کو میر اسلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا۔ غالب۔ مرقومہ شنبہ ۲۷۔ شوال و ۹۔ مئی سال حال۔

ایضاً اے میری جان اے میری آنکھین ؎

زبھران طفلے کہ در خاک رفت ✽ چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا یہان رہ کر کیا کرتا۔ ہرگز غم نہ کرو۔ اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تم کو جیتا رکھے اولاد بہت۔ نانا نانی کے مرنے کا ذکر کیون کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہین۔ بزرگون کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد مین ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے۔ ہان مظفر الدولہ

کائم منجملہ واقعات کربلا سے معلے ہے یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بجا نہ لانے
کا ہرگز افسوس نہ چاہیے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے تو
کیا کرو۔ اب تو فکر یہ پڑی ہوئی ہے کہ رہیے کہان اور کھایے کیا۔ مولانا کا حال کچھ تم سے مجکو
معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ مین حکم دوام حبس بحال رہا۔ بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد
دریاے شور کی طرف روانا کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اُن کا بیٹا ولایت مین اپیل کیا
چاہتا ہے۔ کیا ہونا ہے جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ناظر جی کو سلام کہنا
اور کہنا کہ حال اپنا مفصل تم کو لکھ چکا ہون۔ وہ دہلی اُردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت
مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہین ہے۔ حکام صدر ایسی باتون پر نظر نہ کرین گے
مین نے سکہ کہا نہین اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہین اور اگر گناہ بھی ہے
تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اُس کو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گولہ انداز کا
بارود بنانا اور توپین لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو
مصرعے معاف نہون۔ ہان صاحب گولہ انداز کا بہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی
جانب دار نہین۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر ارتضی حسین کا خط دیدیا عینک
لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہین کہ اس کا جواب کل لاؤن گا۔ مین تو صبح کو یہ خط روانہ کرتا ہون
وہ آج یا کل جب خط لاوین گے اُسکو جداگانہ لفافہ مین روانہ کرونگا۔ مظفر مرزا دیکھیے کب
تک آوے اور مجھ سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسون کا سنو۔ حافظ ممو بے گناہ ثابت ہو چکے
رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہین۔ املاک اپنی مانگتے ہین۔ قبض و تصرف
انکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر ہے۔ پرسون وہ حاضر ہین مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا
حافظ محمد بخش کون۔ عرض کیا کہ مین۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممون کون عرض کیا کہ مین اصل نام

میر احمد بخش ہے مومومشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں حافظ محمد بخش بھی تم حافظ مموبھی تم۔ سارا جہان بھی تم جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کس کو دیں شل ودخل دفتر ہوئی میاں ممو اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خاجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا میں نے جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں اترے ہوئے ہیں۔ دن بندہ ایک ہوئے محمد قلی خان میری ملاقات کو آئے تھے۔ علی جی میں رہتے ہیں رضا شاہ پاٹودی گئے ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاد نگا خدا جلنے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ اس وقت تک ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان ہیچ گر دھنک کو دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے یہ رقعہ لکھوایا۔ میر ارتضی حسین کو فقط ان کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ ان کی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائے گی جب تک تمام نہو۔ مثنوی جب تک سب نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح دی جائے۔ اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو میرا سلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے اور دعا باعتبار یگانگی اور استادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے کہ جس کی نقل لوں ہاں زبان زد خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے بازپرس نہیں۔ مشاہدہ اس کے خلاف ہے اسلئے کئی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں ہاتھوں میں ہتکڑیاں

حوالات میں ہیں دیکھیے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوندراے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی۔ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو رہے گا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہے نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خان ابن مرتضیٰ خان کی پوری دو سو روپیہ کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ مہینہ پانے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمہارے بھائی مجرم تھے تمہاری پنشن ضبط۔ بطریق ترحم دس دس روپیہ مہینا تم کو ملے گا۔ ترحم یہ ہے تو تغافل کیا قہر ہو گا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس۔ پشم نہیں اُکھڑ سکتا ۲۵ برس کا پنشن تقرر اُس کا بہ تجویز لارڈ لیک و منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے نہ ملے گا۔ خیر احتمال ہے ملنے کا۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں اُس کی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اس وقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنے باقی ہیں بعد اس کے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائے گا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الور سے آگیا بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب سہام شرعیہ دو ثلث مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کرتی ہے۔ ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے۔ غالب

محررہ جمعہ ۱۳۔ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور اُن کے متعلق سب اچھی طرح ہیں حسو بیگ ہانسی گئے۔ کل تمہارا خط آیا۔ بھائی تمہیں خارش کیوں ہوئی حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے۔ خدایا ان آوارگان دشت غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر۔ گر تصدق

مرتضی علی کا تندرست رکھے۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہوگئی بہ شدت غم و رنج کی خوبیان ہین۔ اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور ان کی خیر و عافیت لکھنا۔ جہان تم نے اپنے نام کا خط پڑھا وہان کا حال یہ ہے ؎

بگفت احوال ما برق جہان ست	دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارم اعلی نشینم	گہے بر پشت پاے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہین قبلہ و کعبہ ہین خدا ان کو سلامت رکھے آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے ایک بناے قدیم رفیع مشہور۔ اس کے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا۔ یہان دو سڑکین دوڑتی پھرتی ہین۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل ان کا الگ الگ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگھ بھی شہر مین بنے گا۔ او قلعہ کے آگے جہان لال ڈگی ہے ایک میدان نکالا جائے گا۔ محبوب کی دکانین۔ بہلیون کے گھر۔ فیلخانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچے خاص بازار تک یہ سب میدان ہوجائے گا۔ یون سمجھو کہ اموجان کے دروازہ سے قلعہ کی خندق تک سوائے لال ڈگی اور دو چار کنوون کے آثار عمارت باقی نہ رہیگی آج جان نثار خان کے چھتے کے مکان ڈھنے شروع ہوگئے ہین۔ کیون ہین دلی کے ویرانے سے خوش نہون جب اہل شہر ہی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چولہے مین ڈالون۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا یہ رقعہ پڑھا دینا۔ ان کا خط موسومہ محمد قلی خان آیا۔ کلو کے ہاتھ ان کے گھر بھجوایا۔ ان کا گھر کہان وہ تو میر احمد علیخان مرحوم کی بی بی کے ہان رہتے ہین۔ وہ نہ تھے جب بھابی صاحب کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے۔ انہون نے مدعا دریافت کرکے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلی خان علی جی گئے ہوئے ہین خط انکے پاس بھجوا دون گی۔ کل رضا شاہ آئے تھے مین نے ان کو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخان کی بی بی کو تاکید کردینا کہ خط ضرور کا ہے

اس کو باحتیاط پہنچا دینا۔ صاحب تمہاری انا کو مین کیا جانون کس پتے سے ڈھونڈون۔ دوا سے مین نے پوچھا امیر النسا کو وہ نہ سمجھی واجد علی کی مان کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی مان کے پہاڑ گنج ہے ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم مجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیج دی ہے تو بیشک مدعاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہی اگر خود نہ منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ ضیاء الدین خان کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہین۔ ایاز اور نیاز علی اُن کے ساتھ ہین۔ دو بندگیان اور ایک دعا اور دو آداب ملتوی۔ دوا اور کلو اور کلیان کی بندگیان پہنچین قمر الدین خان پرسون آیا تھا اب آئے گا تو دعا تمہاری اُس کو کہدون گا۔ غالب

ایضاً حق تعالیٰ تمہین عمر و دولت و اقبال و عزت دے۔ خط محررہ دوم محرم مین کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دونون مہینون کی ۱۷ تاریخ تھی۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور اُنھون نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنو سے آئی تھی۔ بی فتن کے ہان اُتری تھی اب وہ ٹپوری کو اپنے بیٹے کے پاس گئی کہتی تھی کہ نصیب اعدا ناظر جی بہت بیمار ہین خدا خیر کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کرون کیونکر خبر منگاؤن۔ یا علی یا علی یا علی دس بارہ بار دل مین کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور مین خط لایا یعنی وہ نیچے حویلی مین تھا۔ ڈاک کے ہرکارہ نے خط لا کر دیے۔ نیاز علی اور بڑے آیا ایک خط یار عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا۔ اور ایک خط ذو الفقار الدین حیدر مولوی کا بیان قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجکو رونا آجائے۔ بارے اُس خط کو مین نے آنکھون سے لگایا چھپا لین۔ اب تم تماشا دیکھو ۱۲ محرم کا خط ۱۷ کو مجھے پہنچا۔ اُس مین مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو بسبیل ڈاک کلکتے جاؤن گا۔ اور پھر حضرت مجھ سے مطلب کا جواب مانگتے ہین۔ ہان جب کلکتے پہنچ لین گے

اور وہاں سے مجکو خط بھیجین گے اور اپنے مسکن کا پتہ لکھین گے تب جو کچھ مجکو لکھنا ہوگا لکھونگا
آغا صاحب کو سب خط سنا دیا اور اُن کو اسی وقت کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ منگوائین
اور شرمائین اور کچھ سجاد مرزا کے واسطے بھجوائین۔ ضیاء الدین خان دو ہفتہ سے یہان مین اپنے
باغ مین اترے ہوئے ہین۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ انکو
منظور ہے۔ رعایت اخلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا کو اور کلکتے سے اُنکے خط کے آنے
کے بعد کچھ ناظر جی کو اُن سے بھجواؤن۔ میرا وہی حال ہے بھوکا نہین ہون مگر کسی خدمتگاری
کی توفیق نہین ہے۔ برے بھلے حال سے گزرے جاتی ہے۔ افسوس ہزار افسوس جو تم سے لو
ناظر جی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہون تو کون باور کرے اور وہ بات خود کہنے کی نہین
کرنے کی ہے سو کرنے کا مقدور نہین تفضل حسین خان ابن غلام علیخان میرٹھ مین اپنے مامون
صاحب کے پاس ہے۔ شہر مین آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا تمہارا سلام کہدیا۔ پرسون پھر وہ
میرٹھ گیا۔ بھائی فضلو عرب سرا مین رہتے ہین۔ پرسون سے آئے ہوئے ہین یہین اُترے ہوئے
ہین۔ دوڑتے ہین۔ عرضیان دیتے پھرتے ہین۔ کوئی سنتا نہین۔ تمکو سلام کہتے ہین آمد و رفت
کا ٹکٹ موقوف ہوگیا۔ فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے۔ اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد
سوار پیادہ جو چاہے چلا آئے چلا جائے مگر غیر آبادی کے ٹکٹ کی رات کو شہر مین رہنے نہ پائے
وہ شور و غل تھا کہ سڑکین نکلین گی اور گورون کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مگر ایک
جان نثار خان کے چھتے کی سڑک نکلی ہے۔ دلی والون نے لکھنو کا خاکا اُڑا رکھا ہے کہتے ہین کہ
لاکھون مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا۔ مین جانتا ہون ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہے
جو تمنے لکھی ہے۔ بہرحال اب جو کچھ ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور سجاد و
اکبر اور اُن کی مان کی خیریت اور اپنے باپ کا حال لکھو۔ پنجشنبہ۔ ۱۸۔ محرم الحرام۔

ایضاً میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب مین نے کو ابھی پڑھایا نہین۔ کوئی خط تمہارا نہین
آیا کہ مین نے اُسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو۔ بلکہ مین ایسا جانتا ہون کہ یہ جو تم نے مجکو
شکایت نامہ بھیجا ہے اس کے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہوگا یہ خط کل آیا آج مین اس کا جواب
لکھتا ہون سنو صاحب تم جانتے ہو کہ مین ۷ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال
دوشالہ ایک بار پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پاچکا ہون مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجکو دوبار
کس کے ذریعہ سے ملا ہے یعنی جناب قبلہ وکعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی۔ اب آدمیت اسکی
مقتضی نہین ہے کہ مین بے اُن کے توسط کے مدح گستری کا قصد کرون۔ چنانچہ قصیدہ لکھکر اور
جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت مین بھیج دیا ہے یقین ہے کہ
حضرت نے وہان بھیج دیا ہوگا۔ اور مین تم کو بھی لکھ چکا ہون کہ مین نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیج دیا ہے
اُسی خط مین یہ بھی تم کو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہون
تو مجکو اطلاع دو۔ داروغگی املاک کے باب مین جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے وہ مین بے پردہ
عالی شان مظفر حسین خان کے خط مین لکھتا ہون۔ یہ ورق پڑھ کر اُن کی خدمت مین گزران دو
اور جو وہ ارشاد کرین مجکو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا جواب ہو چکا۔ اس سے زیادہ
میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہین ہے۔ مگر یہ کہ ایک خط تمہارے مامون صاحب کے
نام کا بھیج چکا ہون اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اُس سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالب شنبہ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء
ایضاً یوسف مرزا میرا حال سواے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہین جانتا۔ آدمی کثرت غم سے
سودائی ہو جاتے ہین عقل جاتی رہتی ہے۔ اگر اس ہجوم غم مین میری قوت متفکرہ مین فرق
آگیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اس کا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غم مرگ۔ غم فراق غم رزق
غم عزت۔ غم مرگ مین قلعہ نامبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہون۔ مظفر الدولہ میر ناصر الدین

مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا۔ اُس کا بیٹا احمد مرزا انیس برس کا بچہ۔ مصطفیٰ خان ابن اعظم الدولہ اُسکے
دو بیٹے ارتضیٰ خان اور مرتضیٰ خان۔ قاضی فیض اللہ کیا مین اُن کو اپنے عزیزون کے برابر
نہین جانتا تھا اے لو بھول گیا حکیم رضی الدین خان۔ میر احمد حسین میکش اللہ اللہ اُن کو کہان سے
لاؤن۔ غم فراق حسین مرزا۔ یوسف مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میران صاحب خدا اُن کو جیتا رکھے
کاش یہ ہوتا کہ جہان ہوتے وہان خوش ہوتے گھر اُن کے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے
حال کا جب تصور کرتا ہون کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر مین
علی کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ ان اموات کے غم مین اور زندون کے فراق مین عالم میری نظر مین
تیرہ و تار ہے۔ حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا۔ اُس کی بیٹی اُس کے چار بچے اس کی ماں یعنی
میری بھاوج جے پور مین پڑے ہوئے ہین۔ اس تین برس مین ایک روپیہ اُن کو نہین بھیجا بھتیجی
کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہان اغنیا اور امرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھرین
اور مین دیکھون۔ اس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیے۔ اب خاص اپنا دکھ روتا ہون۔ ایک بیوی
دو بچے تین چار آدمی گھر کے کلو کلیان ایاز یہ باہر۔ مداری کی جورو بچے بدستور گویا مداری
موجود ہے۔ میان گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آ گئے کہ بھوکا مرتا ہون۔ اچھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک
پیسے کی آمد نہین۔ بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام علوم سے کچھ آئے جاتا ہے وہ بقدر
سدرمق ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات مین فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر
چلی جاتی ہے۔ آدمی ہون دیو نہین بھوت نہین۔ ان رنجون کا تحمل کیونکر کرون۔ بڑھاپا
ضعف قوی۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہون ورنہ
پڑا رہتا ہون گویا صاحب فراش ہون نہ کہین جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے۔
عرق جو بقدر طاقت بنائے رکھتا تھا۔ اب میسر نہین۔ سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے

دربار میں جاتا تھا خلعت فاخرہ پاتا تھا۔ وہ صورت اب نظر نہیں آتی نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ بے گناہ ہوں نہ گناہگار ہوں نہ مخبر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو۔ اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں۔ دو مہینے دن رات خون جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا محمد افضل مصور کو دے دیا وہ پہلی دسمبر کو مجکو دے گا یہ اُس کا مطلع ہے ؎

زسالِ نو دگر آب بروے کار آمد ٭ ہزار و ہشتصد و شصت در شمار آمد

اس میں التزام اپنی تمام سرگذشت کے لکھنے کا کیا ہے اس کی نقل تم کو بھیجوں گا۔ میرے آغازادہ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھانا۔ اس بجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے۔ جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزرانا تھا۔ میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ بٹھا دیا۔ . . . .

عُرفی نے بارہا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا۔ میں نے اگر باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا۔ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس قصیدہ سے مجکو غرض دستگاہ سخن منظور نہیں۔ گدائی منظور ہے۔ بہر حال یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا۔ پرسوں تمہارے ماموں کا خط آیا وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمہارا خط آیا اُس میں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس تفرقہ کو مٹاؤ۔ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں۔ اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کس کی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا۔ یہ امور جلد لکھو۔ اور ہاں یہ بھی لکھو کہ املاک واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک بلغ وده وملک ناظر جی کو بھیج دی ہے۔ اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ شہر کی

شہر کی عمارت جو سڑک مین نہین آئی اور بہمات مین وہ نہین گئی وہ سب خالی پڑی ہے۔ کرایہ دار کا نام نہین۔ مجکو یہان کی املاک کا علاقہ حسین مرزا کے واسطے مطلوب ہے مین تو منشی کے باب مین حکم اخیر سن لون پھر رام پور چلا جاؤن گا۔ جمادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸۔ مہینے اور پھر محرم سے ۱۲۷۷ھ سال شروع ہوگا۔ اس سال کے دو چار چند دنیا گیارہ مہینے غرضکہ انیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہین۔ اس مین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہے وہ پہنچ جائے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤن۔ جسم راسپور مین اور روح عالم نور مین یا علی یا علی یا علی۔ میان ہم تمہین ایک اور خبر لکھتے ہین۔ برہما کا پتر دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مرگیا ہی کیا نیکبخت غریب لڑکا تھا۔ باپ اُس کا شیو جی رام اُس کے غم مین مردہ سے بدتر ہے۔ یہ دو مصاحب میرے یون گئے ایک مردہ دل افسردہ کون ہے جس کو تمہارا اسلام کہون۔ یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد اُن سے لیکر پڑھ لینا اور جس طرح اُن کی راے مین آئے اُس پر حصول مطلب کی بنا اُٹھانا اور ان مدارج کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاء الدین خان رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے۔ دیکھیے اگر کیا کہتے ہین۔ یا رات کو آگئے ہون یا شام تک آجائین۔ کیا کرون کس کے دل مین اپنا دل ڈالون۔ مرتضی علی پہلے سے نیت مین یہ ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کرون نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد نصف مین مفلسون کا مدار حیات خیالات پر ہے۔ مگر اُسی خیالات سے اُن کا حسن طبیعت معلوم ہوجاتا ہے۔ والسلام خیر ختام۔ دوشنبہ دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ھ ہجری مطابق ۲۸۔ نومبر وقت صبح۔

ایضاً میان صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا جضرت زندہ العالی کا ابتک وہان نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالی اُن کو جہان رہین اپنے حفظ و امان

مین رکھے۔ جب جاؤ مین وہان پہنچین میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے۔ اور کچھ ہمارے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی پشت پر جو سطرین ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین اُس کے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔ کچھ بات آتا نظر نہین آتا۔ املاک واقع شہر دلی کے سوال کا جواب اب کی بار قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائے گا تو بیشک یہ جواب آئے گا کہ ہم نے تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے معاوضہ ہو گیا۔ بھائی مین پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زر مقررہ ملا ہے وہ دلی کی املاک کا خونبہا ہے یہ سون ناظر جی کے نام کے سرنامے مین فرد فہرست مجموع املاک بھیج چکا ہون خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ خوب فرماتے ہین ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیے

تمہارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کرون ہے ہے حسین مرزا اور یہ کہے کہ مین کہان جاؤن اور کیا کرون۔ اور مجھ کمبخت سے اُسکا جواب سرانجام نہو سکے۔ بہت بڑا آسرا تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہہ مقرر ہو جانا کیا مشکل تھا۔ دلی کے آدمی خصوصاً امراے شاہی ہر شہر مین بدنام ہتنے ہین کہ لوگ اُن کے ساتھ بھاگتے ہین۔ مرشدآباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدرآباد بہت بڑا گھر ہے مگر نے ذریعہ و واسطہ کیونکر جائے اور جائے تو کس سے ملے کیا کہے۔ ناچار وہین رہو کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور مین کہان کی صلاح بتاؤن۔ وہ صاحب رہتک گئے ہین کل یقین ہے کہ آگئے ہونگے مجھے ابھی خبر نہین آئی۔ اگر مشیت الٰہی مین ہے تو دسمبر مہینے مین کچھ ظہور مین آجائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ مین رونق افروز ہون۔ الور۔ جے پور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ۔ چھ رئیسونکی

وہان ملازمت کی خبر ہے خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخان بہادر کی خدمت مین میرا سلام نیاز اور شکر یادآوری۔ مرقومہ صبح شنبہ ۲۹۔ نومبر ۲۔ جمادی الاول بحساب جنتری۔

ایضاً میان تمہارا خط رامپور پہنچا اور رامپور سے دلی آیا۔ مین ۲۳ شعبان کو رامپور سے چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پہنچا۔ اُسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی آج دوشنبہ ۹۔ رمضان کی ہے سونوان دن مجھے یہان آئے ہوئے ہے۔ مین نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط اُن کو تمہاری روانگی کے بعد پہنچا جو مجکو اپنے ماموں کے مقدمہ مین لکھتے ہو۔ کیا مجکو اُنکے حال سے غافل اور اُنکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہون۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمہارے دیکھنے کو نہین کہتا شاید تمہارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہین شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت پڑے۔ بہرحال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ۔ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہدینا۔ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی تمہارا خط رامپور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر مین جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبون کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے۔ جگراؤت مین منشی رجب علی کے مہمان ہین۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہان ہین۔ نواب مہدی علیخان بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ اُنکی خبر لیتے ہین۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونو بھائی باہم رہتے ہین۔ مین وہین تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے۔ اب جو مین یہان آیا تو سنا کہ وہ میرٹھ گئے۔ خدا جانے رامپور جائین یا کسی اور طرف کا قصد کرین۔ تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے۔ مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا۔ ورنہ چند روز اور ادہر رہتا۔ زیادہ کیا لکھون۔ راقم غالب۔ مرقومہ دوشنبہ ۹۔ رمضان و ۲۔ اپریل۔

بنام منشی شیونراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی خبر پہنچی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہر حال جب لفافے پہنچ جاوینگے ہم آپکا شکر بجا لاوینگے ؎ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست ؛ یہان آدمی کہان ہے کہ اخبار کا خریدار ہو مہاجن لوگ جو یہان بستے ہین وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہین کہ گیہون کہان سستے ہین بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے۔ کاغذ روپیہ مہینہ کا کیون مول لینگے۔ کل آپ کا خط آیا رات بھر مین نے فکر شعر مین خون جگر کھایا۔ ۲۱ شعر کا قصیدہ لکھکر تمہارا حکم بجا لایا۔ میرے دوست خصوصاً میرزا تفتہ جانتے ہین کہ مین فن تاریخ کو نہین جانتا۔ اس قصیدہ مین ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۸ع کا کر دیا ہے۔ خدا کرے تمہارے پسند آوے تم خود قدردان سخن ہو۔ اور مین استاد اس فن کے تمہارے یار ہین میری محنت کی داد ملجائیگی

قصیدہ

ملاذ کشور و لشکر پناہ شہر و سپاہ | جناب عالی ایلن برون والا جاہ
بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر | کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرف کلاہ
وہ محض رحمت و رافت کہ بہر اہل جہان | نیابت دم عیسے کرے ہے جسکی نگاہ
وہ عین عدل کہ دہشت سے جسکی پرسش کے | بنے ہے شعلہ آتش انیس پرکاہ
زمین سے سودۂ گوہر اٹھے بجائے غبار | جہان ہو توسن حشمت کا اسکے جولانگاہ
وہ مہربان ہو تو انجم کہین الہی شکر | وہ خشمگین ہو تو گردون کہے خدا کی پناہ
ق
یہ اسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش | کہ دشت و کوہ کے اطراف مین بہر سرراہ
ہژبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا | کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دم روباہ

نہ آفتاب وے آفتاب کا ہم چشم — نہ بادشاہ وے مرتبہ مین ہمسر شاہ
خدا نے اسکو دیا ایک خوبرو فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ
نہ ہے ستارہ روشن کہ جو اُسے دیکھے — شعاعِ مہرِ درخشان ہو اُسکا تا بنگاہ
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہد طفلی مین — بنے گا مشرق سے تا غرب اسکا بازیگاہ
جوان ہو کے کریگا یہ وہ جہانبانی — کہ تابع اسکے ہون روز و شب سپید و سیاہ
کہے گی خلق اسے داور سپہر شکوہ — لکھین گے لوگ اسے خسرو ستارہ سپاہ
عطا کرے گا خداوند کارساز اسے — روان روشن و خوئے خوش و دل آگاہ
ملے گی اس کو وہ عقل نہفتہ دان کہ اسے — پڑے نہ قطع خصومت مین احتیاج گواہ
یہ ترکستان سے برہم کرے گا کشور روس — یہ لے گا بادشہ چین سے چھین تخت و کلاہ
سنینِ عیسوی اٹھارہ سو اور اٹھاون — یہ چاہتے ہین جہان آفرین سے شام و پگاہ
یہ جتنے سینکڑے ہین سب ہزار ہو جاوین — دراز اس کی ہو عمر اس قدر سخن کوتاہ
امیدوار عنایات شیو نراین — کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ
یہ چاہتا ہے کہ دنیا مین عز و جاہ کے ساتھ — تمہین اور اس کو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق میرے مکرم میرے منشی شیو نراین صاحب تم ہزارون برس سلامت رہو۔ تمہارا مہربانی نامہ اسوقت پہنچا اور مین نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ مین نہین چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو۔ چھ جزو سے کتاب کم نہو۔ سطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف بڑا ہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو۔ یہ باتین سب میرزا تفتہ کو لکھ چکا ہون۔ اس بلا نے پر ولنے تم سے شاید کچھ نہین کہا۔ اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیے گا۔ اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیے گا تو وہ بھی

شریک ہیں گئے اور میرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں۔ کاغذ شیورام پوری ہو خیر مگر سفید و مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھے جائین تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کے قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدون مین سے دو جلدین ولایت کو جائین گی۔ ایک جناب فیضمآب ملکۂ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقاے قدیم لارڈ النبرا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدین یہان کے چار حاکمون کی نذر کرونگا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدون کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدین تیار کر دیجے گا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدون کی جو لاگت پڑے۔ روپیہ جلدی سے لے کر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا۔ مین بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دون گا۔ ایک خریدار پچاس جلد کے وہان پہنچے ہین واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیے کہ اُن سے ملین۔ یعنی راجہ امید سنگہ بہادر اندور والے وہ چھلی اینٹ مین پولس کے پھواڑے رہتے ہین۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط آگیا اور میرزا تفتہ نے مجھے پارسل کی رسید نہین لکھی۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونون خط اُن کو دکھا دیجیے گا اور راجہ امید سنگہ سے ملنے کو کہیے گا۔ اور ہان صاحب یہ اُن کو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو مین نے لکھ بھیجی ہی اُس کو سب سے پہلے جہان اُس کا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور اور وہ رباعی بیسوین صفحہ مین اس فقرہ کے آگے ہے نے نے اختر بخت خسرو در بلندی بجاے رسید کہ رُخ از غبار کیان نہفت۔ تم اُنکو یاد دلا کر اُن سے لکھوا لینا ضرور ضرور۔ یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب نے سنکر اس کو پسند کیا مین حیران ہون کہ کن سا مقام تم نے پڑھا ہو گا کیونکر کہون کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہونگے۔ اسکی حقیقت مفصل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسداللہ۔ شنبہ ۳۱۔ ماہ اگست ۱۸۵۸ء۔ ضروری جواب طلب ؛۔

ایضاً مہاراج سخت حیرت مین ہون کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجکو خط لکھنا کیون چھوڑا اگر مجھ سے خفا ہین تو کیون خفا ہین اور اگر شہر مین نہین تو کہان گئے اور کیون گئے ہین اور کب تک آئین گے۔ آپ مہربانی فرماکر یہ امور مجکو لکھ بھیجیے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو مین فلان جگہ درج کردینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہین اور اُنکو بھی دستنبو مین لکھنے کا محل بتادیا ہے۔ مین نہین جانتا ان دونون صاحبون نے میرے کہنے پر عمل کیا اور انہون نے نظم کو اور انہون نے نثر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھادیا یا نہین تم سے بہزار آرزو خواہش کرتا ہون کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہین تو مجکو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو۔ اور اگر اُن دونون صاحبون نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ میرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونون فقرے لے بھیجیے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کرکے اُن کو جابجا حاشیہ پر رقم کیجیے اور مجکو اطلاع دیجیے ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحے کے آخر مین یا چوتھے صفحہ کے اول مین یہ فقرہ ہے۔ اگر دردم دیگر بہ نہیب مباش بہم بروند۔ نہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیے گا اور اسکی جگہ نواے مباش بنا دیجیے گا حقیقت لکھ کر۔ اب سوالات الگ الگ لکھتا ہون۔ پہلا سوال میرزا تفتہ کا حال اور اُن کے خط کے نہ آنے کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھ دی ہے تو اُس کی اطلاع ورنہ اُن کے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کرکے آپ حاشیہ پر لکھ دین۔ اور مجکو اطلاع دین۔ تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کردی ہے تو اُسکی اطلاع ورنہ

... علوم کرکے حاشیہ کتاب پر لکھ دیجیے اور مجکو لکھ بھیجیے۔ چوتھا سوال اب ... آیا ہون نہیب کی جگہ نوا کا لفظ بناکر مجکو عنایت کیجیے۔ پانچوان سوال خریدارون کے پاس جلدون کے پہنچنے پر آیا اُنسے ملے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع مین نہین آئے اسکی اطلاع ضرور دیجیے۔ چھٹا سوال چھاپا شروع ہو گیا یا نہین۔ اگر شروع نہین ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہون کہ میرے یہ سب کام ازراہ عنایت بناکر ان چھ سوال کا جواب سطر سطر جُدا جُدا لکھیے اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے۔ راقم اسد اللہ خان روز جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۸ع۔

ایضاً نور بصر لخت جگر منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ خط اور رپوٹ کا لفافہ پہونچا اور سب حال تمہارے خاندان کا دریافت ہوا سب میرے جگر کے ٹکڑے ہین اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو العلۃ طاقۃ۔ شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطرین ازروے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہین۔ مین نے سرکار کی فتح کا حال نہین لکھا صرف اپنے پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے تقریباً شہر و سپاہ کا بھی ذکر آگیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو مین نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۸۵۷ع سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ع تک لکھی ہے شہر ستمبر مین فتح ہوا اسکا بھی بیان ضمناً آگیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت ہوتی۔ اب مین جس طرح سے کہون سو کرو۔ پہلے سمجھو کہ تقسیم یون ہے کہ تین سطرین اوپر اور تین سطرین نیچے اور بیچ مین ایک سطر اسمین کتاب کا نام۔ کیون یہان تقسیم یون ہی ہے۔ اب مین دوسرے صفحہ پر ساتون سطرین لکھ دیتا ہون اُس کو ملاحظہ کرو اور میرا کہنا مانو۔ ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی اور مطبع پر بات آئے گی۔ اس صفحہ مین دو ایک باتین اور سمجھا دون کہ وہ ضروری ہین۔ سنو میری جان نوابی کا مجکو خطاب ہے۔ نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے امرا سب مجکو نواب لکھتے ہین۔ بلکہ بعض انگریز بھی چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنون مین ایک روبکاری بھیجی ہے

تو لفافہ پر نواب اسد اللہ خان لکھا۔ لیکن یہ یاد رہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہین لکھتے یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خان لکھو یا میرزا اسد اللہ خان لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال مین واجب اور لازم ہے۔

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو معلوم ہو کہ مین کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تم کو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔ ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے ہم سے سنو تمہارے دادا کے والد عہد نجف خان ہمدانی مین میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خان کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہین نوکری نہ کی یہ باتین میرے ہوش سے پہلے کی ہین مگر جب مین جوان ہوا تو مین نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ ہین اور انہوں نے جو کیٹھم گانوں اپنی جاگیر کا سرکار مین دعوے کیا تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہین اور وکالت اور مختاری کرتے ہین مین اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر انکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی چونکہ گھر اُن کا بہت دور نہ تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس ہمارے اور اُن کے مکان مین مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹرے درمیان مین تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے اسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اُسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ وہ کشمیرن والا کہلاتا تھا

اُس کٹرے کے ایک کوٹھے پر مین پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگہ سے پتنگ لڑاکرتے تھے
واصل خان نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹرون کا کرایہ اوگاکر
اُن کے پاس جمع کرواتا تھا۔ سنو تو سہی تمہارے دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لیے تھے اور
زمینداری اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپیہ کی سرکار کی مالگذاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کارخانے
تمہارے ہاتھ آئے یا نہین اسکا حال از روے تفصیل جلد مجکو لکھو۔ اسد اللہ روز سہ شنبہ۔ ۱۹۔ اکتوبر
وقت ورود خط۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمہارے دو خط متواتر پہنچے
میرے بھی دو خط پس وپیش پہنچے ہونگے موافق اُس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدین پر تکلف
اور پانچ جلدین بہ نسبت اُس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام مین ہین اُس سے
ہم کو اور تم کو کچھ کام نہین وہ جیسی چاہین بنواکر بھیج دین۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیون
کرو۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنواکر بھیج دو۔ مین تم کو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر
کی نشانی جانتا ہون۔ اُس کو تمہاری نشانی جان کر اپنی جان کی برابر رکھون گا۔ باقی حال
اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم ملِ کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تم کو لکھ چکا
ہون۔ مگر کیون لکھون۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدم زاد۔ مگر
ہان دو ایک مصورون کی آبادی کا حکم ہوگیا ہے وہ رہتے ہین سو وہ بھی بعد اپنے گھرون کے
لٹنے کے آباد ہوئے ہین۔ تصویرین بھی اُنکے گھرون مین سے لٹ گئین کچھ جو رہین وہ صاحبان
انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لین۔ ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپیہ سے
کم کو نہین دیتا۔ کہتا ہے کہ تین تین اشرفیون کو مین نے صاحب لوگون کے ہاتھ بیچی ہین تمکو
دو اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ مین نے چاہا کہ اُسکی نقل کاغذ پر اتار دے

اُسکے ہی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو۔ اتنا صرف بیجا کیا ضرور ہے مین نے دو ایک آدمیون سے کہہ رکھا ہے اگر کہین سے ہاتھ آجائینگی تو لیکر تم کو بھیج دونگا مصور و ان سے خرید کرنے کا نہ خود مجھ مین مقدور نہ تمہارا نقصان منظور۔ اب چھاپا تمام ہوگیا ہوگا وہ پانچ اور دو سات کتابین جو میرزا صاحب کی تحویل مین ہین وہ اور وہ ایک جلد جو تم نے مجکو دینی کی ہے وہ یہ سب لوح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائینگے۔ مگر وہ چالیس کتابین سراسری جو مجھے چاہیے ہین وہ تو آج کل مین روانہ کردو۔ اور ہان میری جان یہ چالیس کتابون کا پشتارہ کیونکر پہنچے اور محصول اس کا کیا ہوگا۔ اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدین راے امید سنگہ کے پاس کہان بھیجی جائینگی میرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوئے آن کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلی کا آنا مجکو لکھ چکے ہین۔ ان باتونکا جواب مجکو لکھو تصویر کے باب مین جو کچھ لکھو وہ کرون اور ان مقدمات سے اطلاع پاؤن جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔ از غالب۔ نگاشتہ دوان دوشنبہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً میان تمہارے کمال کا حال معلوم کرکے مین بہت خوش ہوا۔ اگر مجکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا تو یہان سے اُردو مین لکھ کر بھیج دونگا تم وہان سے انگریزی لکھکر بھیج دیا کرنا۔ قصۂ قاصدان شاہی مین نے دیکھا۔ اصلاح کے باب مین سوچا کہ اگر سب فقرون کو مقفےٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کرون تو کتاب کی صورت بدل جائیگی۔ اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔ ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال سے باہر تھے وہ بدل ڈالے۔ مثلاً وے کو کہ یہ گنوارو بولی ہے وہ۔ یہ ٹھیٹ اردو ہے۔ کرانا یہ بیرونجات کی بولی ہے۔ کروانا۔ یہ فصیح ہے۔ راجے یہ غلط ہے۔ راجہ صحیح ہے کہین کہین روابط و ضمائر نامربوط تھے آن کو مربوط کردیا ہے۔ اور ایک جگہ گھنے لسے۔ یہ لفظ میری سمجھ مین نہ آیا اس کو تم سمجھ لینا۔ باقی اور سب مربوط اور خوب اور صاف ہے۔ حاجت اصلاح کی نہین۔ صاحب کتابین کب روانہ ہونگی۔ دوالی بھی ہولی۔ اگر گنگا جانے کا قصد ہو تو بھائی میری کتابین بھیج کر جانا۔

اور ہان یہ مین نہین سمجھا کہ مرزا مہر کی بنائی ہوئی سات کتابین بھی نہین کتابون کے ساتھ بھیجو گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کرینگے۔ وہ تم نے اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس وعدے سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابین پہلے روانہ ہونگی اور وہ ایک کتاب ہفتے کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب یکجا پہنچین اور شاید کل پرسون آجائین۔ وہ ملبر اخبار کا جو تم نے مجکو بھیجا تھا اُس مین ادمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونے کی اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہان مجکو کئی باتین پوچھنی ہین ایک تو یہ کہ چیف سکرٹر نواب گورنر جنرل کے تھے جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہان چیف سکرٹر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہون پس اگر یون ہی ہے تو ان کے محکمہ مین چیف سکرٹر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ میرمنشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خان صاحب ہین گے یقین ہے کہ انکے ساتھ آوین۔ تیسری بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میرمنشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خان۔ آیا اب بھی وہی ہین یا اُنکی جگہ کوئی اور صاحب ہین۔ ان سب باتون مین سے جو آپ کو معلوم ہون وہ اور جو نہ معلوم ہو اُسکو معلوم کر کے مجکو لکھیے اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ مین کیون پوچھتا ہون۔ کتابین جابجا بھیجنی ہین جب تک نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیون کر بھیجون جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابین بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹۔ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار کامگار منشی شیونراین طال عمرہ و زاد قدرہ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲۔ نومبر کو ۲۴ کتابین آگئین مین بہت خوش ہوا اور تم کو دعائین دین۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک مین لے گیا ہے اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میان عبدالحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی ہین دلی گزٹ مین حرفون کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ

وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ مین ہے یعنی وہان آتے ہین تمہارے پاس حاضر ہونگے ان پر مہربانی کرنا علاوہ شہر ہیگانہ ہے ان کو تمہاری خدمت مین تسلسلی رہے گی تو اچھی بات ہے صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کرسکتے ہین شاید اگر دہلی گزٹ مین ان کا طور درست نہ ہو تو اس صورت مین بشرط گنجایش اپنے مطبع مین ان کو رکھ لینا۔ راقم اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۴۔ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً صاحب تمہارا خط آیا دل خوش ہوا۔ دیکھیے مرزا صاحب روانہ کرتے ہین اگر بھیج چکے ہین تو یقین ہے کہ آج یہان آپہنچین آج نہ آئین کل آئین کل سے مین شام تک راہ دیکھتا ہون۔ مہر نیمروز نہین اس کا نام مہر نیمروز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تاریخ ہے۔ اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لایق ہے نہ چھپوانے کے قابل۔ اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہین یہ بھی زائد بات ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نے قلم سنبھال کر اور دل لگاکر لکھا ہوگا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہون خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھپنا میرے خلاف طبع ہے۔ محررہ پنجشنبہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے۔ کل جمعہ کے دن ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات کتابون کے دو پارسل پہنچے۔ واقعی کتابین جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی روپ کی ہین۔ حق تعالی میرزا مہر کو سلامت رکھے رقعون کے چھاپنے کے باب مین ممانعت لکھ چکا ہون۔ البتہ اس بات مین میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور مین نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا اور اسی طرح میرے پاس

بھیج دینا۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اُس کتاب کے آنے تک ملتوی رہے گی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ ۲۔ نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب بلکہ کتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم کندھولی سے کب آئے اور جب آئے تو وہ میرا خط بیرنگ کہ جس مین سات روپیہ کی ہنڈوی ملفوف تھی پایا یا نہین پایا۔ اگر پایا تو موافق اُس تحریر کے عمل کیون نہ فرمایا؛ اور اُس خط مین ایک مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیون نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کے واسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازان مطبع نے خط لے کر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہوگے تو وہ خط تمہین دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب نہ لکھا یا ابھی کندھولی سے تم نہین آئے۔ یا وہ خط میرا تلف ہوگیا تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہین۔ اب یہ لکھتا ہون کہ اگر خط پہنچا تو مجکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہین پہنچا تو اُس کی تدبیر بتاؤ کہ اب مین ساہوکار سے کیا کہون اور ہنڈوی کا ثمنی کس طرح سے مانگون۔ از اسد اللہ مضطرب۔ روز سہ شنبہ۔ ۲ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہوگے۔ حال یہ ہے کہ قلم بنانے مین میرا ہاتھ انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہرحال اب اچھا ہون۔ پنج آہنگ تم نے مول لے لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہین ایک بادشاہی چھاپے خانے کا اور ایک منشی نور الدین کے چھاپہ خانے کا۔ پہلا ناقص ہے دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہون تم سے ضیاء الدین خان جاگیردار لوہارو میرے بھی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہین۔ جو نظم و نثر مین مین نے کچھ لکھا وہ اُنہون نے لیا او جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چوّن پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور دیوان ریختہ سب ملکر سوا سو جزو مطلے اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدین الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو

دو سو روپیہ کے صرف مین بنوائی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب یک جا فراہم ہے۔ پھر
ایک شاہزادہ نے اس مجموع نظم و نثر کی نقل لی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہان سے
یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونون جگہ کا کتاب خانہ خوان یغما ہو گیا۔ ہر چند مین نے
آدمی دوڑائے کہین سے اُن مین سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی وہ سب قلمی ہین۔ غرض
اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی پنج آہنگ قلمی
مہر نیمروز۔ اگر کہین ان مین سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اُسکو میرے واسطے خرید کر لینا اور
مجکو اطلاع کرنا مین قیمت بھیج کر منگوا لونگا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی مین خط
نہین لکھ سکتا۔ اُن کی فرمایش ہے اُردو کی نثر وہ انجام پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط
لکھون۔ مگر بھائی تم غور کرو اُردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا۔ اور اُس عبارت مین
معانی نازک کیونکر بھرون گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہون کہ کیا لکھون۔ کون سی بات کون سی
کہانی کون سا مضمون تحریر کرون اور کیا تدبیر کرون تمہاری راے مین کچھ آئے تو مجکو بتاؤ ایک
قرینہ سے مجکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کرے گی اور ان نسخون
کو ولایت بھیجے گی۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ مین تمہارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے۔

روز دوشنبہ ۱۱۔ دسمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہین کہ تم خط کا جواب نہین لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہین
لکھتے۔ تمہارا خط آیا اُس کے دوسرے دن مین نے جواب بھجوایا۔ آج تک تم نے اُس کا جواب
نہ بھیجا۔ حالانکہ اُس مین جواب طلب باتین تھین یعنی مین نے اپنی نظم نثر کی کتب کا حال
تم کو لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمہارے ہاتھ آجائے وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج
دینا۔ ریڈ صاحب کے باب مین مین نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر اُن کے واسطے لکھ لونگا تو

دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس
روایت کو فارسی سے اردو کردون - تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا - سید حفیظ الدین احمد
کی مہر کے کھدوانے کو تم نے لکھا تھا کہ ملتوی رہے پھر اس کا بھی کچھ بیورا نہ لکھا مین اس کو
ابھی کچھ نہین سمجھا - اس کو یکسو کرو - ہان نان لکھ بھیجو تمہاری مہر بدرالدین علی خان کو دی گئی ہی
یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے مین تمہارے پاس پہنچ جائے اور ۱۸۵۸ سن کھدین شاید
کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ع مین کھدے اس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی - تمکو روپیہ حرف سے
آٹھ آنے حرف سے کیا علاقہ - تمکو اپنی مہر سے کام - سچ تو کہو کیا پھر کندھولی گئے ہو کیا کرتے ہو
کس شغل مین ہو کیا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو - بہرحال اس خط کا جواب
شتاب بھیجو - اور اسی خط مین بعد ان سب باتون کے جواب کے مولوی قمرالدین خان کا حال
لکھو کہ وہ کہان ہین اور کس طرح ہین برسرکار ہین یا بیکار ہین - اچھا میرا بھائی اس خط کے
جواب مین درنگ نہو - زیادہ کیا لکھون - غالب - مرسلہ چہارشنبہ ۱۵ - دسمبر ۱۸۵۸ع -

ایضاً برخوردار آج اس وقت تمہارا خط مع لفافون کے لفافے کے آیا دل خوش ہوا
بھائی مین اپنے مزاج سے ناچار ہون - یہ لفافے ازمقام و درمقام و تاریخ و ماہ مجکو پسند نہین
آگے جو تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی مین نے دوستون کو بانٹ دیے - اب یہ لفافون کا لفافہ
اس مراد سے بھیجتا ہون کہ ان کی عوض یہ لفافے جو درمقام و ازمقام سے خالی ہین جن مین
تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو مجکو بھیج دو اور یہ لفافے اسکے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح
کے لفافے نہون تو ان کی کچھ ضرورت نہین - مہر کے واسطے صاحب زمرد کا نگینہ اور پھر جنے
کی دال کی برابر اور ہشت پہلو - اس اجڑے شہر مین کہان ملے گا - عقیق بہت خوش رنگ
سیاہ یا سرخ جیسا تم نے آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا یہ مہر میری طرف سے تمکو پہنچے گی

تمکو ہر حرف بہ حرف سے کچھ مدعا نہین آپ اپنی مہر چاہو زمرد پہ چاہو الماس پہ کھدواؤ
مین تو عقیق کی مہر تمکو دونگا رہی وہ دوسری مہر جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح
تم کہوگے کھد جائیگی۔ میان کیا قرینہ بتاؤن گورنمنٹ کی خریداری کا ایک بات ایسی ہو کہ
ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتا خدا کرے اُس کا ظہور ہو جائے۔ ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
جناب ریڈ صاحب صاحبی کرتے ہین۔ مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہون۔ اُسمین
گنجایش عبارت آرائی کی کہان ہے۔ بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اُردو بہ نسبت اورون
کے اُردو کے فصیح ہوگا۔ خیر بہرحال کچھ کرونگا اور اُردو مین اپنا زور قلم دکھاؤنگا قصے کا ہونا
اور دستون کا آنا یہ چاہتا ہے کہ تم نے رات کو بُری قسم کی شراب مقدار مین زیادہ پی ہوگی کچھ
تبرید کرو۔ اور شراب زیادہ نہ پیا کرو۔ میرا رقعہ تمہارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمہارے نام کا بجنسہٖ
تمہارے واپس بھیجا جاتا ہے۔ مین نے تفتہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیسا تمکو تمہارا خفا
ہونا لکھا تھا۔ بھلا وہ میرے فرزند کی جگہ ہین مجھ سے خفا کیون ہونگے۔ اُس دن سے آجتک
دو تین خط اُنکے آچکے ہین چنانچہ ایک خط ابھی تمہارے خط کے ساتھ ڈاک کا ہرکارہ
دے گیا ہے۔ محررہ شنبہ۔ ۱۸۔ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ اب ایک امر خاص کو سمجھو دو جلدین دستنبو کی مجکو لکھنؤ بھیجنی ہین اور میرے پاس کوئی
جلد نہین ہے۔ اب جو تم سے منگاؤن اور یہان سے لکھنؤ بھجواؤن تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب
لوگ اطراف و جوانب سے مجھ پر فرمائشین بھیجتے ہین۔ تم سے بقیمت کوئی نہین منگواتا۔ چالیس
جلدین پہلی اور بارہ یہ حال کی سب تقسیم ہو گئین۔ ان دونون صاحبون کی خاطر مجکو بہت عزیز
ہے۔ ایک روپیہ کے ۳۲ ٹکٹ اور ۲ کے دو ٹکٹ اس خط مین ملفوف کرکے تمکو بھیجے ہیں ان
دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کے ٹکٹ اُس پر لگادو۔ ایک پارسل

این پارسل بصیغہ نیم فلٹ پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنو بہ محلہ نخاس درامام باڑہ اکرام اللہ خان بمکان میرزا لعنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد مرسلہ شیوزاین مہتمم مطبع مفید خلائق از آگرہ۔ دوسرے پارسل پر بھی یہی عبارت۔ مگر مکان کا پتہ اور نام اور در لکھنو بہ احاطہ خانساماں متصل تکیہ شیر علیشاہ بمکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد سمجھ لیے یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونون لکھنؤ کو ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین احمد بسبیل ڈاک روانہ کردو۔ اور ہان صاحب ان دونون پارسلون کی روانگی کی تاریخ مجکو لکھ بھیجو۔ تاکہ مین اپنے خط مین اُن کو اطلاع دون۔ ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس راے کو پسند کرو یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد سنہری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی طرف سے بھیجی ہے اسیطرح دو جلدین ان دونون صاحبون کو جنکا نام کاغذ مین لکھا ہوا ہے بھیج دو مگر اپنی ہی طرف سے۔ میرا اُس مین اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونون صاحب بالفعل دلی مین وارد ہین۔ یہ بات ایسی نہین ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیے۔ ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میان اُردو کیا لکھون۔ میرا یہ منصب ہی کہ مجھ کو اُردو کی فرمایش ہو خیر ہوئی۔ اب مین کہانیان قصے کہان ڈھونڈھتا پھرون۔ کتاب نام کو میرے پاس نہین۔ پنشن مل جائے حواس ٹھکانے ہوجائین تو کچھ فکر کرون پیٹ پر ین روٹیان تو سبھی گلان موٹیان۔ زیادہ زیادہ۔ غالب روز سہ شنبہ ۴۔ جنوری ۱۸۵۹ء جواب طلب

ایضاً پرسون اور کل دو ملاقاتین جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئین۔ کیا کہون کہ مجھ کو بے سابقہ معرفت کیا عنایت فرمائی۔ مین یہ جانتا ہون کہ گویا مجکو مول لے لیا آج وہ یہان اور ہین کل جائین گے۔ دستنبو تمہاری بھیجی ہوئی اُن کے پاس نہین پہنچی ناچار ایک دستنبو اور ایک پنج آہنگ اپنے پاس سے اُنکی نذر کرآیا ہون۔ لکھنؤ کے دونون پارسلون کی رسید

مجکو آج تک نہین آئی۔ آخر رسید تو تم کو پارسلون کی ملی ہوگی۔ ڈاک مین سے معلوم کر کے مجکو لکھ بھیجو۔ دیر نہ کرو۔ ورنہ مین مشوش رہون گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً صاحب مین ہندی غزلین بھیجون کہان سے۔ اُردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہین بہت غزلین اُس مین نہین ہین۔ قلمی دیوان جو اتم اور اکمل تھے وہ لٹ گئے۔ یہان سب کو کہہ رکھا ہے کہ جہان بکتا ہوا نظر آجائے لے لو تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمہارے خیال مین رہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے۔ بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہین ہوتی جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہین یہ نو شعر کی ہے ایک دوست کے پاس اُردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے اُس نے کہین کہین سے سودات متفرق بہم پہنچا لیے ہین چنانچہ یہان ہوگئین ویران ہوگئین یہ غزل مجکو اُسی سے ہاتھ آگئی ہے اب مین نے اُس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہون۔ خط لکھ کر رہنے دونگا جب اُس کے پاس سے ایک غزل آجائیگی تو اسی خط مین ملفوف کر کے بھیج دونگا۔ یہ خط یا آج روانہ ہو جائے یا کل مین نے ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فریڈرک انڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح مین اور ایک قصیدہ جناب منٹ گمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف مین لکھا ہے اگر کہو تو یہ بھیج دون مگر فارسی مین اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہین کتب دستنبو کے بک جانے سے مین خوش ہوا۔ خدا کرے جسکو دی ہو دو تین غلطیان جو معلوم ہین وہ بنا دی ہون یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگون نے خریدین یا ہندوستانیون نے لین۔ تم یہ بات مجکو ضرور ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر یہ جنس پڑی نرہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہوگیا۔ لاکھون مر گئے جو زندہ ہین اُن مین سیکڑون گرفتار بند بلا ہین جو زندہ ہے اُس مین مقدور نہین۔ مین ایسا جانتا ہون کہ یا تو

صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہو گی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابین گئی ہونگی۔ پورب مین کم بکی ہونگی۔ میان مین تمکو اپنا فرزند جانتا ہون خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہین ہی تمہاری جگہ میرے دل مین ہے اب مین طبع آزمائی کرتا ہون اور جو غزل تمنے بھیجی ہے اُسکو لکھتا ہون خدا کرے نو کے نو شعر یاد آجاوین۔ **غزل**

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا — کُریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہو ہمین بہشت عزیز — سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار — یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تجھ سے — وگرنہ خوف بدآموزیِ عدو کیا ہے

رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی — تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اِتراتا — وگرنہ شہر مین **غالب** کی آبرو کیا ہے

یہ تمہارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آگئے ایک غزل یہ اور دو غزلین وہ جو آیا چاہتی ہین تین ہفتہ کا گودام تمہارے پاس فراہم ہوگیا اگر منگواؤ گے تو قصیدے دونون بھیجدون گا مرقومہ سہ شنبہ۔ ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۵۹ء۔

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو ؎ اسد اور لینے کے دینے پڑے۔ اس غریب کو مین کچھ کیون کہون۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑہا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہی ؎

اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی	میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مین نے بھی اُن سے کہا کہ اگر یہ مقطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد ہو گزرے ہین یہ مطلع اور یہ غزل اُنکے کلام معجز نظام مین سے ہے۔ اور تذکرون مین مرقوم ہے۔ مین نے تو کوئی دو چار برس ابتدا مین اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہون۔ تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہین کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا وہ غزل جو تمہارے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اُسکی میر حاتم علی مہر کو دے دینا جسدن یہ میرا خط پہنچے اُسی دن وہ غزل نقل کرکے اُنکو بھیج دینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال معلوم ہو گیا میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع مین گئے ہونگے جناب میکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُنکو بھی بھیج چکا ہون۔ قصیدے مین نے دو لکھے ہین۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی تعریف مین اور ایک جناب منٹ گمری صاحب بہادر کی مدح مین ایک پچپن شعر کا۔ ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ اُن کو ریختہ کی غزلون مین کیا چھاپوگے جانے بھی دو۔ رہین غزلین سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤنگا۔ میان تمہاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس مین صرف وہ پچین شعر بطریق قصیدہ تمہاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوا اُسکے اگر مین نے کوئی ریختہ کہا ہو گا تو گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہین لکھی صرف یہ دو قصیدے لکھے ہین۔ کیا کہون کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے پرسون ایک خط تمہین اور لکھ چکا ہون اب اُسکا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔ چارشنبہ ۲۶۔ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعا پہونچے خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا۔ یہانکا حال

یہ ہو کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علیخان۔ نواب حامد علیخان۔ حکیم احسن اللہ خان۔ سو ان کا حال یہ ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں معہذا ان کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں۔ حکیم احسن اللہ خان نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کر لی ہے اب وہ مکرر حالات دربار شاہی کیوں لیں گے۔ سواے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالے کا تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغاے سیاہ۔ فتنۂ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم بتاؤ کہ رئیس رامپور کے ہاں بھی تمہارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں۔ آپ کے تمہارے معیار الشعرا میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ ایسے شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہم کو جب تک ان کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر ان غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال معلوم ہوا نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اس کو آپ کے معیار الشعرا میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا چار ورقہ رام پور اُن کے پاس بھیج دو اور سرنامہ پر یہ لکھو کہ در رامپور بر در دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد اور خلاصہ اس کی اطلاع دو۔ اور اُس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں ۱۲ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ صاحب میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا

کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے۔ اُنہوں نے پرسوں
مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیونراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تمہارا
خط آیا۔ اب مجھکو اُس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمہاری خبر جھوٹ تھی یا ارادہ تھا
اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسان مند ہوں حق تعالیٰ
اس کوشش کے اجر میں اُن کو عمر و دولت دے سعادتمند اور نیکبخت آدمی ہیں۔ تمہاری
خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانسو دو ورقے
چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے ہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو
تم کو بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ جزو آنے دو میں اُس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہوگا اُس کو دیکھ کر
اور مضامین کو سمجھ کر مصرعہ بھی تجویز کر دونگا۔ مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اُس
مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمہارا آج آگیا ہے
پمفلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجائے گا ۔ سہ شنبہ ۲۰۔ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو تمہارا خط پہنچا اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند
پہنچا تمہارے تصمیم عزیمت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار بنسی دھر کے پوتے کو دیکھونگا
رسالہ بغاوت ہند ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات
ہو رہے گی۔ اپنے شفیق ولی ماسٹر رامچندر صاحب کو تمہاری آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش
ہوئے۔ جو رقعہ اُنہوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہوں پڑھ لینا
اگر دستنبوئیں باقی ہوں تو دو اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳۔ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الاشعار
نہ بغاوت ہند۔ نہ میرے خط کا جواب نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خان نے

اگست سے دسمبر تک پنجاب معیار الاشعار و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی روپے مجکو دیئے اور مین نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہین معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہین پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے۔ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جُدا جُدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷ بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الاشعار کا بھی نہین آیا یہ ہے کیا۔ مہر تمہاری کھدنی شروع ہو گئی ہے اسی اگست کے مہینے مین تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤن اور کتاب اور عرضی کا بھی اگر تقاضا کرون تو بعید نہین۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا۔ اگر تمہارا خط یا معیار الاشعار یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل صبح کو ڈاک مین بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہہ دینا۔ مرقومہ چہار شنبہ ۱۷۔ ماہ اگست ۱۸۵۹ع وقت دوپہر۔

ایضاً کیون میری جان تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے یا لکھنا ہی بھول گئے ہو شہر مین ہو یا نہین ہو۔ تمہارے مطبع کا کیا حال ہے۔ تمہارا کیا طور ہے۔ تمہارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا۔ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا۔ کرو گے یا نہین معیار الاشعار کا پارسل پہنچ گیا۔ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہین آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔ غالب محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ع

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کیا میرے خط نہین پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہین آتا۔ دو مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہین اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُس کا جواب بھی نہ آیا مین نے یوسف علیخان عزیز کے خط مین کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی اُنہون نے تم کو نہ پڑھائی ہو گی اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت

عرضی اور کتاب کے باب مین تو مین کچھ کہتا ہی نہین جواس کا جواب مانگون کچھ مجھ سے
خفا ہوگئے ہو تو ویسی کہو یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہون تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو۔ اسکو ایک اور
بات سنو تمہارا تو یہ حال کہ مجکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش کہ نواب
گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہان تم کو معلوم ہوا کرے مجکو لکھا کرو خصوصاً اکبرآباد مین آکر جو کچھ واقع
ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئینگے یا جدا جدا آکر یہان فراہم
ہو جائینگے۔ دربار کی صورت خیرخواہون کے تقسیم انعام کی حقیقت کوئی نیا بندوبست
جاری ہو اسکی کیفیت یہ سب مراتب مجکو لکھا کرو۔ دیکھو خبردار اس امر مین تساہل نہ کرنا ہے
کیا سنتے ہو لکھنو سے کہان آئے ہین۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے اگرہ آئینگے۔ کہان
کہان کون کون رئیس آملے گا۔ لکھنو کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو وہ لکھو۔ اگرچہ یہان
لوگون کے ہان اخبار آتے رہتے ہین اور میری بھی نظر سے گذر جاتے ہین مگر مین چاہتا
ہون کہ تمہارے خط سے آگہی پاتا رہون۔ تم جو لکھوگے منقح اور مفصل لکھوگے یقین ہے کہ
برادرزادہ عزیز یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخان کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد
کی سرکار مین کردی ہوگی اس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چارشنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ء جواب کا طالب غالب

ایضاً برخوردار دو خط آئے اور آج یکشنبہ ۱۳۔ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار بھائی
ضیاءالدین خان کے ہان آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہین اسکی حاجت نہین
اپنے اور میرے ٹکٹ کیون برباد کرو میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بسبب قرب کے
وہان معلوم ہوتے ہونگے جو سنو وہ مجکو لکھو۔ اور جب نواب معلی القاب آگرے مین آجائین
تو اپنا مشاہدہ مجکو لکھتے ہو پس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیتا
ہون۔ اور دونون کتابین بغاوت ہند پرسون بھیج چکا ہون۔ تمہارے والد کی طرف سے

مجکو بڑی تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہون خدا میری دعا قبول کرے اور اُن کو شفاے کامل دے میری دعا اُنکو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخان عزیز کا حال معلوم ہوا یہ عالی خاندان اور نازپروردہ آدمی ہین۔ اِن کو جو راحت پہنچاؤ گے اور جو ان کی خدمت بجالاؤ گے اُس کا خدا سے اجر پاؤ گے زیادہ سواے دعا کے کیا لکھون ؟ غالب روز یکشنبہ ۱۳۔ نومبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً میری جان دو جلدین بغاوت ہند کی پرسون میرے پاس پہنچین اُسوقت برخوردار میرزا شہاب الدین خان بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا مین خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدین بغاوت ہند کی ہین حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہر اہتمان ارسال نے ازراہ سہو دوبارہ بھیجدی ہین چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیج دون پھر سونچا کہ پہلے تم کو اطلاع کردون شاید یہین کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے جو کہو سو کرون۔ کہو تم کو بھیج دون کہو کہین اور تمہاری طرف سے بھیج دون۔ میرے کسی کام کی نہین والدعا راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار کامگار کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روے احتیاط دو بار ارسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپنے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار مین چھاپا ہوگا یا اب چھاپئیے گا۔ بہرحال اس شہر کے اخبار سُنیے حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیرخواہان انگریز اپنے اپنے گھرون مین روشنی کرین اور بازارون مین اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیدستی مین کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہین پاتا اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ ۱۵ بیت کا لکھ کر صاحب کمشنر شہر کو

بھیجا ہی آپکے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہون۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اُسکو چھاپ دو اور جس نمبر مین یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمایئے کہ مین کتابون کے آنے کا کب تک انتظار کرون۔

قطعہ

درین روزگارِ ہمایون و فرخ — کہ گوئی بود روزگارِ چراغان
شدہ گوش پر نور چون چشم بینا — ز آوازۂ اشتہارِ چراغان
مگر شہر دریائے نورست کاینجا — نگہ گشتہ ہر سو دو چارِ چراغان
بسر بردہ بر چرخ مہر منور — ہمہ روز در انتظارِ چراغان
گواہ من اینک خطوط شعاعی — کہ دارد دلش خار خارِ چراغان
درین شب روا باشد ار چرخ گردان — کند گنج انجم نثارِ چراغان
نبود است در دہر زین پیش ہرگز — بدین روشنی روے کارِ چراغان
شد از فیض شاہنشہ انگلستان — فزون رونقِ کاروبارِ چراغان
جہاندار وکٹوریا کز فروغش — ز آتش دمد لالہ زارِ چراغان
ز عدلش چنان گشت پروانہ این — کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغان
بفرمان سر جان لارنس صاحب — شد این شہر آئینہ دارِ چراغان
بدہلی فلک رتبہ سانڈرس صاحب — بر آراست نقش و نگارِ چراغان
شد از سعی ہنری اجرٹن بہادر — روان ہر طرف جوئبارِ چراغان
سخن سنج غالب ز روے عقیدت — دعا مے کند در بہارِ چراغان
کہ بادا فزون سال عمر شہنشہ — بر وے زمین از شمارِ چراغان

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعاے دوام دولت پہنچے۔ کل تمہارا خط پہنچا دل خوش ہوا۔ باقر علیخان اور حسین علیخان یہ دو میرے پوتے ہین اور تم بھی میرے

پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر مین بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ مین حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہان آیا ہون اور اپنی صفائی بذریعہ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہون دیکھون کیا ہوتا ہے۔کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری مین ولایت کو روانہ کر کے یہان آیا ہون۔چھ ہفتہ مین جہاز پہنچتا ہے یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہو گا ؎

بہ بینم کہ تا کردگار جہان	درین آشکارا چہ دارد نہان	

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔میرزا یوسف علیخان کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ مین تمہاری فکر سے فارغ نہین ہون۔اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔سہ شنبہ ۳۔مارچ سنہ ۱۸۶۰ء۔غالب

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیونراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک دو ورقہ معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خان کے پہنچا۔اور آج چار شنبہ ۱۴۔مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمہارا رامپور پہنچا۔خدا تمکو جیتا رکھے۔ اب مین شنبہ کے دن ۱۷۔مارچ کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے۔اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہان نہ بھیجنا۔ہان بھائی ان دنون مین برخوردار میرزا یوسف علی خان وہان آئے ہوئے ہین آج ہی اُن کا خط مجکو پہنچا ہے تم ضرور اُن سے ملنا منشی امیر علی صاحب کے ہان وہ اُترے ہوئے ہین اُنکو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ وہان جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔اور اگر وہ ہاترس گئے ہون تو یہ رقعہ جو تمہارے نام کا ہے ایک کاغذ مین لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاترس کو شیخ کریم بخش نیو کیا رنڈ نکے دفعدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ضرور ضرور۔از غالب۔روان داشتہ چہار شنبہ ۱۴۔مارچ سنہ ۱۸۶۰ء وقت دوپہر۔۱۲ بجے

ایضاً میان دیوان کے میرٹھ مین چھاپے جانے کی حقیقت سُن لو تب کچھ کلام کرو۔ مین
رامپور مین تھا کہ ایک خط تمہارا پہنچا۔ سرنامہ پر لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد مقام
میرٹھ۔ واللہ باللہ اگر مین جانتا ہون کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ بہرحال
پڑھا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اُٹھانے کے واسطے چھاپا جاتا ہے
مین خیر چُپ ہو رہا جب مین رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفےٰ خان صاحب کے ہان اُترا
وہان منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم مجکو ملے اُنہون نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان
مجکو بھیج دیجیے گا عظیم الدین ایک کتاب فروش اُس کو چھاپا چاہتا ہے۔ اب تم سنو دیوان نسخہ
اتم و اکمل کہان تھا۔ ہان مین نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور
بھیج دیا تھا۔ اب جو مین دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نے مجکو
تاکید کردی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لے کر اُس کو کسی کاتب سے
لکھوا کر مجکو بھیج دینا۔ مین نے رامپور مین کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدین خان کو
دلی بھیج دیا تھا۔ آمدم برسر مدعا سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے بھی
کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو مین ضیاء الدین خان سے لیکر بھیج دونگا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ
کون کرتا ہے۔ نواب مصطفےٰ خان نے کہا کہ مین۔ اب کہو مین کیا کرتا۔ دلی آکر ضیاء الدین
خان سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفےٰ خان کے پاس بھیج دیا۔ اگر مین اپنی خواہش
سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے مین کتاب کیون بھجواتا۔ آج
اسی وقت مین نے تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفےٰ خان صاحب کو ایک خط بھیجا
اور اُن کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے۔ اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا
جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دونگا اور اگر وہان کاپی شروع ہوگئی ہے

تو مین ناچار ہون میرا کچھ قصور نہین ہے۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر مجھکو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا بھائی میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو۔ اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۳ء کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہون۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے سو گذر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ مین خواہی آغاز ماہ آیندہ یعنی مئی مین جواب کے آنے کا منتظر ہون۔ دیکھیے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے۔

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو میری عمر ستر برس کی ہے اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا۔ اور مین نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمہارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہون۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سو برس کی ہماری تمہاری ملاقات ہے۔ پھر آپس مین نامہ و پیام کی راہ و رسم نہین۔ اور اس راہ و رسم کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہین اگر تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجھکو بسبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت سنو چھٹا مہینا ہے کہ سیدھے ہاتھ مین ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی۔ پھوڑا ایک پھوٹ کر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحون کا علاج رہا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیان دوڑ رہی ہین۔ استرے سے گوشت کٹ رہا ہے۔ بیس دن سے صورت افاقت کی نظر آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔ غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا۔ چڑھا

ہوا روپیہ دام دام ملا۔ آیندہ کو بدستور بے کم وکاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی ومقرری تھا مسدود ہوگیا۔ یہانتک کہ صاحب سکرٹر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہین۔ مین فقیر متکبر مایوس دایمی ہوکر اپنے گھر بیٹھ رہا۔ اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کردیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی مین آئے دربار کیا۔ خیر کرو مجکو کیا۔ ناگاہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔ بھائی یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اُس دہنے ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائین ہاتھ مین ایک ایک پھوڑا جُدا ہے۔ حاجتی مین پیشاب کرتا ہون اُٹھنا دشوار ہے۔ بہرحال سوار ہوگیا۔ پہلے صاحب سکرٹر بہادر سے ملا پھر نواب صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تصور مین کیا بلکہ تمنا مین بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی۔ یعنی عنایت سے اخلاق سے۔ وقت رخصت خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہ محبت دیتے ہین۔ اور مژدہ دیتے ہین کہ لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا نمبر اور خلعت کھُل گیا۔ انبالہ جا دربار مین شریک ہو خلعت پہن۔ حال عرض کیا گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار مین شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بُرا ہو انبالے نہ جاسکا۔ اگر سے کیونکر جاؤن۔ بابو ہرگوبند سہاے صاحب کو سلام مضمون واحد ۳- مئی

ایضاً میان تمھاری باتون پر ہنسی آتی ہے۔ یہ دیوان جو مین نے تم کو بھیجا ہے اتم و اکمل ہے۔ وہ اور کون سی دو چار غزلین ہین جو مرزا یوسف علیخان عزیز کے پاس ہین اور اس دیوان مین نہین۔ اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھین کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہین۔ معہذا اُن سے بھی کہون گا اور وہ غزلین اُن سے منگا کر دیکھونگا

تصویر میری لے کر کیا کرو گے بیچارہ عزیز کیونکر کھچوا سکے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجکو لکھو مین مصور سے کھچوا کر تم کو بھیج دون نہ نذر درکار نہ نثار مین تم کو اپنے فرزند دن کے برابر جانتا ہون اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزند سعادت مند ہو۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مدارج عالیہ کو پہنچاوے۔ سہ شنبہ ۲۔ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع۔ غالب۔

ایضاً میان مین جانتا ہون کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہین کی میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کرین کہ دلی مین ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خان صاحب تمہارا بھیجا ہوا فرمہ مجکو دین اور وہ جو مین نے یہان کے مطبع مین چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمہارا ارادہ اسکے چھاپنے کا نہین۔ غور کرو میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز والحاح سے دیوان لیا تھا۔ اور مین نے نظر تمہاری ناخوشی پر بجبر اس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دون۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا مین سمجھا کہ تم خفا ہو مین نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیونراین سے میری تقصیر معاف کروا دینا۔ بھائی خدا کی قسم مین تم کو اپنا فرزند دلبند سمجھتا ہون۔ اس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رامپور سے وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی مین تصویر بہ ہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور دونون چیزین تم کو بھیج دین وہ تمہارا مال ہے۔ چاہو اپنے پاس رکھو چاہو کسی کو دے ڈالو۔ چاہو پھاڑ کر پھینک دو۔ تم نے دستنبو کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا ہے

پیارے دوست ناظر بنسی دھر کے تم یادگار ہو ٭ اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری ٭۔ خوشنودی کا طالب غالب۔ ۱۰۔ جنوری سنہ ۱۸۶۲ع

بنام بابو ہرگوبند سہاے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ مین نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اُس خط کا جواب بھی لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہین تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہان مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آگئے۔ کوئی کہتا ہے آوین گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اوڈلٹام یہ مین ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونون قسم بیس روپیہ حد چوبیس روپیہ درجن آتی تھی اب یہان پہلے تو نظر ہی نہین آتی تھی اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہان تم دریافت کرو کہ اس کا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہین۔ یہ دونون امر دریافت کر کے مجکو جلد لکھو۔ اگر بقیمت مناسب ہاتھ آئے اور اُس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہان سے روپیہ کی ہنڈوی بھیج دون اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑون مین مجکو بہت تکلیف ہے۔ اور یہ گرچہال کی شراب مین نہین پیتا یہ مجکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے۔ چارشنبہ ۲۹۔ دسمبر ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب از غالب جان طلب

ایضاً صاحب تم کو دعا کہتا ہون اور دعا دیتا بھی ہون۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے بھائی کاس ٹیلن اور اوڈلٹام دونون چوبیس روپیہ درجن مین ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہان مہنگی ملتی ہے۔ مین نے تم سے پوچھا جب وہان بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہین مین سمجھا تھا کہ شاید وہان ارزان ہو۔ خیر اسکو جانے دو روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خان صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمہارے بزرگون مین قرابتین بہم پہنچین

نج کا میر اتہار انعالمہ یہ کہ پچاس برس سے مین تم کو چاہتا ہون نے اسکے کہ چاہت
تمہاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا تم نہین چاہتا
رہا تم مجھے چاہتے رہے وہ امر عام اور یہ امر خاص کیا مقتضی اسکا نہین کہ مجھ مین تم مین
حقیقی بھائیون کا سا اخلاص پیدا ہو جائے وہ قرابت اور یہ مؤدت کیا پیوند خون سے
کم ہے۔ تمہارا یہ حال سنون اور بیتاب نہو جاؤن اور وہان نہ آؤن مگر کیا کرون مبالغہ نہ سمجھو
مین ایک قالب بے روح ہون سے یکے مردہ شخصم مردی روان ÷۔ اضمحلال روح کا
روز افزون ہے۔ صبح کو تبرید قریب دوپہر کے روٹی شام کو شراب اس ہین ہے جس دن
ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی مین مرلیا۔ واللہ نہین آسکتا۔ باللہ نہین آسکتا۔ دل کی جگہ
میرے پہلو مین پتھر بھی تو نہین۔ دوست نہ سہی دشمن بھی تو نہ ہون گا۔ محبت نہ سہی عداوت
بھی تو نہ ہوگی۔ آج تم دونون بھائی اس خاندان مین شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو
مین لم یلد ولم یولد ہون۔ میری زوجہ تمہاری بہن میرے بچے تمہارے بچے ہین خود جو
میری حقیقی بھتیجی ہے اُس کی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان
بیکسون کے واسطے تمہارا دعا گو ہون اور تمہاری سلامتی چاہتا ہون۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ
تعالیٰ ایسا ہی ہوگا کہ تم جیتے رہو اور تم دونون کے سامنے مر جاؤن تاکہ اس قافلہ کو اگر
روٹی نہ دوگے تو چنے تو دوگے۔ اور اگر چنے بھی نہ دوگے اور بات نہ پوچھوگے تو میری
بلا سے مین تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدون کے غم مین نہ الجھونگا
جناب والدہ ماجدہ تمہاری یہان آنا چاہتی ہین اور ضیاء الدین خان اسیواسطے
وہان پہنچتے ہین سنو بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہین کثرت اطبا
صحبت احباب تنہائی سے نہ ملول رہوگے۔ حرف و حکایت مین مشغول رہوگے۔ آؤ و شتاب آؤ

بھائی میرزا علاؤالدین خان تم کو کیا لکھوں جو باتیں تمہارے دل پر گذرتی ہو وہ باتیں میری نظر میں ہے۔ خیر دعاے ترقی عمر و دولت۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعاے بقاے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گوہر نتوان گفت۔ اختر نتوان گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی بے شبہہ پہنچی ہوگی تم بھول گئے ہوگے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہی یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کے واسطے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجوٹی کے اونچے سُروں میں راہ رکھوائی جائے۔ اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ ۲۔ ربیع الاول ۱۲۸۰ ہجری۔

غزل

میں ہوں مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی — تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی
غیر کی مرگ کا غم کس لیے اے غیرت ماہ — ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اور سہی
تم ہو بت پھر تمہیں پندار خدائی کیوں ہے — تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی
حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کی کبھی — آپ کا شیوہ و انداز و ادا اور سہی
تیرے کوچہ کا ہے مائل دل مضطر میرا — کعبہ ایک اور سہی قبلہ نما اور سہی
کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ — خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اور سہی
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یارب — سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں — زہر کچھ اور سہی آب بقا اور سہی
مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی — ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تفریح طبع کے واسطے ایک غزل نئی لکھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہون سوانح لیل و نہار لکھتا ہون۔ کل پنجشنبہ ۲۵ مئی کو اول روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرۂ زمہریر ہوگیا۔ بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہوگئی۔ سڑک کی وسعت دوچند ہوگئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجد و ؟ کے ڈھئے جاتے ہین اور ہنود کے ڈیوڑہون کے جھنڈیون کے پرچم پھراتے ہین۔ ایک شیر زور آور اور پیلتن بندر پیدا ہوا ہے مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خان بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہین جسکو عوام کنگری کہتے ہین اُن مین سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجادی واہ رے بندر یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانون کا حاکم دلی مین وارد ہوا ہے بلی مارون کے محلہ مین ٹھہرا ہے بحسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کیے بیٹھا رہتا ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علیشاہ درویش کے تکیہ پر آجاتا ہے۔ اہل شہر حیران ہین کہ کھاتا کہان سے ہے اِس کے پاس روپیہ آتا کہان سے ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے مین جانتا ہون کہ نے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے دیکھیے انجام کار کیا ہو۔ غالب علیشاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۶ مئی ۱۸۶۵ء۔

ایضاً جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دعاے لقاے دولت روز افزون عرض کیا جاتا ہے کہ اُستاد میر جان آئے اور اُن کی زبانی تمہاری

خیر و عافیت معلوم ہوئی خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شادان رکھے یہان کا حال کیا لکھون بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ نماند آب جز آب چشم یتیم * شب و روز آگ برستی ہے یا خاک۔ نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے زمین سے اُٹھتے ہین شعلے آسمان سے گرتے ہین شرارے۔ چاہتا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھون عقل نے کہا کہ دیکھ نادان قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل اُٹھیگی اور کاغذ کو جلا دیگی۔ بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے وہ اور بھی جانگزا ہے۔ خیر اب فصل سے قطع نظر ایک کودک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہون کہ وہ جانسوز نہین بلکہ دل افروز ہے۔ پرسون فرخ مرزا آیا اُسکا باپ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ مین نے اُس سے پوچھا کہ کیون صاحب مین تمہارا کون ہون اور تم میرے کون ہو۔ ہات جوڑ کر کہنے لگا کہ حضرت آپ میرے دادا ہین اور مین آپکا پوتا ہون۔ پھر مین نے پوچھا کہ تمہاری تنخواہ آئی کہا جناب عالی آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہین آئی مین نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے کہا حضرت مین تو آکا جان سے روز کہتا ہون کہ لوہارو چلو اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت مین کیون مل گئے۔ سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ مین اسکی خوبی خو اور فرخی سیرت پر نظر کرکے اسکو فرخ سیر کہتا ہون مصاحب بے بدل ہے تم اسکو بلا کیون نہین بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خان مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی مُنہ نہ لگایا۔ علاؤ الدین خان جیسا ہوشمند ہمہ دان بیٹا فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا یہ دو عطیہ عظمےٰ و موہبت کبریٰ ہین تمہارے واسطے من جانب اللہ ؎

اگر دریافتی بر دانشت بوس * وگر غافل شدی افسوس افسوس

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان مین آگیا۔ نقطہ انقلاب صیفی مین دن گھٹنے لگا جیسے کہ تمہارا غیظ وغضب ہر روز کم ہوجائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب مین تم کو کیا لکھون۔ تعزیت کے واسطے تین باتین ہین۔ اظہار غم۔ تلقین صبر۔ دعاے مغفرت سو بھائی اظہار غم تکلف محض ہے جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہین کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقین صبر بیدردی ہے۔ یہ سانحہ عظیم ایسا ہے جس نے غم رحلت نواب مغفور کو تازہ کیا بس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کی جائے۔ رہی دعاے مغفرت مین کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھین دل سے دعا نکلتی ہے۔ معہذا تمہارا یہان آنا سنا جاتا تھا اس واسطے خط نہ لکھا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنون کی طبیعت ناساز ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا یہ چند سطرین لکھی گئین حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمہاری خوشی کا طالب غالب ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ء

ایضاً اخ مکرم کے خدام کرام کی خدمت مین بعد اداے سلام مسنون ملتمس ہون تمہارا شہر مین رہنا موجب تقویت دل تھا ؎ گو نہ ملتے تھے پر اک شہر مین تو رہتے تھے۔ بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہون کئی آدمی طیور آشیان گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہین ان مین سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہان بھی آجاتے ہین۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کروگے علائی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہین بارش شروع ہوجائے گی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئے گی چلنے والا کہے گا مین رہرو چالاک ہون تیراک نہین۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤن۔ دخانی جہاز کہان سے لاؤن ؎ اے زفرصت بے خبر درہرچہ باشی زود باش ٭ علائی کے دیدار کا طالب غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷۔ محرم ۱۲۸۱ھ

بنام مرزا علاؤ الدین احمد خان صاحب بہادر

صاحب تمہارا خط پہنچا مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغاے خلق سے مجکو غرض نہین۔ کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ؎

مومن بخیال خویش ستم داند ٭ کافر بگمان خدا پرستم داند
مُردم زغلط فہمی مردم مُردم ٭ اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیون سے پھر نہین ملا۔ بازار مین نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ جواہر خبردار میرا سلام اخوین کو اُن کا سلام اخوین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہون ؎

واقعہ سخت ہے اور جان عزیز ٭ تاب لائے ہی بنے گی غالب
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے ٭ ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونون شعر حسب حال نظر آئے ہو اسطے لکھ دیے گئے تم نے اشعار جدید مانگے خاطر تمہاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہین اُن پر فکر کر کے ایک مطلع اور پانچ شعر کر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہون۔ بھائی کیا کہون کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتین ہاتھ آئی ہین اور وہ بھی بلند رتبہ نہین ؎

غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے ٭ بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے ٭ تمہاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے
کٹے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے ٭ کوئی بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود ٭ کسے خبر ہے کہ وہان جنبش قلم کیا ہے

نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا	خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم	وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس مین دم کیا ہے

لو صاحب تمہارا فرمان قضا توامان بجالایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہین ہے اگر باحتیاط رکھو گے اور اُردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھادو گے تو اچھا کرو گے عمر فراوان و دولت فزون باد۔ فقط جمعہ ۲۲۔ دسمبر ۱۸۶۵ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل۔

ایضاً مرزا رو برو بہ از پہلو آو میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخان اور حسین علیخان مع ۱۴ مرغ ۶ بڑے اور ۸ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے اُن کے ساتھ گئے۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنے ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہین۔ نواب صاحب نے وقت رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہان وارد ہین اور اپنی بہن کے یہان ساکن ہین کہتے ہین کہ تیرے ساتھ دلی چلونگا۔ اور وطن سے لوہارو جاؤن گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا۔ آپ چال چوکے اُردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اُس کو تمنے فارسی مین لکھا اور فارسی بھی متصدیانہ نہین کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بصیغہ مفرد نہ لکھین یہ وہی چھوٹی ہے بڑی حِے کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤن گا ماکتب فیہ کہہ کر کام نکال لونگا۔ مین نے تو چلتے وقت فرخ سیر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو مین اس کی درستی کرتا لاؤن جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہین صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اُس مقدمہ مین میرے اور میرے سرکار کا وکیل وہان موجود ہے اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو مین اُن سے اُن کے خالو علی اصغر خان کے نام عرضی

یا خط لکھوا لاتا۔ بہرحال اب بھی قاصر نہ رہونگا تاریخ اوپر لکھ آیا نام اپنا بدل کر مقلوب رکھ لیا ہے۔

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ء ہ

شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد	حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دعاے تو دوالا پدرت	قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

میان تم جانتے ہو کہ مین عازم رام پور تھا اسباب مساعدت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا۔ لڑکے بالون کی خیر و عافیت علی حسین خان کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا زائد ہے ایکبار مین صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا مزاج کی خبر پوچھ آیا۔ بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا۔ راقم غالب علی شاہ۔

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمہارے دو خطونکے جواب مین تم کو پہنچا ہوگا۔ آج مین علی اصغر خان بہادر کے گھر گیا ان سے مین نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی مان کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیج دین یہان سے روپیہ بھیج دیا جائیگا۔ آج منگل ہے شعبان کی اور ۲۶۔ دسمبر کی۔ دونون بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲۔ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا ہ

اول ما آخر ہر منتہی ۔ در اکرام و عزت ÷ آخر ما جیب تمنا تہی۔ از مال و دولت تو کمان گروہہ کہا کر فارسی بگھار اگر مجھ سے ہندی کی چندی سن۔ ایک غلیل حضور نے دینی کی ہے ایک علی اصغر خان سے اینٹھی دونون کل آئین گی۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتہ سے یہان وارد اور اپنی بہن کے ہان ساکن ہین زاد کی خدا نے جیتھی فقیر پر کی راحلہ وہ جانین فقط۔ غالب۔

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم از ماہ صیام میری جان۔ نئے مہان کا قدم تم پر مبارک ہو

اللہ تعالیٰ تمہاری اور اس کی اور اس کے بھائیوں کی عمر و دولت مین برکت دے تمہاری طرز تحریر سے صاف نہین معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے تاقب اس کو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہی۔ واضح لکھو تا احتمال رفع ہو خط ثاقب کے نام کا تو بہ تو بہ خط کا ہے کو ایک تختہ کاغذ کا مین نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ فحواے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زبان آور۔ ایسا عیار طراریون عاجز و درماندہ و از کار رفتہ ہو جائے۔ تمہارا غم جدا۔ ساغر اول و درد کیا دل لیکر آئے کیا زبان لے کر آئے کیا علم لے کر آئے کیا عقل لے کر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے کسی شیوہ کی داد نپائی گویا نظیری تمہاری زبان سے کہتا ہے۔ ~~

جوہر بینش من در تہ زنگار بماند   آنکہ آئینۂ من ساخت نپرداخت دریغ

بھائی اس معرض مین مین بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہون اگرچہ یک فنہ ہون مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم مین نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہین آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ مین بھر دیے ہین بقدر ہزار ایک ظہور مین نہ آئے نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لاٹھی ہات مین لون اور اس مین شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکالون اور پیادہ پا چل دون کبھی شیراز جا نکلا کبھی مصر مین جا ٹھہرا کبھی نجف جا پہنچا نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤن۔ اگر تمام عالم مین نہو سکے نہ سہی جس شہر مین رہون اس شہر مین تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے۔ ~~

نہ بستان سرا ے نہ مہمانہ	نہ دستان سرا ے نہ جانانہ
نہ رقص پری پیکران بربساط	نہ غوغاے رامشگران در رباط

خدا کا مقہور خلق کا مردود - بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت مین گرفتار تمہارے حال مین غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر بہم پہنچاون واقعہ کربلا سے نسبت نہین دے سکتا لیکن واللہ تمہارا حال اُس ریگستان مین بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ مین تھا تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچون کی جان وآبرو کا نگہبان میرے معاملات کلام وکمال سے قطع نظر کرو - وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ مین ہون -

ایضاً چاشتگاہ سہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۱ء - آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خان تمہارا خط اور مصری کی ٹھلیا لے کر آئے مین اُس کو لوا کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی خانہ دولت آباد یہی کافی ووافی ہے اور اب حاجت نہین روٹی کھا کر باہر آیا تمہارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے مین کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہون لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی - مطالب مندرجہ خط کا جواب بشرط حیات کل بھیجون گا - غالب -

ایضاً اقبال نشانا بخیر وعافیت وفتح ونصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو - مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہین مجھ سے مسودات مانگے ہین اور اطراف وجوانب سے بھی فراہم کیے ہین - مین مسودہ نہین رکھتا جو لکھا وہ جہان بھیجنا ہوا وہان بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمہارے پاس بہت ہونگے اگر اُن کا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیج دوگے یا آج کل مین کوئی اِدھر آنے والا ہو اُس کو دیدوگے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور مین ایسا جانتا ہون کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہوگے بچونکو دعا غالب

ایضاً جان غالب یاد آتا ہے کہ تمہارے عم نامدار سے سُنا ہے کہ لغات دساتیر کی فرہنگ

وہان ہے اگر ہوتی تو کیون نہ تم بھیج دیتے خیر ع انچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست
تم ثمر نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھون کے سامنے نشو و نما پائی ہے۔ اور مین
ہواخواہ و سایہ نشین اُس نہال کا رہون کیون کر تم مجکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید و ادید
اُس کی دو صورتین۔ تم دلی مین آؤ یا مین لوہارو آؤن۔ تم مجبور مین معذور خود کہتا ہون کہ میرا
عذر زنہار مسموع نہو جب تک نہ سمجھ لو کہ مین کون ہون اور ماجرا کیا ہے۔ سنو عالم دو ہین۔
ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل۔ حاکم ان دونون عالمون کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند قاعدہ عام یہ ہی
کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح مین سزا پاتے ہین لیکن یون بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح
کے گنہگار کو دنیا مین بھیج کر سزا دیتے ہین چنانچہ مین آٹھوین رجب ۱۲۱۲ھ مین روبکاری
کے واسطے یہان بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات مین رہا۔ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس
صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤن مین ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے
اُس زندان مین ڈال دیا۔ فکر نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسون کے بعد مین جیل خانہ سے
بھاگا تین برس بلاد شرقیہ مین پھرتا رہا۔ پایان کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی محبس
مین بٹھا دیا جب دیکھا کہ یہ قیدی گریزپا ہے دو ہتھکڑیان اور بڑھا دین۔ پانو بیڑی سے
فگار۔ ہاتھ ہتھکڑیون سے زخم دار۔ مشقت مقرری اور مشکل ہوگئی طاقت یک قلم زائل ہوگئی
بے حیا ہون سال گذشتہ بیڑی کو زاویہ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا
میرٹھ سے مرادآباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا
کہ پھر نہ بھاگون گا۔ بھاگون کیا بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی۔ حکم رہائی دیکھیے کب صادر ہو
ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اس ماہ ذی الحجہ مین چھوٹ جاؤن۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے

تو آدمی سواے اپنے گھر کے اور کہین نہین جاتا۔ مین بھی بعد نجات سید عالم ارواح کو چلا جاؤن گا ؎

فرخ آن روز کہ از خانۂ زندان بروم ÷ سوے شہر خود ازین وادیٔ ویران بروم

گانے مین غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہین دو فارسی غزلین دو اُردو غزلین اپنے حافظہ کی تحویل مین بھیجتا ہون بھائی صاحب کی نذر غزل

از جسم بجان نقاب تا کے — این گنج درین خراب تا کے

این گوہر پر فروغ یارب — آلودۂ خاک و آب تا کے

این راہرو مسالک قدس — واماندۂ خورد و خواب تا کے

بیتابیٔ برق جز دمے نیست — ما وین ہمہ اضطراب تا کے

جان در طلب نجات تا چند — دل در تعب عتاب تا کے

پرسش ز تو نے حساب باید — غمہاے مرا حساب تا کے

غالب بہ چنین کشاکش اندر — یا حضرت بو تراب تا کے

دوش کز گردش بختم گلہ بر روے تو بود — چشم سوے فلک و روی سخن سوے تو بود

انچہ شب شمع گمان کردی و رفتی بعتاب — نفسم پردہ کشائے اثر خوے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد — کان خود از حیرتیان رخ نیکوے تو بود

بکف باد مباد این ہمہ رسوائی دل — کاخر از پردگیان شکن موئے تو بود

مردن و جان بہ تمناے شہادت دادن — ہم از اندیشۂ آزردن بازوے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند — کاین ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پس مرگ
تا چہا در دلِ **غالب** ہوس روے تو بود

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے مین نشان اور
لوگون کو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا
ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا
یارب نہ وہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے میری بات
تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اُٹھین گے
مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے

کرتے ہین محبت تو گزرتا ہے گمان اور
ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور
ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زبان اور
لے آئین گے بازار سے جاکر دل و جان اور
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

ہین اور بھی دُنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ **غالب** کا ہی انداز بیان اور

اُس بزم مین مجھے نہین بنتی حیا کیے
ضد کی ہے اور بات مگر خو بُری نہین
صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو
رکھتا پھرون ہون خرقہ و سجادہ رہن مے
کس روز تہمتین نہ تراشا کیے عدو

بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
بھولے سے اس نے سیکڑون وعدے وفا کیے
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیے
مدت ہوئی ہے دعوتِ آب و ہوا کیے
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

غالب تمہین کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سُنا کیے

ایضاً سعادت و اقبال نشان میرزا علاء الدین خان بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دعا پہنچے
کل شام کو مخدوم مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل مانند دولت دلخواہ

کہ ناگاہ آمے فقیر کے تکیہ مین تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خان
کے مکان مین آرام فرمایا اب وہان آتے ہین۔ قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ
تمہارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہین لکھ سکتا مختصر یہ کہ آغا صاحب
کو دیکھ کر یون سمجھا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہوکر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس تم بھائیان
راحت جان مرزا باقر علیخان بہادر و مرزا حسین علیخان بہادر جناب آغا صاحب کا قدمبوس
بجالائین اور اُن کی خدمت گزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھین۔ بس
ہان مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سُنیے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجتمعہ سہ سالہ
یک مشت مل گیا۔ بعد ادائے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ستاسی روپیہ گیارہ آنے
مجھے بچے۔ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون مین حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا
کرین ماہ بماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ مین دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خان کی حویلی مین
رہتا ہون۔ اب وہ حویلی غلام اللہ خان نے مول لے لی۔ آخر جون مین مجھ سے کہا کہ حویلی
خالی کردو۔ اب مجھے فکر پڑی کہ کہین دو حویلیان قریب ہمدگر ایسی ملین کہ ایک محلسرا اور
ایک دیوان خانہ ہو۔ نہ ملین ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں مین ایک مکان ایسا ملے کہ جس مین
جا رہون نہ ملا۔ تمہاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی۔ کڑرا والی حویلی مجکو رہنے کو
دی۔ ہرچند وہ رعایت مرعی نرہی کہ محلسرا سے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہین
کل یا پرسون وہان جا رہونگا۔ ایک پانون زمین پر ہے ایک پانون رکاب مین۔ توشہ کا
وہ حال گوشت کی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۷۔ ذی الحجہ کی اور ۔ جون کی پہر دن چڑھے
تمہارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سُنا گیا کہ امین الدین خان صاحب نے اپنی کوٹھی مین

نزول اجلال کیا پہر دن رہے ازراہ مہربانی ناگاہ میرے ہان تشریف لائے مین نے
اُن کو دُبلا و افسردہ پایا۔ دل کڑھا۔ علی حسین خان بھی آیا اُس سے بھی ملا۔ مین نے تمہین
پوچھا کہ وہ کیون نہین آئے۔ بہائی صاحب بولے کہ جب مین یہان آیا تو کوئی وہان بھی
تو رہے اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہین۔ مین نے کہا اتنا ہی جتنا تم
اُس کو چاہتے تھے ہنسنے لگے غرض کہ مین نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگون
کے دلون کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نگاشتہ و روان داشتہ یکشنبہ۔ بین الظہر و العصر۔

ایضاً چہارشنبہ ۵ ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تمہارا خط پہنچا۔
اِدھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤشنگ[له] اور مجکو بیل یا اُس
پیوند کے طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم
کیون ہو۔ رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کمشنری مین معین نہین ہون جس طرح
امرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہین اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے
مقرر ہے۔ ہان فقیر سے دعاے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہون دلی رہون
چاہون اکبرآباد۔ چاہون لاہور۔ چاہون لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑون کے واسطے کرایہ کرون
کپڑون کے صندوق مین آدھی درجن شراب دھرون۔ آٹھ کہار ٹھیکہ کے لون۔ چار آدمی
رکھتا ہون۔ دو یہان چھوڑون دو ساتھ لون چل دون۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا
لڑکون کا حافظ لوہارو بھجوایا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہار ہم پہنچ
سکتے ہین۔ طاقت کہان سے لاؤن۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان مین سے محلسرا مین
کہ وہ بہت قریب ہی جب جاتا ہون تو ہندوستانی گھڑی بھر مین دم ٹھہرتا ہے اور یہی
حال دیوان خانہ مین آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے بھی تو مرشدزادہ کی شادی مین بلایا تھا

له گاؤشنگ کو ہندی مین نار کہتے ہین گویا جس سے گاڑی کو بان بیلون کو گاڑی مین ہانکتے ہین ۱۲

یہی لکھا تھا کہ مین اب معدوم محض ہون تمہارا اقبال تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو جی بہت چاہتا ہے پر کیا کرون عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر مین قصد تو کرونگا کاش لوہارو کی جگہ گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہے وہان گئے کو دو برس ہو گئے یہان انحطاط و اضمحلال روزافزون نہ تم یہان آسکتے ہو نہ مجھ مین وہان آنے کا دم۔ بس اگر نومبر دسمبر مین میرا خیر حملہ چل گیا بہتر ورنہ ۵ ای واے محرومی دیدار دگر ہیچ • غالب۔

ایضًا۔ اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی حسین خان آیا مجھ سے ملا بھائی کا حال اسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے الولد سر لابیہ۔ تم اسکے مصداق کیون بنے۔ خفقان و مراق اگرچہ تمہارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت مین حاضر نہ ہوا تھا اب کیون آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھہرنے نہ دو۔ ہانک دو۔ خبردار اسکو اپنے پاس رہنے نہ دینا۔ شفیق مکرم و لطف مجسم منشی نولکشور صاحب بسبیل ڈاک یہان آئے مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خان سے ملے۔ خالق نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے۔ گویا بجاے خود قران السعدین ہین۔ تم سے مین نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت ۵۰ مان لیے تھے اب اُن سے جو ذکر آیا تو انہون نے پہلی قیمت مشہرۂ اخبار یعنی قبول کی یعنی ۴ فی جلد۔ اس صورت مین دس مجلد کے ۴۰ مین دون اور ۱۰ تم دو یعنی ۵۰ مطبع اودھ اخبار مین پہنچانے چاہئین۔ مین دسمبر ماہ حال کی دسوین گیارہوین کو طالب ہونگا کہو ۱۰ علی حسین خان کو دیدون۔ کہو لکھنو بھیج دون۔ اس نگارش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کی خدمت مین میرا سلام کہنا۔ اور استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا۔

نجات کا طالب غالب پنجشنبہ ۱۲ جمادی الثانی سال غم مطابق ۲۔ دسمبر سال کیا غضب ہے سے
یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے ۔

ایضاً جمعہ نہم رجب و دسمبر۔ میری جان تمہارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خان نجم الدین بھی تشریف لایا۔ اگر سرنوشت آسمانی مین بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان مین ہمارا تمہارا مل بیٹھنا مندرج ہے تو زبانی کہہ سُن لین گے۔ قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہین ہے جو شخص اپنے ملک و مال و جان و تن و ننگ و نام کے امور مین آشفتہ و سرگردان بلکہ عاجز و حیران ہو دوسرے کو اُس سے کیا گلا ہاے نظیری ؎

با ما جفا و نا خوشی با خود غرور و سرکشی ‖ از ما نہ از خود نہ آخر از ان کیستی

مخل عقل و ہوش و دماغ سو تباہ۔ افیون کا منحصر ہو جانا علاوہ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یون بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب ۔

ایضاً پنجشنبہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تمہارا خط پہنچا آج اُسکا جواب لکھ کر روانہ کرتا ہون رجب بیگ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ یہ نامور مہینے مین سو خالی گئے۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہین سُنا۔ ہان عیدی بیگ ہو سکتا ہے بس جب عید ہے اور روز سعید ہے تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے مین تم اسکو بھیجے نہ مین تو کہتا ہون نہ آسکو۔ اس ماہ مبارک مین امضاے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیون کی عید کوسہ برنشین کا گمان گزرے دور کیون جاؤ ہولی کی دُلہنڈی کا سمان لوہارو مین بندھ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق یہ کہ یہ وہی موسم ہے ہولی اور عید کوسہ برنشین کا زمانہ باہم ہے حوت کے آفتاب مین یہ دونون تہوار ہوتے ہین۔ کل آفتاب حوت مین آیا ہے کوسہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر مین چند روز اور کشمکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق

رہون توکوسہ بر نشین اور ہولی کی رنگ رلیان منلے اور خرسوار کو بضرب تازیانہ دوڑا لے علاؤالدین خان واللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہے فرق اسی قدر ہے کہ مین جاہل ہون اور تو مولوی ہے۔ ارے ظالم اس کوسہ بر نشین کی داد دے عقل کرامت ہے الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے صبیہ کا مقدم تم پر مبارک ہو ثاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے کہ مین کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے مین جیتا اور ثاقب ہارا۔ عریضہ جداگانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔

ایضاً میری جان علائی ہمہ دان اس دفع دخل مقدر کا کیا کہنا ہے فرہنگ لغات دساتیر تمہارے پاس ہے مین چاہتا تھا کہ اسکی نقل تم سے منگاؤن تم نے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفہ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہین ہے۔ جی مین کہوگے کہ اگر دساتیر نہین تو فرہنگ کی خواہش کیون ہے حق یون ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہین اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیج دوگے تو مجھ پر احسان کروگے دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اس کا بھی پارسل بھیج دیتا۔ ہان صاحب اگر دساتیر ہوتی اور مین بھیج دیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین و دنیا مین کیون ماجور ہوتا ارسال اہدا پر حصول اجر کیون مرتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہین اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ مین جو واسطہ اس کے اعلان وشیوع کا ہوتا تو عنداللہ محکوم استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سناؤ۔ غالب۔

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو	؎	کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو
جنگ ہفتاد و دوملت ہمہ را عذر بنہ	؎	چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

عاشقان را مذہب و ملت جدا ست	؎	مذہب عاشق ز مذہبہا جدا ست

رات کو خوب مینہ برسا ہے صبح کو تھم گیا ہے ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تنک چھا رہا ہے
یقین ہے کہ تمہاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہوں۔ کل آج کی روانگی
کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے۔ ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا خاص اسکی آسایش کے
واسطے ہے میرا نظر سر راہ ہے وہان بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون۔ محمد علی بیگ اُدھر سے نکلا
بھئی محمد علی بیگ لوہارو کی سواریان روانہ ہو گئین حضرت ابھی نہین کیا آج نہ جائین گے
آج ضرور جائین گے تیاری ہو رہی ہے۔ مرقومہ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے ۱۸۶۲ع میں۔ غالب

ایضاً یکشنبہ ۳۰۔ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۱۔ جون ۱۸۶۳ع۔ میری جان مرزا علی حسین
خان آئے اور مجھ سے ملے۔ مین نے خطوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیے۔ اب
تمہارے پاس پہنچنے کا اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خان سے
آنے کی حقیقت اور یہان اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی
رخصت لے کر آیا ہون بی بی بیمار ہے اُس کا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین
خان کے کام آئے تو دریغ نہ کرون بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے لیکن
قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے باہر نہ ہو اُس مین قصور کیون کر کیا جائے گا
بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری
کیا ہوگی۔ میرزا بد وضع و بد روش نہین کہ پند و بند کا محتاج ہو کوئی اُسکا مقدمہ کسی محکمہ
مین دائر نہین کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی بی بی اور اُسکے
آبا و اخوان کے معاملے اُس مین نہ تم کو دخل نہ مجکو مداخلت تم علی حسین خان کو اس ہونہ
پر کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہین سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اُسکے دادا کی

اور اُس کی سسرال ایک ہے یہ ذریعہ فخر ہے اُس کو اور اُس کے طفیل سے تم کو بلکہ تھوڑی سی نازش اگر مجھ ننگ اقربا کے حصہ مین بھی آجائے تو کچھ بعید نہین ہرچند تمہارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس خسر و خسروانی نے مار ڈالا کیا کہون جو مجکو مزا ملا ہے کہان خسر و خسروان لغات عربی الاصل اور کہان روزمرہ مشہور کہ خسر سسرے کو کہتے ہین صنعت اشتقاق وطباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرا میان یہ خسر معنی پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی والعربی مشترک ہین لیکن ان معنون مین نہ فارسی ہے نہ عربی ہے فارسی مین پدر زن بہ فک اضافت کہتے ہین۔ عربی مین جسطرح معنی نقصان منصرف ہے۔ شاید سسرے کا اسم جامد بھی ہو فی الحقیقت سسرے کی تفریس وتعریب ہو یہ پرسش نہ بہ سبیل استہزا ہے بلکہ بطریق استفسار و استعلام ہے جو تمہین معلوم ہو بلکہ اگر تم پر مجہول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علی خان عزیز مانند اُس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور ابر آئے اور نہ برسے مضطر و حیران ہے علی حسین خان آتے ہین علی حسین خان آتے ہین آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔

ایضاً میرزا نسیمی کو دعا پہنچے۔ آنکھ کی گہاجنی جب خود پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیون کھایا۔ مگر یہ کہ بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا خواہی نخواہی امتثال امر کرنا پڑا اور شاید یون نہو کچھ مادہ باقی ہو۔ بہرحال حق تعالٰے اپنے فضل وکرم سے شفا بخشے قطعہ

بسکہ فعال ما یرید ہے آج	ہر سلحشور انگلستان کا
گھر سے بازار مین نکلتے ہوئے	زہرہ ہوتا ہے آب انسان کا
چوک جس کو کہین وہ مقتل ہے	گھر بنا ہے نمونہ زندان کا

شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک	تشنہ خون ہے ہر مسلمان کا
کوئی وہان سے نہ آ سکے یہانتک	آدمی وہان نہ جا سکے یہان کا
مین نے مانا کہ ملگئے پھر کیا	وہی رونا تن و دل و جان کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ	سوزشِ داغہاے پنہان کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم	ماجرا دیدہ ہاے گریان کا
اس طرح کے وصال سے یارب	کیا مٹے دل سے داغ ہجران کا

ایضاً یار بھتیجے گویا بھائی مولانا علائی خدا کی دہائی نہ مین ویسا ہونگا جیسا تم سمجھا ہے اور تم مجکو لکھ چکے ہو یعنی خفقانی اور خیال تراش نہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خان بہادر سمجھے ہونگے ع اے کاش کسے ہر انچہ ہستم داند دو جانے مین میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار نہ بھی شعبہ ہے اُنہین ظنون کا جس ع تمہارے چچا کو گمان ہے مجھ پر جنون کا جاگیر دار مین نتہا کہ ایک جاگیر دار مجکو بلاتا۔ گویا مین تھا کہ اپنا ساز و سامان لے کر چلا جاتا۔ دو جانے جا کر شادی کماؤن اور پھر اُس فصل مین کہ دُنیا کرہ نار ہو لوہارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤن اور پھر اُس موسم مین کہ جاڑے کی گرمی بازار ہو کل اُستاد میرن جان صاحب نے تمہارا خط مجکو دکھایا ہے مین نے اُن کو جانے نجانے مین متردد پایا ہے جائین نہ جائین۔ مین اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہون۔ اور کہتا رہون گا۔ غلام حسن خان اگر کسی وقت آ جائین گے تو اُن کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرون گا۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان دونون صاحبون کو یا ایک کو ان مین سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دلبستگی پر محمول نہ کرو مجکو شک ہے جزیرہ نشینون کے حال پر عموماً اور رئیس فرخ آباد پر خصوصاً کہ جہاز سے اُتر کر سرزمین

عرب مین جھپڑیا۔ اہاہا ہے

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہو تیماردار	اور اگر مر جائیے تو نوحہ خوان کوئی نہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست مین مجکو نظر نہین آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہوگیا جق التصنیف کی ایک جلد میرے پاس آگئی وہ تمہارے عم نامدار کے نذ ہوئی باقی جلدین جنکا مین خریدار ہوا ہون اور درخواست میرے مطبع مین داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیج دون کیونکر آئین۔ روپیہ کی تدبیرین ہون اگر بہم پہنچ جائے تو بھیج دون۔ تمہارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے جہان تردد ہو غلطنامہ ملحقہ مین دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے اُسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مجکو مول لے لو اور اُسکو پھاڑ ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ پر تین بجے تمہارا خط آیا اُدھر پڑھا اِدھر جواب لکھنے بیٹھا۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئے تمہارا خط اُن کو دیا وہ پڑھ رہے ہین ہم لکھ رہے ہین ابر آیا ہوا ہی ہوا سرد چل رہی ہی۔

ایضاً میان تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو احباب سے مرسوم و معمول ہین خیر تمہارا حکم بجالایا۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا مبذول کی۔ اس ہجوم امراض جسمانی اور آلام روحانی کو ان باتون سے کیا ہوتا ہے ہر دم دم نزع ہے دل غم سے خونریز ہوگیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہین ہوسکتا۔ مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہون اور نجات کا طالب ہون۔ کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمہاری نظر نہین آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا۔ اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچون کا حال پھر وہان کے اوضاع جیسا تمہارا

قاعدہ ہے منقح اور مفصل لکھو۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً میری جان تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے نسیمی کو بے تکلف اسکا مصحف کیون ٹھہراؤ یہ میدان تو بہت فراخ ہے۔ خدا کی سخے کو جیم فارسی سے بدل دو۔ نبی کو بتقدیم موحدہ علے النون لکھو۔ یہ وساوس دل سے دور کرو۔ رہرو ایک اچھا تخلص ہے رہرو اسکی تجنیس موجود ہے۔ شیون ایک اچھا تخلص ہے ستون اسکی تصحیف ہے۔ تمہارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلص خوب تھا۔ مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گذر چکا ہے۔ ہان نامی سامی یہ دو تخلص بھی اچھے ہین۔ مولانا فایق کی پیروی کرو۔ مولانا لایق کہلاؤ۔ اگر کہوگے کہ اس ترکیب سے لفظ نالایق پیدا ہوتا ہے مولانا شایق بن جاؤ۔ ہنسی کی باتین ہو چکین۔ اب حقیقت واہی سنو۔ نسیمی تخلص خماسی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیون۔ یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہین ان مین سے ایک تخلص قرار دو۔ میرے نزدیک سب سے بہتر تمہارے واسطے خاص فخری تخلص بہتر ہے۔ کہوگے کہ آزادپور کے باغ مین ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن کی فکر مین جو تخلص میرے خیال مین آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہون۔ بھائی موید تخلص بنا ہے اگر یہ پسند آئے تو یہ لکھو والدعا صبح یکشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً صاحب بہت دن سے تمہارا خط نہین آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے۔ مقدمہ تم نے جیت لیا چنانچہ اسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہون کہ حمزہ خان کو ان دنون حضرت مشائخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہین ؎

کسانیکہ یزدان پرستی کنند	باواز دولاب مستی کنند

خدا مبارک کرے ۔ غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء۔ صاحب پرسون تمہارا خط آیا کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا ۱۱ بجے وہان سے آیا چونکہ جوب مین کرب دو تین بہت نے چھ سات آٹھ دس دست آئے آخر روز مزاج بحال ہوگیا تنقیہ اچھا ہوا اب بفضل الہی اچھے ہین اور یقین ہے کہ مرض عود نکرے۔ دلی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی راے پر رہنے دو بقدر مناسب وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہونگا ضرور نہ بابرام۔ مین تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہون یہ خود پسند اور معہذا سپارش کا دشمن ہے مغلچیون کے مقدمہ کو طبیعت ان کی پر چھوڑ دو مین دخل نہ کرون گا۔ ہان اگر خود مجھ سے پوچھین گے یا میرے سامنے ذکر آجائے گا تو مین اچھی کہون گا ؎ بریدہ باد زبانے کہ ناسزا گوید ؛ برا نہ ماننا اگر یہ دونون بھائی یا ان مین سے ایک رفیق ہوگیا۔ یون تمام عمر بخوشی گزر جانے لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا گرمنٹ لکھتے ہو۔ غالب۔

ایضاً میرزا علائی پہلے استاد میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہین جمع ہو جائین مین اپنے کو کسیطرح کے قصور کا مورد نہین جانتا جھگڑا ان کی طرف سے ہے تم اس کو یون چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہین شفیق ہین میرا سلام قبول فرمائین اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہین مگر عمر مین چھوٹے میری دعا قبول فرمائین صاحبین کی راے کا اختلاف مشہور ہے۔ مجھ سے کچھ نہین ہو سکتا مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھون۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھونگا تم سمجھ تو گئے ہو گے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہین۔ بھائی صاحب کی رضا جوئی مجکو منظور اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو۔ ؎

ازین غزلے گیر و بفرمائے کہ مطرب در نے دمد از رہ ے نوازش دو سہ دم را

غزل

جز دفع غم ز بادہ نبود ست کام ما | گوئی چراغ روز سیاہست جام ما
در خلوتش گذر نبود باد را مگر | صرصر بخاک راہ رساند پیام ما
اے باد صبح عطرے ازان پیرہن بیار | تسکین ز بوے گل نہ پذیرد مشام ما
ہر بار دانہ بہر ہما افگنیم و مور | آید بدام و دانہ رباید ز دام ما
گفتی چو حال دل شنود مہربان شود | مشکل کہ پیش دوست توان برد نام ما
از ما بما پیام و ہم از ما بما سلام | رنج دلے مباد پیام و سلام ما
مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی | یا رب کہ ہیچ دوست مباد ابکام ما
غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق | ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

ایضاً میان چلتے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچ کر وہ بے سعی و تلاش ہاتھ آگئی بنوا رکھی۔ لڑکون نے ملازمون نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خان کے واسطے ہے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی۔ بھائی کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی کہین بہم نہ پہنچی دس روپیہ تک مول کو نہ ملی۔ نواب صاحب سے مانگی توشہ خانہ مین بھی نہ تھی ایک امیر کے ہان پتہ لگا دوڑا ہوا گیا اچھی موجود پائی لیکن کیا کبھی جیسے نجف خان کے عہد کے تورانیون مین ہماری تمہاری ہڈی۔ بنوانے کی فرصت کہان آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرتا اور اس کو اچھی طرح بنوا لیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اسکے اخوان خوش و خرم ہین۔ فرخ سیر کی مان نے باجرے کا حلوا وہان کھلایا۔

نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۸۲ ہجری

ایضاً جان غالب دو خط متواتر تمہارے پہنچے مغرفی عرفا مین سے ہی بیشتر اُس کے کلام مین مضامین حقیقت آگین ہین لیکن دامان گلہ دارد و گریبان گلہ دارد۔ اس زمین مین مین نے اُس کی غزل نہین دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین مین ہے ع

در بزم وصال تو بہنگام تماشا   نظارہ زجنبیدن مژگان گلہ دارد

یہ ایک شعر اُس کا مجھے یاد ہے۔ بھائی تمہارا باپ بدگمان ہے یعنے مجکو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھہ سناؤ۔ ع

گمان زیست بود بر منت زبیدردی   بدست مرگ و لے بدتر از گمان تو نیست

مجھے کافور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہین کیون نہ چلا آتا مجھ پر سے یہ تکلیف اُٹھوا او رتم اس زمین مین چند شعر لکھ کر بھیج دو مین اصلاح دے کر بھیج دون گا۔ عصاے پیر بجاے پیر۔ واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہین ہے آگے جو کچھ حافظہ مین موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہون غزل

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست	در امر خاص حجت دستور عام چیست
مستم زخون دل کہ دو چشمم ازان پر است	گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست
ما خستۂ غمیم و بود مے دواے ما	با خستگان حدیث حلال و حرام چیست
از کاسۂ کرام نصیب ست خاک را	تا از فلک نصیبۂ کاس کرام چیست
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت	پرسد چرا کہ نرخ مے لعل فام چیست

ایضاً لو صاحب وہ مرزا رجب بیگ مرے اُنکی تعزیت آپنے نہ کی شعبان بیگ پیدا ہو گئے کل ان کی چھٹی ہو گئی آپ شریک نہ ہوئے ع اے ولے از محرومی دیدار دگر ہیچ

میان خدا بانے کس طرح یہ چار سطرین تجکو لکھی ہین شہاب الدین خان کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا۔ مین کہتا ہون کہ اُن کی عوض مین مر جاؤن اللہ اُسکو جیتا رکھے اُس کا داغ مجکو نہ دکھاوے۔ یارب اسکو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً مولانا نسیمی کیون خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہین اگر نیر خلیفہ اول ہے تم خلیفہ ثانی ہو اُس کو عمر مین تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونون مگر ایک اول ہے اور ایک ثانی ہے۔ شیر اپنے بچون کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے ہین آپ شکار کر کھاتے ہین تم سخنور ہو گئے حسن طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیون نہ کہو۔ اسم تاریخی کیون نہ نکال لو کہ مجھ پیر غمزدہ دل مردہ کو تکلیف دو۔ علاؤ الدین خان تیری جان کی قسم مین نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجکو اس وہم نے گھیرا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر تھی میرا ممدوح جیتا نہین۔ نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ مین چل دیے۔ واجد علی شاہ تین قصیدونکے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے جس کی مدح مین دس بیس قصیدے کہے گئے وہ عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب دُہائی خدا کی مین نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا۔ حق تعالیٰ تم کو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب حُسن پرستون کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہین۔ جانتے ہین کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہین یہ حال تمہاری قوم کا ہے۔ قسم شرعی کھا کر کہتا ہون کہ ایک شخص ہے کہ اُس کی عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اُس سے قطع نظر نہ کرو اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو

چین نہ آئے گا۔ پچاس برس سے دلی مین رہتا ہون۔ ہزارہا خط اطراف و جوانب سے آتے ہین بہت لوگ ایسے ہین کہ محلہ نہین لکھتے بہت لوگ ایسے ہین کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہین حکام کے خطوط فارسی و انگریزی یہان تک کہ ولایت کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا۔ اگر مین تمہارے نزدیک امیر نہین نہ سہی اہل حرفہ مین سے بھی نہین ہون کہ جب تک محلہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے۔ آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجیے خط کے پہنچنے کا مین ضامن۔ پنجشنبہ ۴۔ ماہ۔ اپریل۔

ایضاً میری جان ناسازی روزگار و بے ربطی اطوار و بطریق داغ بالائے داغ آرزوے دیدار وہ دو آتش شرارہ بار اور یہ ایک دریاے ناپیدا کنار و قنا ربنا عذاب النار۔ خدا نے بھائی ضیاء الدین خان کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میر شہاب الدین خان بچ گیا امراض مختلفہ مین گھر گیا تھا۔ بواسیر خونی زحیر تپ صداع باری اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے ضعف جاتے ہی جائے گا آگے کون سے قوی تھے کہ اب انکو ضعیف کہا جائے ایک بڈھا کسی گلی مین جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا کہنے لگا ہائے بڑھاپا ادھر ادھر دیکھا جب جانا کہ کوئی نہین ہے کہتا ہوا اٹھا کہ جوانی مین کیا پتھر پڑتے تھے و السلام غالب مستمند

ایضاً لو صاحب پرسون تمہارا خط آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے جب ان سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ مین مدت سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہون۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت مین نے اپنی گٹھری بھیجی تھی وہ پھری آئی اس مراد سے کہ گاڑی مین جگہ نہ تھی کی نہ سواری کی ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گٹھری ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے جب میان خان اور وزیر خان روانہ ہونگے اور منشی امداد حسین مجکو اطلاع دین گے تو مین

فوراً چلدون گا۔ پابرکاب ہون۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خان آئے کل اُنہون نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا ہیضہ ہوگیا تھا قے متواتر دست پے بہ پے غرض بچ گئے کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۱۷ تاریخ ہے۔ ۱۳ دن یہ اور ۵ دن اگست کے اور نہین جاسکتا تنخواہ لے کر بانٹ بونٹ کر ایک دن نہ ٹھہرونگا۔ لوہارو کی راہ لونگا۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمہارا پیام کہا گیا ہے بعید ہے جو غلام حسن خان کے ہم سفر ہوجائین بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خان کو لکھوا بھیجو کہ میان جان وغیرہ کے ساتھ استاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خان کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست مین روانگی کی تاکید لکھ بھیجو ؎

دربزم وصالِ تو بہنگام تماشا ٭ نظارہ زجنبیدن مژگان گلہ دارد

یہ زمین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ مین آگئی ہے مین اس مین کیون کر تخم ریزی کرون اور اگر جیائی سے کچھ ہاتھ پاؤن ہلاؤن تو اس شعر کا جواب کہان سے لاؤن ؎

ہرگز نہ توان گفت درین قافیہ اشعار ٭ بیجاست برادر اگر از من گلہ دارد

التوای شرب شراب ۲۲ جون شروع شراب ۱ جولائی ؎ المنۃ للہ کہ در میکدہ باز ہست ٭

ایضاً شنبہ ۱ جولائی ۱۸۶۴ء۔ علائی مولائی غالب کو اپنا دعاگو اور خیرخواہ تصور کرین۔ مادہ ہاے تاریخ کو نہ آپ غالب نظم مین لائین اور نہ اور کو اس امر منکر کی تکلیف دین۔ بھائی سمجھو تو یزید پر یعن منجملہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہدیتے ہین کہ بر یزید لعنت کسی مومن نے اُس کی ہجو مین قصیدہ نہین لکھا۔ ابداع مادہ ہاے تاریخ تمہارے حسنات مین لکھا گیا تھا تم ہو چکے اجر پاؤ گے انشاء اللہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر تو محکم نہ کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا مین ۱۲۱۲ھ مین پیدا ہوا ہون اب رجب کے مہینے سے اونترواں برس شروع ہوا ہے اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نبی

تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبر آباد مین میور صاحب سے ملے اثنائے مکالمت مین کہنے لگے کہ مین بیچاجان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر مین موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہین اُس مین شامل رہا ہون۔ نسادبی ہوئی ہے ورنہ اگر قبا و پیرہن اُتار کر دکھلاؤن تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے جابجا تلوار اور برچھی کے زخم ہین وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہین کہ تم جرنیل صاحب کے وقت مین چار پانچ برس کے ہوگے یہ سُن کر آپ نے کہا کہ درست بجا ارشاد ہوتا ہے۔ خدا ایش بیامرزاد و بدین دروغہائے بے نمک مگیراد غالب ✦

ایضاً یکشنبہ ۹۔ فروری سنہ ۱۸۶۲ء صاحب صبح جمعہ کو مین نے تم کو خط لکھا اُسی وقت بھیج دیا پہردن چڑہے سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا۔ گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا۔ علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہاے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہوگیا۔ کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھے کہ مجھ سے علی حسین کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہین کہ لوہارو چلو گے۔ اور ہماری دال روٹی قبول کرو گے مین نے کہا کہ مین دال روٹی چاہتا ہون مگر پیٹ بھر کے غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہین تمہارے ہواے شمشاد در سراست ؏

رموز مملکتِ خویش خسروان دانند گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب مین از کار رفتہ و درماندہ ہون۔ آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہون لفظ خسر کے باب مین اتنی توضیح کیا ضرور تھی۔ میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہین ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہون کہ خسر لغت فارسی نہین ہے خسر کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے۔ تم سے اس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہین لغت ہندی ہے مفرس

اور یہی تھا میرا عقیدہ۔ علی حسین خان آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب نہ وہ آسکتے ہین نہ مین جاسکتا ہون بنصیب دشمنان وہ لنگڑے مین لولا آنکے پاؤن کا حال مفصل تمکو معلوم ہوگا جو نکین لگین کیا ہوا کہانتک نوبت پہنچی میری حقیقت سنو۔ مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائین پاؤن مین ورم کف پا سے پشت پا کو گھیر تا ہوا پنڈلی تک آماس کھڑا ہوتا ہون تو پنڈلی کی رگین پھٹنے لگتی ہین خیر اُٹھاروٹی کھلانے محلسرا نہ گیا کھانا یہین منگا لیا پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھون حاضری رکھ لی بغیر اوکڑو بیٹھے بات نہین بنتی پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤن مگر جاؤن تو سہی یہ سب موقع خیال مین لاکر سوچ لو کہ کیا گذرتی ہوگی۔ آغاز فتق مزید علیہ یاستزاد ؎ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند ؛۔ اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہون ؎ اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے ؛ مرگ اب ناگہانی کہان رہی۔ اسباب و آثار سب فراہم ہین۔ ہاے الہی بخش خان مغفور کا کیا مصرع ہے ؎ آہ جی جاؤن نکل جائے اگر جان کہین ؛ زائدہ بے فائدہ مرگ کا طالب۔ غالب جمعہ ۳۔ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً دلیعہدی مین شاہی ہو مبارک ؛ عنایاتِ الہی ہو مبارک

اس امر فرخ و ہمایون کی شہرت مین کوشش نہ بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا مین مبالغہ خفقانیت تم اپنی زبان پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار [۱۲] دورہ ہو اگر مدت معینہ کے بعد اور پھر جھاگ کا نہ آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہوجانا مادہ کی کمی کی علامتین ہین شدت مین جسقدر خفت ہو غنیمت ہی میرے خطوط اُردو کے ارسال کے باب مین جو کچھ تم نے لکھا تمہارے حسن طبع پر تم سے بعید تھا مین سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے وجوہ لکھون تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے۔ اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہون سنو بھائی اگر اُن خطوط کا تمکو اخفا منظور ہو اور شہرت

تمہارے منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو قصہ تمام ہوا۔ اور اگر اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو اور کسی متصدی بے نقل اُتروا کر جا ہو کسی کے ہاتھ۔ چاہو بسبیل پارسل ارسال کرو۔ لیکن خدا کے واسطے کہین غصہ مین آکر غطاے تو بہ لقاے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیج دینا کہ یہ امر میرے مخالف مقصود ہی۔ بھلا صاحب ڈرتا ہون مین تم سے ادھر خط پڑھا اُدھر جواب لکھ کر ڈاک مین بھیجا۔ تمہارا خط رہنے دیا ہے جب آکا شمشاد علی بیگ آئین گے پڑھ لین گے

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو۔ ہوا ٹھنڈی ہوگئی۔ پانی ٹھنڈا ہوگیا فصل اچھی ہوگئی۔ اناج بہت پیدا ہو گیا۔ توقع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا۔ خرقہ پایا سبحہ و سجادہ کا یہان پتا نہین ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بھائی نے شفا پائی اُستاد میر جان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر مین یا آغاز نومبر مین نیر رخشان کو بھی وہین لو۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آبان ماہ و آذر ماہ سے کیا غرض ؎

لبے تیر و دہ ماہ و اُردی بہشت ٭ برآید کہ ما خاک باشیم و خشت

اُستاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھین اور یہ مجھ سے عمر مین چھوٹے ہین دعا۔ اور اس رو سے کہ دوست ہین اور دوستی مین کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہین کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہین بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سید ہین درود اور موافق مضمون اس مصرعہ کے ؎ سوے اللہ و اللہ ما فی الوجود ٭ سجود حضرت وہ شرفنامہ نہین ہی کسی احمق نے شرفنامہ مین سے کچھ لغات لکثر غلط اکثر صحیح چن کر جمع کیے ہین نہ دیباچہ ہی کہ اُس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ عہد و عصر کا حال کھلے۔ بایں ہمہ میان ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائین گے تو اُن سے کہہ دونگا۔ اگر وہ لا دین گے تو اُن کو قیمت دے کر علائی مولائی کو بھیج دونگا۔ خصّی بکرون کے گوشت کے قلیے دو پیازے پلاؤ کباب جو کچھ

تم کھارہے ہو مجکو خدا کی قسم اگر اُس کا کچھ خیال بھی آتا ہو۔ خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا
تم کو میسر آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہون کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہونگے
تو بیان مین رشک سے اپنا کلیجہ چابنے لگتا ہون۔ نجات کا طالب غالب۔ سہ شنبہ ۱۵۔ ماہ اکتوبر ۱۸۶۱ء

ایضاً خاک منا کم و تو باد بہار ٭ نہ توانی مرا ز جا بردن
ہان نسیمے ز من چہ میخواہی ٭ زحمتِ خویشتن چہ مے خواہی

خوشی مجھ مین تم مین مشترک ہے۔ تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور مین نے تمہین تہنیت
دی تو مناسب۔ للہ الحمد للہ الشکر۔ بھائی سچ تو یہ ہے کہ ان دنون مین میرے پاس ٹکٹ نہین
اگر بیرنگ بھیجون تو کہار ماندہ اُٹھ نہین سکتا ڈاک گھر تک جاے کون۔ اپنا مقصود تمہارے
والد ماجد سے اور تمہاری جدہ ماجدہ اور تمہارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہون۔ خلاصہ یہ کہ
میری بی بی اور بچون کو کہ یہ تمہاری قوم کے ہین مجھ سے لے لو کہ مین اب اس بوجھ کا تحمل نہین
سکتا انہون نے بھی بشرط ان لوگون کے لوہارو جانے کی اس خواہش کو قبول کیا۔ میرا قصد
سیاحت کا ہے۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف مین لایا کرونگا۔ جہان جی لگا وہان رہ گیا
جہان سے دل اُکھڑا چل دیا۔ ع تا در میانہ خواستہ کردگار چیست ٭ غالب دو شنبہ ۱۳۔ محرم
۱۲۷۵ہجری مطابق ۲۳۔ اگست ۱۸۵۸ء

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادہ حمق محو انتظار بلکہ
امیدوار رہا۔ اب جو کسیطرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہون
کہ ایک شکوہ کے دفع مین طوطے نامہ برابر ایک رسالہ لکھوگے اور ہزار وجہین موجہ بیان کروگے
مین اس تصور کا مزہ اُٹھا رہا ہون کہ دیکھون کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا پھوپی
صاحبہ سے لکھوانا غالب سے لکھوانا بعد حصول اجازت نہ آنا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہین یا نہین۔

اچھا میرے میان کچھ اس باب مین لکھ چھوڑی ...... ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز
مبارک بچون کو میری دعا کہنا اور اُن کی خیر و عافیت لکھنا ۔ استاد میر جان صاحب کو سلام
تو جب ملے گا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامۂ انجمن کا حال بیان کرو۔

نجات کا طالب غالب ۔ چہارشنبہ ۳ ۔ نومبر سنہ ۱۸۶۴ع

ایضاً صبح یکشنبہ ۲ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ع ۔ جانا عالیشانا پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین خان
مجلد کلیات فارسی پہنچے ۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۴ محصول ڈاک قالب الطباع
مین اگر پانچ روپیہ قیمت اور ۵ محصول قرار پاوے ۔ خیر جہان سو وہان سواے میرا حال
تمہین اور تمہارا حال مجھے معلوم ہے ع این ہمہ اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر ۔ آپ کے چھپے
مین شاید دے سکون ۔ نومبر سنہ حال مین ضرور تمہارے پاس پہنچ جائین گے ۔ انشاء اللہ
العلی العظیم ۔ مین سمجھا تھا کہ مزاج اچھا ہونے لگا عوارض مین تخفیف ہے طاقت آتی چلی ہے مختصر معید

درنامہ جز این مصرعہ بغلط چہ نویسیم ٭ اے واے ز محرومی دیدار دگر ہیچ

نجات کا طالب غالب

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ۔ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ ۔ اے میری جان مثنوی ابر گہربار کونسی فکر تازہ تھی کہ
مین تجکو بھیجتا ۔ کلیات مین موجود ہے معہذا شہاب الدین خان نے بھیج دی مین مکرر کیا بھیجتا
تب محرق کے دیکھنے سے انکار کیون کرتے ہو ۔ اگر منافی طبع تحریر کو بسبب از جلد نہ دیکھا کرتے تو
فریقین کی کتب مبسوط کہان سے موجود ہوتین افسوس کہ مین نے عربی جانا عربی نہین ہے اب مانا
یہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو غلط بحث پر ہے افسوس دفسوس ایک کیون ہو گئے یہان کے
اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تم پر بااینہمہ بعد آشکار ۔ دو دلان بلخبر در حضور و نزدیکان بے بصر
روپیہ آگیا دل سے نکلا مخزن سے نکلا تھا ہاتھ سے نہین نکلا جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول

لی جائیگی اور یہ گند کٹ جائیگا تب ترسان ترسان پیشگاہ نادری مین تمہارے یہان آنے کے باب مین کچھ عرض کیا جائے گا۔ مین ان دنون مردود بھی ہون۔ والسلام

صبح دم با ابو البشر گفتم	پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے	خاک رنگین عزیز تر داری
گفت حیف است از تو خواہش زر	کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنج دان سخن حوالۂ تست	خود بہ بین تا چہ اے پسر داری
بیش من زر کجاست جان پدر	بسری ہر چہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند ہمیانی	زر ہمن مے دہی اگر داری
سر زنبیل آن عمر عیار	گز عیار یش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگوے	کہ ہمین مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بودہ است	چہ فرو ریزم و چہ بر داری

الیضاً یکم جنوری ۱۸۶۶ء علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خان کی معرفت طے ہوگیا۔ یہان پندرہ کا سوال وہان دس مین سے تین کم کرنے کا خیال بتوسط دوسرا جو علی حسین خان بہادر کے بعد درمیان آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے۔ مرزا قانع و متوکل ہین نہ پندرہ مانگتے ہین نہ دس۔ اللہ بس ماسواہوس۔ جناب ترولین صاحب بھائی کے دوست دلی دلی آئے۔ لارڈ صاحب کہلاتے ہین سنتا ہون کہ کل اکبر آباد جاتے ہین۔ بھائی علی بخش خان مدت سے بیمار تھے رات کو بارہ پر دو بجے مر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمہارے عم نامدار آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہین مین نہ جاسکا تجہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل مین آئے گی۔ بارہ پر تین بجے یہ خط مین نے تمہین لکھا ہے۔ کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیج دون گا

مشفقی شفیقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۸۶۳ء۔ لاموجود الا اللہ۔ اُس خدا کی قسم جس کو مین نے ایسا مانا ہے۔ اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہین جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا اور املا نہ تھا۔ طالب کے ذوق سست پاکر مین متوقع ہوگیا۔ متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہے اپنا نفع نقصان سونچے گا۔ لاگت بچت کو جانچے گا مین متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا۔ ۲۔ رقعہ ایک جگہ سے لے کر اُن کو بھیجے اُسکی رسید مین تقریباً اُنہون نے طلب رقعات بہ تکلیف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا۔ ظاہرا کتابین لے کر کہین گیا ہوگا کتابین لینے گیا ہوگا یہ ۲۳ لفافے اور ۳۴ خط بدستور میرے بکس مین موجود محفوظ رہین گے۔ اگر متوسط بتقاضا طلب کرے گا ان خطوط کی نقلین اُس کو اور اصل تم کو بھیج دونگا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائینگے۔ میان ان خطون کے ارسال مین تم نے مجھ سے وہ کیا جو مین نے تم سے دوجانہ مین کہا تھا۔ بھلا مین تو پیر خرف ہون اور سن خرافت کو نسیان لازم ہے۔ تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لپیٹ کر اور مہتم کر کے بھیجا خطون پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا۔ اگر منشی بہاری لال میر اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجکو دھبا لگتا ع رسیدہ بود بلاے ولے بخیر گذشت ۔ غالب۔

ایضاً ع بدست مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست ۔ مکرر لکھ چکا ہون کہ قصیدہ کا مسودہ مین نے نہین رکھا۔ مکرر لکھ چکا ہون کہ مجھے یاد نہین کون سی رباعیان مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیان بھیج قصیدہ بھیج معنے اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے۔ اب کے تو مفرغ بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کے چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند کی قسم پاژند کی قسم۔ اُستا کی قسم گرو کے گرنتھ کی قسم نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیان یاد

کلیات کے باب مین جو عرض کر چکا ہون سو بر ہمانیم کہ ہستم وہمان خواہد بود ۔ جب مین دس پندرہ جلدین منگالونگا ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغان بھیجونگا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ مین اودھ اخبار کا مطبع مالک اُس کا منشی نولکشور مشہور۔ جتنی جلدین چاہین لکھنؤ سے منگالین۔ مین بہر حال دو جلدین جس وقت موقع ہوگا بھیج دونگا۔ ۱۱- جون ۱۸۶۳ء ۔ نجات کا طالب غالب ۔

ایضاً یکشنبہ ۱۶- فروری ۱۸۶۲ء ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہون پہنچا ہوگا۔ آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدین خان اور بھائی شہاب الدین خان بھی وہین تھے۔ مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے۔ حکیم محمود خان کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی اُنہون نے نسخہ لکھ دیا ہے سو اُسکے موافق جبوب بن گئی ہین۔ نقوع کی دوائین آج آکر بھیگین گی کل جبوب کے اوپر وہ نقوع پیا جائیگا مگر انداز وادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہوا خواہون کی رائے مین قصد اس استعلاج کا مذبذب ہے۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر مین تول رہے ہین۔ اُستاد میر جان بھی تھے۔ نیم نامعقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے خط مین دوبارہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ دلی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہان بہت ہونگے اے میری جان یہ وہ دلی نہین ہے جس مین تم پیدا ہوئے ہو۔ وہ دلی نہین ہے جس مین تم نے علم تحصیل کیا ہے۔ وہ دلی نہین ہے جس مین تم شعبان بیگ کی حویلی مین مجھ سے پڑھنے آتے تھے۔ وہ دلی نہین ہے جس مین سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہون۔ وہ دلی نہین ہے جس مین اکیاون برس سے مقیم ہون۔ ایک کیمپ ہے مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ باقی سراسر ہنود معزول بادشاہ کے ذکور جو بقیۃ السیف ہین وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے

ہین۔ اناث مین سے جو پیرزن ہین وہ کٹنیان اور جوان ہین کسبیان۔ امرائے اسلام مین سے
اموات گنو۔ حسن علی خان بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ مہینے کا روزینہ
دار بن کر نامروانہ بن گیا۔ میر ناصرالدین باپ کی طرف سے پیرزادہ۔ نانا اور نانی کی طرف سے
امیرزادہ مظلوم مارا گیا۔ آغا سلطان بخشی محمد علیخان کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیمار پڑا
نہ دوا نہ غذا انجام کار مر گیا۔ تمہارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی۔ احبا کو پوچھو ناظر حسین مرزا
جس کا بڑا بھائی مقتولون مین آیا اُس کے پاس ایک پیسا نہین ٹکے کی آمد نہین۔ مکان اگرچہ
رہنے کو ملگیا ہے مگر دیکھیے چھٹا رہے یا ضبط ہو جائے۔ بڑے صاحب ساری املاک بیچ کر نوش جان
کر کے بیک بینی و دو گوش بھرت پور چلے گئے۔ ضیاء الدولہ کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک
واگذاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی۔ تباہ خراب لاہور گیا وہان پڑا ہوا ہے۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے
قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈھ اور بلب گڈھ اور فرخ نگر۔ کم و بیش تیس لاکھ روپیہ
کی ریاستین مٹ گئین۔ شہر کی امارتین خاک مین مل گئین۔ ہنرمند آدمی یہان کیون پایا
جائے جو حکما کا حال لکھا ہے وہ بیان واقع ہے۔ صلحا اور زہاد کے باب مین جو حرف
مختصر مین نے لکھا ہے اُس کو بھی سچ جانو۔ اپنے والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو۔ سحر
آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایارجات کے بعد بالکل اچھے ہو جائین گے
اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہین۔ عافیت کا طالب غالب۔

ایضاً اجی مولانا علائی نواب صاحب دو مہینے تک کی اجازت دے چکے۔ اور یہ مین
خبر تراشی نہین کرتا۔ مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤالدین خان سے کہہ
چکے ہین کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم شوق سے دلی جاؤ دو ہفتہ سے لے کر دو مہینے تک کی
تم کو رخصت ہے پھر تم کیون نہ آئے خدا نے دعا۔ خداوند نے استدعا قبول کی تمہاری طرف سے

سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ۔ اگر حالی کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے۔ مرزا یوسف علی خان عزیز تمہارے بُلائے ہوئے اور مہدی حسین بھائی صاحب کی مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہین۔ سشنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۴ء نجات کا طالب غالب

ایضاً بیان مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کمیٹی مین گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانے کا حال لکھو ضمناً ذکر ایک مدبر کا لکھا جاتا ہے جو تم نے اس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہین۔ احمق خبیث النفس۔ حاسد طبیعت بُری سمجھ بُری قسمت بُری۔ ایک بار مین نے دکنی کی دشمنی مین گالیان کھائین۔ ایک بار بنارسی کی دوستی مین گالیان کھاؤنگا مین نے جو تمہین اسکے باب مین لکھا تھا وجہ اُس کی یہ تھی کہ مین نے سُنا تھا کہ تم نے اپنے سائیسون سے کہہ دیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اس کو بازار مین بے حرمت کرین۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے خلاصہ یہ کہ یہ قصد نہ کرنا یہ موید اُس قول کا ہے جو مین نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یون تصور کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ مین بلکہ اس شہر مین کوئی نہین۔ غالب۔

ایضاً مولانا علائی۔ واللہ علی حسین خان کا بیان بمقتضاے محبت تھا۔ ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب اُن کے ہے نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی ونے شغلی اور بس۔ جی کیون کر نہ گھبرائے خفقان کیون نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج چوتھا یا بھئی شاید بھول گیا ہون پانچوان دن ہے کہ منشی نولکشور بسواری ڈاک رہ گراے لکھنو ہوئے۔ کل پہنچ گئے ہون یا آج پہنچ جائین۔ آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خان بھی تھا مین نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر مین دنیا دار ہوتا تو اس کو نوکری کہتا۔ مگر چونکہ فقیر

تکیہ دار ہون تو یہ کہہ سکتا ہون کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہون ساڑھے باسٹھ روپے یعنی
ماہ بماہ سال سرکار انگریزی سے پاتا ہون اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ
سال ان مہاراج سے توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ مین چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہین
قیمت نہین لیتے مگر ہان اڑتالیس ٹکٹ مین مطبع پہنچا دیا کرتا ہون ع جو مین نے
پوچھے تھے کہ علی حسین خان کے حوالہ کردن مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال ہنڈوی
دشوار ہے۔ خیر اب جس طرح ہو گا حصار پر ہنڈوی لکھوا کر تم کو بھیج دونگا۔ تم حصار بھیج کر
روپیہ منگوا لیجیو۔ خدا چاہے تو دسمبر مین روپیہ تمہارے پاس پہنچ جائے۔ اُستاد میر جان صاحب
کو قدمبوس کہہ کر مجکو فرعون بننا پڑا۔ دوہائی خدا کی اب میسانہ کرون گا میر اسلام بلکہ دعا اُنکو
کہہ دینا۔ پرسون مولوی صدر الدین خان صاحب کو فالج ہو گیا سید حا ہاتھ رہ گیا ہے زبان
موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہین اور کم سمجھ مین آتی ہے مین اپاہج ہون جا نہین
سکتا جو اُن کو دیکھ آتا ہے اُس سے اُن کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر مین لکھ
آیا ہون کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان جاؤ۔

ایضاً۔ آج بدھ کے دن ۲۷۔ رمضان کو پہر دن چڑھے جس وقت کہ مین کھانا کھا کر باہر آیا تھا
ڈاک کا ہرکارا تمہارا خط اور شہاب الدین خان کا خط معاً لایا۔ مضمون دونون کا ایک واہ
کیا مضمون ان دونون مین کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہین لیکن داغ جگر سوز یہ بھی ضرور
تھا سبحان اللہ مین نے اُسکی صورت بھی نہین دیکھی یا ولادت کی تاریخ سنی یا اب رحلت
کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے۔ ہان اس کو سب
جانتے ہین کہ مین مادہ تاریخ نکالنے مین عاجز ہون لوگون کے مادے دیے ہوئے نظم
کر دیتا ہون اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہون وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ

بھائی کی رحلت کا مادہ دریغ دیوانہ نکالا پھر اُس مین سے آہ ہے کے عدد گھٹائے تمام دو ہیہ اسی فکر مین رہا یہ نہ سمجھنا کہ مادہ ڈھونڈھا تمہارے نکالے ہوئے دو لفظون کو تاکا کیا کہ کسی طرح سات اس پر بڑہاؤن بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمہاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہے پانچ شعر مین تین شعر زائد دو موضح مدعا لیکن مین نہین جانتا کہ تعمیہ اچھا ہی یا بُرا ہے ہان اغلاق تو البتہ ہے تامل سے سمجھ مین آتا ہے اور شاید لوح مزار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو

قطعہ

درگریہ اگر دعوی ہمچشمی ما کرد — بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما
ناچار بگریم شب و روز کہ زین سیل — باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم — خود کرد بر آورد غم جان گسل از ما
یکی شد و از شعلہ سوز غم ہجرش — چون شمع دود دود بسر متصل از ما
غم دیدہ نسیمے پے تاریخ وفاتش — بنوشت کہ در داغ پسر سوخت دل از ما

ما کے عدد ۴۱ دل کے عدد ۳۴ ما مین سے دل گیا گویا ۴۱ مین سے ۳۴ گئے باقی رہے سات وہ داغ پسر پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہون کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہین انا نجملہ برہان قاطع تم کو دے چکا ہون۔ دساتیر میرا ایمان و حرز جان ہے۔ اشعار تازہ مانگتے ہو کہان سے لاؤن۔ عاشقانہ اشعار سے مجھکو وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھاٹ تھا بھٹی کرتا تھا خلعت پاتا تھا۔ خلعت موقوف۔ بھٹی متروک نہ غزل نہ مدح نہ ہزل و ہجو میرا آئین نہین پھر کہو کیا لکھون بوڑھے ہے پہلوان کے

سے ہیچ بتانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اردو کا دیوان رامپور سے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہان منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ٭ مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

مرقومہ روز دوشنبہ ۲- جولائی سنہ ۱۲۶۰ھ - غالب

ایضاً صاحب میر ابراور عالی قدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے۔ ازروے عقل اعادہ مرض کا احتمال باقی نہین ہے۔ رہا وہم اسکی دوا لقمان کے پاس بھی نہین۔ مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب مین جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آیندہ جو کچھ لکھوگے میری طرف سے جواب وہی ہوگا جو آگے لکھ چکا ہون یعنی مین تماشائی محض رہونگا۔ اگر بھائی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کرین گے تو بھلی کہونگا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے ہین کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزارہا تسویلات و خیالات دکھلائی دیتے ہین یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھے ہین کہ جس طرح مین مبتلاے وساوس و اوہام ہون اور لوگ بھی اسیطرح بخارات مراقی مین گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے نہ تخیل صادق یہان لاموجود الا اللہ کی بادۂ ناب کا رطل گران چڑہاے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و زنار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہین ؎ کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر ٭ سواے اللہ و اللہ ما فی الوجود ضیمران بروزن دُرگران لغت عربی ہے نہ معرب مین یہ نہین کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان مین ہوتا ہے یا نہین اس کی تحقیقات ازروے الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا۔ **فارسی غیر فصیح** امروز فلانی

مسہل گرفت دہ دست آمد مواد خوب برآمد **فارسی فصیح** امروز فلانی بگاہ دارو مسہل آشامید تا شام دہ بار نشست یا دہ بار مستراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادہ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم رہے کہ لوطیون کے منطق مین خصوصاً اور اہل پارس کے روزمرہ مین عموماً نشستن استعارہ ہے ریدن کا چنانچہ ایک تذکرہ مین مرقوم ہے کہ اصفہان مین ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ مین کی۔ مرزا صائب اور اُس عصر کے کئی شعرا جمع ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ مین اُس کا نام مندرج ہے اور مین بھول گیا ہون لکولی تھا مگر معدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب سے بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کرسکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازہ باغ کا مقفل کر کے سب سو رہے۔ اس مرد اکول فضول نے رات بھر مین سلا باغ ہگ بھرا نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اُس کیاری مین اور کبھی اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے کبھی اس دیوار کی جڑ مین۔ قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا صبح کو جب جاگے اُسکو اِدھر اُدھر ڈھونڈھا کہین نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یاران شمار اچہ افتادہ است کہ مے گوئید فلانے در باغ نیست مے بینم کہ مخدوم ہمہ دریں باغ چند جا نشستہ است صبح جمعہ ۵۔ رمضان و ۷۔ مارچ سال رستاخیز۔ رباعی خط مین لکھنی بھول گیا۔ یہ مین نے بھائی کو تہنیت مین بھیجی تھی **رباعی**

اے کردہ بمہر زر فشانی تعلیم	پیدا از کلاہ تو شکوہ دیہیم
بادا بتو فرخندہ زیزدان کریم	پیرانگی جدید و اقطاع قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوفِ مرگ نہ دعویٰ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدریہ جبر ہے تم نے میانجی گری کی۔ بھائی نے برادر پروری کی تم جیتے رہو وہ سلامت

رہین ہم اسی حویلی مین تا مناسبت رہین۔ اس پہیلہ کی توضیح اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اُس کی والدہ بھی گھبرائی۔ محلسرا کا دروازہ غرب رویہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سا۔ وہ یاد تھا جب تمہارے پاؤن مین چوٹ لگی ہے تو مین اسی دروازہ سے تم کو دیکھنے آیا تھا۔ یہ سمجھ کر خلوت خانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈولی لونڈی اصیل کا چمن تیلن تنبولن کہاری پنہاری۔ ان فرقون کا مردہ دروازہ رہے گا۔ بیبی اور میرے بچون کی آمدورفت دیوانخانہ مین سے رہے گی عیاذاً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ ہی سے آئین جائین اپنے بیگانے کو ہر وقت چھلپائیان نظر آئین۔ بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے ہین اب تمہاری پھوپی نے انہین وفادار بیگ بنا دیا ہے باہر نکلتی ہین سودا تو کیا لائین گے مگر خلیق اور ملنسار ہین رستہ چلتون سے باتین کرتی پھرتی ہین جب وہ محل سے نکلین گی ممکن نہین کہ اطراف نہر کی سیر نہ کرینگی ممکن نہین کہ دروازہ کے سپاہیون سے باتین نہ کرین گی ممکن نہین کہ پھول نہ توڑین اور بی بی کو لے جاکر نہ دکھائین اور نہ کہین کہ یہ پھول تمہارے چچا کے بیٹے کی کمائی کا این شرح تمہارے چچا کے بیٹے کی کیدی کے ہین یہ ہے ایسے عالی شان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اس سہ دری کو اپنے آدمیونکے اور لڑکون کے مکتب کے لیے ہرگز کافی نہ جانا مور اور کبوتر اور دنبہ اور بکری باہر گھوڑونکے پاس رہ سکتے تھے عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ پڑا اور چپ ہو رہا۔ مگر تمہاری خاطر عاطر جمع رہے کہ اسباب وحشت و خوف و اضطراب نہ رہے مینہ کھل گیا ہے مکان کے مالکون کی طرف سے مدد شروع ہوگئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہے نہ مین بے آرام ہون۔ کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات

فلک پر مریخ بہیئت نظر - دو گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر - ادھر چاند مغرب مین ڈوبا - ادھر مشرق سے زہرہ نکلی - صبوحی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم - ۶ - ماہ اگست ۱۸۶۲ء

ایضاً صبح سہ شنبہ نہم ستمبر ۱۸۶۲ء - جان غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے - خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمہاری کشش کے مجذوب کیون بنتے وہ تو خود سالک ہین مگر ہان یہ صاحبزادہ سعادتمند رضوان سو اس کے آپ مالک ہین نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپ کا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا - کاش تم یہ لکھتے کہ مشاہرہ کیا مقرر ہوا - اثنا عشری ایک تم ہو سو تمہین کیا امتیاز ہے - البتہ عشرہ مبشرہ کی اولویت پر دال ہے - باپ تمہارا خلاف قاعدہ اہل سنت جماعت عشرہ مین سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم بھرتا تھا - تہور خان صاحب کے باب مین بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے ان کا ارادہ کدھر کا ہے - رضوان کو دعا پہنچے نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو - پیر جی سے جب پوچھتا ہون کہ تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہین کیا کہنا ہے اور مین پوچھتا ہون کس کا تو وہ فرماتے ہین مرزا شمشاد علی بیگ کا - اور کسی کا نام تم کیون نہین لیتے دیکھو یوسف علیخان بیٹھے ہین میرا سکہ موجود ہے - واہ صاحب مین کیا خوشامدی ہون جو منہ دیکھی کہون - میرا شیوہ حفظ الغیب ہے غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے - ہان صاحب آپ ایسے ہی وضعدار ہین - اسمین کیا ریب ہے -

ایضاً جانا عالیشانا خط پہنچا حظ اٹھا تمہاری آشفتہ حالی مین ہرگز شک نہین تم کہین قبائل کہین والی شہر ناساز گار انجام کار ناپائدار - ایک دل اور سو آزار - اللہ تمہارا یاور علی تمہارا مددگار - مین پا در رکاب بلکہ نعل در آتش کب جاؤن اور فرخ سیر کو دیکھون ایک

خط مین نے علی حسین خان کو لکھا وہان سے اُس کا جواب آگیا روہیلا پھوڑے پھنسی مین مبتلا ہے خدا اُس کو صحت دے شمشاد علی بیگ کہان الور پہنچا اور اسطرح گیا کہ شہاب الدین خان سے مل کر بھی نہ گیا خیر ؎ رموز مصلحت خویش خسروان دانند۔ یہان جشن کے وہ سامان ہورہے ہین کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے وہان خیام برپا تھے پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کے آئے اور خیمون مین اُترے کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پرنور بڑے تجمل سے آغاپور تشریف لے گئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خان سامان خواصی مین سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ مین دو ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا آج صاحبان عالی شان کی دعوت ہے۔ ٹین شام کا کھانا یہین کھائین گے۔ روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کرے گی۔ طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کے کل جائین گے کوئی کہتا ہے پرسون۔ رئیس کی تصویر کھینچتا ہون قد رنگ شکل شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدین خان عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت۔ حلیم بُردبار باذل۔ کریم۔ متواضع۔ متشرع۔ متورع۔ شعر فہم سینکڑون شعر یاد۔ نظم کی طرف توجہ نہین نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین شگفتہ جبین ایسے کہ اُنکے دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے کہ اُن کی تقریر سن کر ایک اور نئی روح قالب مین آ جائے۔ اللہم دم اقبالہ وزاد اجلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا بعد حصول رخصت دلی جاؤن گا بھائی صاحب کی خدمت مین بشرط رسائی و تاب گویائی

سلام کہنا اور بچون کی خیر و عافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے وہ مجکو لکھنا۔ ۶۔ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ء
کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہین کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷۔ جولائی سنہ ۱۸۶۴ء۔ میری جان سُن پنجشنبہ پنجشنبہ جمعہ ۹ ہفتہ دس اتوار
گیارہ ایک غرہ برہم دن مینھ نہین تھا اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ انگیٹھی مین کوئلے
دہکا کر پاس رکھ لیے ہین۔ دو سطرین لکھین اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کرون تمہارے
خط کا جواب ضرور لو سنتے جاؤ۔ مرزا شمشاد علی بیگ کو تمہارا خط پڑھوا دیا۔ اُنہون نے کہا کہ غلام حسن
خان کی معیت پر کیا موقوف ہے مجھے آج سواری مل جائے کل چل نکلون۔ اب مین کہتا ہون
کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہین گاڑی کی تدبیر ہو جائے بس پچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش
خان مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی مین نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ ہے

پلادے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ٭ پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

مقطع یہ ہے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے ٭ کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤن داب تو دے

اب مین دیکھتا ہون کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھکر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل
ان اشعار کے کر کے غزل بنائی ہے اور اُسکو لوگ گاتے پھرتے ہین۔ مقطع اور ایک شعر
میرا اور پانچ شعر کسی الو کے۔ جب شاعر کی زندگی مین گانے والے شاعر کے کلام کو مسخ کردین
تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفی کے کلام مین مطربون نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا
مغربی کا ہے اور وہ شعر جو مین نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہون

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ٭ گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

یہ دونون شعر قدسی کے ہین۔ مغربی قدما مین اور عرفا مین ہے جیسا عراقی ان کا کلام

دقایق وحقایق تصوف سے لبریز۔ قدسی ثنا جہانی شعرا مین صائب وکلیم کا ہم عصر اور
ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز ان بزرگون کی طرز روش مین زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو
سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہین کہ ادھر متھرا داس سے قرض لیا ادھر درباری مل کو
مارا۔ ادھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی ہر ایک پاس تمسک مہری موجود۔ شہد لگاؤ چاٹو
نہ مول نہ سود اس سے بڑھکر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل میرے سر۔ بااینہمہ کبھی خان نے
کچھ دے دیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا کبھی مان نے کچھ آگرہ سے بھیج دیا۔ اب مین اور
باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک میرا مختار کار
وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے مول مین قسط اُس کو دینی پڑے انکم ٹکس جدا چوکیدار جدا۔
سود جدا مول جدا۔ بی بی جدا بچے جدا شاگرد پیشہ جدا۔ آمد وہی ایک سو باسٹھ تنگ آگیا
گزارا مشکل ہوگیا روزمرہ کا کام بند رہنے لگا سونچا کہ کیا کرون کہان سے گنجایش نکالون
قہر درویش بجان درویش صبح کی تبرید متروک چاشت کا گوشت آدھا رات کی شراب گلاب
موقوف۔ بیس بائیس روپیہ مہینہ بچا روزمرہ کا خرچ چلا یارون نے پوچھا تبرید شراب
کب تک نہ پیوگے کہا گیا کہ جب تک وہ نہ پلائین گے پوچھا کہ نہ پیوگے تو کس طرح جیو
گے جواب دیا کہ جس طرح وہ جلائین گے۔ بارے مہینا پورا نہین گزرا تھا کہ رامپور سے
علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آگیا قرض متفرق ادا ہوگیا متفرق رہا خیر رہو صبح کی تبرید رات
کی شراب جاری ہوگئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی نے وجہ موقوفی و بحالی پوچھی تھی
اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا۔ اور حمزہ خان کو بعد سلام کہنا کہ اے بےخبر ز لذت شرب مدام ما
دیکھا ہمکو یون پلاتے ہین۔ در بیہ کے بنیون کے لونڈون کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور
مسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس مین غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے

حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور ہے۔ مشرک وہ ہین جو وجود کو واجب و ممکن
مین مشترک جانتے ہین۔ مشرک وہ ہین جو مسیلمہ کو نبوت مین خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہین
مشرک وہ ہین جو نو مسلمون کو ابوالائمہ کا ہمسر مانتے ہین دوزخ ان لوگون کے واسطے ہے۔ مین موحد
خالص اور مومن کامل ہون زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہون اور دل مین لاموجود الا اللہ لا موثر
فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہون۔ انبیاسب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت مین سب مفترض الطاعت تھے
محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی یہ خاتم المرسلین اور رحمۃ اللعالمین ہین مقطع نبوت کا مطلع امامت اور
امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسیطرح تا مہدی
موعود علیہ السلام ع بریں زیستم ہم بریں بگزرم۔ ہان اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو
مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہون اگر مجکو دوزخ مین ڈالین گے تو میرا جلانا مقصود
نہ ہوگا بلکہ مین دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت
مصطفوی و امامت مرتضوی اسمین جلین سنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نہ کروگے اور کتمان
حق کو گناہ جانوگے تو البتہ تم کو یاد ہوگا اور کہوگے کہ ہان یاد ہے جن روزون مین تم علاءالدین
خان کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کو دو تین طمانچے مارے ہین
نواب امین الدین خان اُن دنون مین لوہارو مین ہین۔ علاءالدین خان کی والدہ نے تمکو ڈیوڑھی
پر سے اٹھا دیا تم باچشم پرآب میرے پاس آئے مین نے تم سے کہا کہ بھائی شریف زادو نکو
اور سردار زادو نکو چشم نمائی سے پڑہاتے ہین مارتے نہین تم نے بیجا کیا آیندہ یہ حرکت نکرنا
تم نادم ہوئے اب وہ مکتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے واعظ بنے تمنے کسی خاتون
مین ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے ع چون پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اس کے سامنے
کہ اس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دو چند سہ چند ہے مجموعہ نثر جداگانہ اور یہ بھی

لحاظ نہین کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہے نو ہزار شعر اس کے مخالف ہین ؏

صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را ✤ تا بنگری صفاے مے لعل فام را

شراب ناب خورو روے مہجبیان بین ✤ خلافِ مذہب آنان جمال اینان بین

ترسم کہ صرفہ نبرد روز بازخواست ✤ نانِ حلال شیخ ز آب حرام ما

ساقی مگر وظیفہ حافظ زیادہ داد ✤ کاشفتہ گشت طرہ دستار مولوی

میان مین بڑی مصیبت مین ہون محلسرا کی دیوارین گر گئی ہین پاخانہ ڈھ گیا چھتین ٹپک رہی ہین تمہاری پھوپی کہتی ہین ہاے دبی ہاے مری۔ دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے مین مرنے سے نہین ڈرتا فقدان راحت سے گھبرا گیا ہون چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔ مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثناے مرمت مین مین بیٹھا کس طرح رہون اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجکو وہ حویلی جس مین میر حسن رہتے تھے اپنی پھوپی کے رہنے کو اور کوٹھی مین سے وہ بالاخانہ مع دالان زیرین جو الٰہی بخش خان مرحوم کا مسکن تھا میرے رہنے کو دلوا دو۔ برسات گزر جائے گی مرمت ہو جائے گی۔ پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن مین آ رہین گے تمہارے والد کی ایثار و عطا کے جہان مجھ پر احسان ہین ایک یہ مروت کا احسان میرے پلیان عمر مین اور بھی سہی۔ غالب

ایضاً چار شنبہ ۲۰ مئی ۱۸۶۳ء بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت میری جان غالب کثیر المطالب کی کہانی سن مین اگلے زمانہ کا آدمی ہون جہان ایک امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ اب یہ امر مطابق اس بدایت کے نہایت پذیر ہو گا۔ یہان اختلاف طبائع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش مبتدا خبر سے بیگانہ شرط جزا سے محروم سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے

ہوگیا۔ اب علاؤالدین خان مع قبائل آئین گے۔ دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع اسکے
نتائج کے دیکھون گا۔ پرسون آخوندزبھائی پاس گیا اثناء اختلاط وانبساط مین مین نے پوچھا
کہ کہو بھئی علاؤالدین خان کب آئین گے جواب کچھ نہین اب وہ قصہ تو طے ہوگیا ہان وہ تو
روپیہ مین نے دے بھی دیا مین نے کہا تو اب چاہیے کہ وہ آئین فرمایا کہ شاید ابھی نہ آئے
؎ معلوم ہوا کہ خیر شہنیگا باجا۔ ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھ کر بھیجون۔ پرسون
تو شام ہوگئی تھی کل بغل گیر ہونے والون نے دم نہ لینے دیا۔ اس پرطرہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ
بھائی تم سے شاکی ہین اب ضرور آپڑا کہ گزارش مدعا سے پہلے تمہارے رفع ملال مین کلام
کرون۔ بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو۔ اگر میرا صلبی بیٹا اس دیدودانست وتحریروتقریر
کا ہوتا تو مین اس کو اپنا یار وفادار اور ذریعہ افتخار جانتا میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط
تمہارا کونسا خط آیا کہ اس کا جواب یہان سے نہ لکھا گیا میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم
تھے وہ مین نے اس نظر سے نہ لکھے کہ اب تم آتے ہو زبانی گفت وشنید ہو جائے گی ثاقب
نے جلتی گاڑی مین روڑا اٹکا دیا تب مجھے تو طیبہ وتمہید مین ایک ورق لکھنا پڑا۔ ورنہ آغاز
نگارش یہان سے ہوتا۔ یا اسداللہ الغالب ؎

با من از جہل معارض شدہ ناسفلے — کہ گرش ہجو کنم این بودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ثاقب نے تم کو بھیجا ہے میرے کہنے سے بھیجا ہے اور
اس ارسال سے مدعا یہ ہے کہ اس کے معائنہ کے وقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت
پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کرو بیگانہ وار دیکھو اور از روے
انصاف حکم بنو بے حیف ومیل اس نے جو مجھے گالیان دی ہین اس پر غصہ نہ کرو غلطیان
عبارت کی شدت اطناب مل کی صورت سوال دیگر جواب دیگران باتون کو مطمح نظر کرو

بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب ہے۔ ان ہفوات کا خاکا اُڑا رہا ہے۔ نیر رخشاں نے اُس کو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ امر مبہم کہ جو تمہارے والد کی تقریر سے دل نشین نہین ہوا یعنی قصہ جھک جانا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھ دو۔ تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ہون۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھون فقط

ایضاً میاں مین تمہارے باپ کا تابع تمہارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار مگر ابھی اُٹھا ہون اپنے کو بھی نہین سمجھا کہ مین کون ہون۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا۔ چھہ جزو تمہارے دیے ہوئے میر مہدی حسین صاحب کو دیے اور باقی دن چڑھے اعیان مطبع جمع ہولین تو وہ اوراق بھی منگا دون۔ غالب۔

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان و فروری وقت نماز ظہر نیر اصغر سپہر سخن سرائے مولانا علائی کے خاطر نشان و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونون بھائی صاحب تشریف لائے مین گیا اور ملا علی حسین خاں کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے مین گھر آیا کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمہارا خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک مین بھجوایا۔ یہ مرض جو بھائی کو ہے اس راہ سے کہ ضد صحت ہے مکروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہین۔ مین تو بھول گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲۔۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی افیون نہ تھے تنقیہ بہ قے فوراً اور بہ اسہال بعد چند روز عمل مین آیا اب بن کہوت استعمال افیون مزید علیہ دورہ جلد جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہ محبت ہے از روے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہین نظری مین بکتا حکیم امام الدین خاں وہ لوٹنک عملی مین چالاک

حکیم احسن اللہ خان وہ کرولی رہے حکیم محمود خان وہ ہمسایہ دیوار بدیوار حکیم غلام نجف خان
وہ دوست قدیم صادق الولا حکیم بقا کے خاندان مین دو صاحب موجود تیسرے حکیم
منجھلے وہ بھی شریک ہو جائینگے۔ اب آپ فرمایئے حکیم کون ہے۔ ہان رہا ایک ڈاکٹر
باعتبار ہمقومی حکام نامور یا کوئی ایک آدھ بید سومنتروی اور گمنام بہرحال خاطر جمع
رکھو خدا کے فضل پر نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھ سے سپارش کرو۔ امین الدین خان کی کیا
میرے پہلو مین دل یا میرے دل مین ایمان جس کو محبت بھی کہتے ہین بقدر پر پشہ دم مور
بھی نہین معالجہ حکما کی رائے پر ہے کاندہی اور غمخواری مین اگر قصور کرون تو گنہگار
میان ایسے موقع مین رائے اطبا مین خلاف کم واقع ہوتا ہے مرض مشخص دوا معین
سوء مزاج سازج نہین مادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے
کچھ تدبیر نہ سوچے گا تنقیہ مین سوائے منضجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا۔ تجویز ہے کہ
دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے۔ اسماء و آیات شفا بخش مقرر ہین
رد سحر و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملاؤن اور عزائم خوانون نے
نہ توڑ دی ہے کچھ نہین جانتے اور باتین بگھارتے ہین تمہارے باپ پر کوئی سحر کیون
کرے گا۔ بیچارہ الگ ایک ایسے گوشہ مین رہتا ہے کہ جب تک خاص وہان کا قصد
نہ کرے کبھی کوئی وہان نہ جائے یہ خیال عبث۔ ہان خیرات و مساکین سے طلب دعا
اور اہل اللہ سے استمداد۔ شہر مین مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ مین ایک حافظ
عبد العزیز با بخیر شما بسلامت۔ نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہون۔

ایضاً اقبال نشان والا شان صدہ عزیز تر از جان مرزا علاؤ الدین خان کو دعائے
درویشانہ غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہو گا۔ مین نے دبستان فارسی کا

تم کو جانشین و خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چاہا کہ اسی برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسون کیا بلکہ مہینون کی نہ رہی۔ شاید بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہین اور جیون ہو نہ دو چار مہینے پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حواس مین اپنے دستخط سے یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہون کہ فن اُردو مین نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو۔ چاہیے کہ میرے جاننے والے جیسا مجکو جانتے تھے ویسا تم کو جانین اور جس طرح مجکو مانتے تھے تم کو مانین کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ھ ہجری ۲۱۔ جون ۱۸۶۸ء مقام دلی

بنام مرزا امیر الدین احمد خان المدعو بہ فرخ مرزا

اے مردم چشم جہان بین غالب پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاؤ الدین خان بہادر اور پتلی تم۔ آج مین نے تمہارا خط دیکھا مجکو بہت پسند آیا۔ اُستاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفرین صد آفرین۔ مین اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہون کہ تم کو زیادہ نہین تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خان بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔ میان تمہارے دادا نواب امین الدین خان بہادر ہین۔ مین تو تمہارا دلِع ادہم ہون۔ خیر ہر جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو۔ والدعا دیدار کا طالب غالب

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفرین ہزار آفرین۔ تاریخ نے مزا دیا۔ خدا جانے وہ خرمے کس طرح کے

ہون گے جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب ۵ قلند رہر چہ گوید دیدہ گوید۔ تاریخ دیکھی اُس کی تعریف کے خرمے کھائین گے اُس کی تعریف کرین گے۔ کہین یہ تمہارے خیال مین نہ آوے کہ یہ حسن طلب ہی کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو ابھی رقعہ لے کر آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ اگر بفرض محال تم یون ہی عمل مین لاؤ گے۔ اور میان دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواوگے تو ہم بھی کہین گے تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر۔

ایضاً میان عجب اتفاق ہے نہ مین تمہارے دیکھنے کو آسکتا ہون نہ تم میرے دیکھنے کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو۔ وہ قدم رنجہ کہان سے کر و سراپا رنجہ ہو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ یہ تعطیل کے دن کیا ناخوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمہارا حال سُن لیتا ہون اور رنج کھاتا ہون۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو۔ اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا۔ اسد

بنام جناب حکیم غلام مرتضےٰ خانصاحب

خان صاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضےٰ خانصاحب کو غالب دردمند کا سلام خوب یاد کیجیے کہ مین نے کبھی کسی امر مین آپ کو تکلیف نہین دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا سائل ہون۔ حامل ہذا المکتوب پنڈت جے نراین میرا یہ خط لے کر حاضر ہوتے ہین ان کے بزرگ نواب احمد بخش خان کی سرکار مین مناصب عالیہ اور عہدہ ہاے جلیلہ رکھتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوے نوکری مین پٹیالے آتے ہین۔ آپ کو میرے سر کی قسم جہانتک ہوسکے سعی کرکے ان کو موافق ان کی عزت

کے کوئی منصب کوئی عہدہ دلوادوگے تو نہیں یہ جانونگا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوادیا ہے بڑا احسان مند ہونگا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳۔ شوال ۱۲۸۰ ہجری۔

بنام جناب حکیم غلام رضا خان صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خان کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہین خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم اچھا تھا گرمی گزر گئی تھی جاڑا ابھی چمکا نہ تھا عالم اعتدال آب و ہوا سایہ و سر چشمہ جا بجا آرام سے رامپور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضاے الولد سر لابیہ حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش مین اُن سے بہتر ہین بجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خان خان ساماں کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا۔ سنو صاحب مین فقیر آزادہ کیش ہون۔ دنیادار نہین مکار نہین۔ خوشامد میرا شعار نہین جس مین جو صفات دیکھتا ہون وہ بیان کرتا ہون۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہین تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب مین میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر مثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو مین اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع تورع و زہد و تقوے کے حاوی۔ علم اخلاق مین حکماء روحانی نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہین وہ سب تم مین پائے جاتے ہین۔

پروردگار تم کو عمر طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ دے۔

انشاء اللہ کہ ہمچنین خواہد بود۔ غالب

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام کل رقعہ مع مسودہ بابو چند و لال صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہونگے جلدی نہین آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیئے۔ جب صاف ہو جائے گا مجھے دیجیگا مین اپنی مہر کرکے ڈاک مین بھجوا دون گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہون وہ کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئین گے اور پرسون شملے کو تشریف لے جاینگے بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہین کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل مین آپ دون۔ ڈاک مین ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خان غالب ۳۰۔ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً کیون صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا۔ خیر میری تقصیر معاف کرو۔ اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میر امجد پر ظاہر کردو تاکہ مین اپنے قصور پر اطلاع پاؤن۔ برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا دست گرفتہ ہے رہتک مین تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہان کی صورت بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش مین سخت دلتنگ تمہین دستگیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقش ہستی صفحہ دہر سے مٹ جائے گا

والسلام عنایت کا طالب غالب

ایضاً فرزند ارجمند اقبال بلند بابو ماسٹر پیارے لال کو غالب ناتوان نیم جان کی دعا پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی مین جتنی شکایت کرون بجا ہے تم نہین جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ مین تمہارا عاشق ہون اور کیونکر نہ عاشق

ہون صورت کے تم اچھے سیرت کے تم اچھے شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیان تم مین کوٹ کوٹ کر بھر دی ہین۔ اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہوتا تو مین اسکو اپنا فخر خاندان سمجھتا۔ اور اب تم جس قوم اور جس خاندان مین ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعہ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے میان تم کو یاد ہے کہ مین نے تمکو سابق مین اس سے نورچشم مرزا یوسف علیخان کے بابئین کچھ لکھا ہے میرے اختلال حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال مین تھا اور مین کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انگاری تھی۔ اب جو کچھ لکھتا ہون یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خان عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہین شاعر بھی بہت اچھے ہین شعر خوب لکھتے ہین صاحب استعداد ہین۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہل علم و فضل مین سے ہین اور ترقی کے قابل ہین نورچشم مولوی نصیر الدین کو میری دعا کہنا۔ محررہ ۳۰ جنوری ۱۸۶۸ء

بنام منشی جواہر سنگہ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگہ کو بعد دعا کے بدوام عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمہارا پہنچا خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول مین جو کوشش ہیرا سنگہ نے کی ہے مین تم سے کہہ نہین سکتا۔ نری کوشش نہین روپیہ صرف کیا ۱۵ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کیے پانچ پانچ اور چار چار روپیہ اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لیے اور بنوائے۔ خرید مین روپیہ جدا دیا اور بنوانے مین روپیہ جدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ

لایا اب موڈر رہا ہے ولیعہد بہادر کے دستخطی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آوے اور بعد اُس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کرکے تمہارے پاس بھیج دے گا مدد میں بھی اُس کی کر رہا ہون لیکن اُس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہین لایا اور مان کو عاجز کرکے اُس سے بہت روپیہ لیے جب سب قطعہ تمہارے پاس پہنچین گے تب اُس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا۔ کیون صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیون نہین آئی بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجونگا۔ والدعا۔ اسد اللہ

ایضاً۔ برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری مبارک ہو۔ پہیلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈھ گئے اب بلب گڈھ سے دلی آؤ گے انشاء اللہ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمہارے علاقہ تحصیلداری مین بصیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہین ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہین ہین اُن کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہون اس صورت مین حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمہارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ اُن سے یکدل و یک رنگ رہو اور اُنکے مددگار بنے رہو۔ سرکار نے یہ عہدہ بصیغہ دوام ہے تمکو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی۔ صرف اسی امر مین کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے۔ ۲۔ فروری سنہ ۱۸۶۴ء

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نور چشم غالب غم دیدہ۔ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے۔ تمہارا خط محررہ ۱۱۔ جنوری پہنچا۔ دورہ کا

سفر بابے تمام ہوا اب جاؤ تو نکلے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہین سال بھر پڑھ لئے جاؤ جب لڑکا شُد وبُد سے آگاہ ہوجائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار ہوجاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے مدرسہ کے علاقہ مین تو نوکر نہین ہو جو بابو پیارے لال کو تمہاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار مین اس باب مین بابو صاحب سے نہ کہون گا اور نہ یہ خط تمہارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤن گا۔ ناحق اُلجھو کیون۔ اس اُلجھنے سے فائدہ کیا خاطر جمع رکھو ؎ کہ رحم گر نکند مدعی خدا بکند مین وہ سپاہی ہون جیسا تم دیکھ گئے ہو۔ اور جب تک جیون گا ایسا ہی رہونگا۔ غالب ۱۲ جنوری ۱۸۶۰ء

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہمین تاثیر دعاے غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراوان ہو۔ منشی من بھاون لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اس رہرو جادہ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمہارا تنہا اور بے مربّی رہ جانے کا مین نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶۔ فروری ۱۸۶۰ء۔

ایضاً برخوردار بہاری لال مجکو تم سے جو محبت ہے اس کے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ تمہارے خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہین خوش خو شگفتہ رو بذلہ گو دوسرے تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر مین تمہاری طبع کی روانی اور تمہاری قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بہ تقلید اور انشا پردازون کے تمہاری عبارت مین بھی املا کی غلطیان ہوتی ہین مین تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہون

خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ بالکل زائل ہو جائے۔ مگر ہماری لال اس نونہال باغ دولت یعنے حکیم غلام رضا خان کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دانشمند ستودہ خوے امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلےٰ کو پہنچنے والا ہے اسکی ترقی کے ضمن مین تمہاری بھی ترقی ہونے والی ہے ؎

بیا داماں صاحب دولتے گیر — کہ مرد از صاحب دولت شود پیر

میان سیح تو یون ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خان منجملہ خوبان روزگار ہین نکوخوے اور نیکوکردار ہین۔ میر فخرالدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہین کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہین تم چارون شخص پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو۔ جہان آفرین تم چارون صاحبون کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو بارونق اور آباد رکھے۔ غالب جون ۱۸۶۶ع

خاتمہ کتاب اُردوے معلےٰ ریختہ کلک بلاغت انتما سخندان بیمثال معنی سنج نازک خیال شاعر نغز گوے دلاویز بیان ناثر جادو طراز و شیرین بیان مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہد دلفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگان حسن معانی ہر دم اسکے خواستگار رہتے ہین کہ اچھا کلام جو مطبوع طبائع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے۔ صاحب نظران دیدہ ور جن کی آنکھین شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہین مشاہدہ ماہ پیکران مہر تمثال سے تسلی نہین پاتے۔ اور نگین مشامان نکتہ پرور جن کے دماغ مین گلستان سخن کی بو بھر جاتی ہے ریاحین باغ ارم کے

سو جنگلمنے کو نہین جانتے۔ اور بیہودہ کلام اور وہ سخن جو نیر اعظم سپہر سخنوری ومَاہ منیر آسمان معنی گستری شہسوار عرصہ نکتہ دانی یکہ تاز میدان جادو بیانی فرمانروائے کشور نازک خیالی۔ زینت افزائے اورنگ بے مثال نا ثر نثری رفعت شان شعری رتبت چمن آرائے گلستان فصاحت حدیقہ پیرائے خیابان بلاغت فروغ بزم آفرینش نور دیدہ بینش استادیگانہ مسلم الثبوت زمانہ رشک عرفی وغیرت طالب جناب استادی **نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب** کے زبان معجز بیان پر آیا ہو لعل خامہ دُر افشان سے نکلا ہو علے الخصوص یہ سفینہ بے نظیر و مجموعہ دلپذیر جسکا ہر حرف باعث نظارت چشم نظارگیان اور ہر لفظ سبب تازگی دیدہ مشتاقان ہے ہر سطر کو دریائے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار رنگین بیانی کہنا چاہیے عبارت سے سلسبیل کی سلاست ہویدا مضامین سے آب کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند انداز رسا مین گردن معانی شکار قریں ادا پر ادائے شیرین لبان نثار غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطف ارزانی و شائقین کو مذاق سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی ادا کیا جائے ہان اے سلک اندوہگین کیسا شکوہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ و ہنگام ماتم عام ہے ؎

بایدچو شمع در دل شبہا گریستن — سرگرم بودن از تہِ دل با گریستن
ناسازگار جسم مرا ناگداختن — ناخوش گوار چشم مرا ناگریستن
این بست اگر تراوش سرچشمۂ حیات — باید بعمر خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامہ دلآویز تمام و کمال تشریف طبع نہ پاچکا تھا کہ سپہر بے مہر نے بتاریخ ۲۔ ذیقعدہ ۱۲۸۵ ہجری جامہ حیات جناب مغفور و مرحوم کو چاک کیا ہے آفتاب علم و کمال کو

رنج خسوف دکھایا۔ ماہتاب فضل و ہنر کو صدمہ کسوف مین پھنسایا ؎

اس ستمگار سے کوئی پوچھے ٭ ہاتھ اس واقعہ سے کیا آیا

یہ سوچا کہ عالم مین تاریکی چھائے گی زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ آئے گی۔ آنکھین اشکبار دل بیقرار ہونگے مگر ؎

نیش عقرب نہ از پے کین است ٭ مقتضاے طبیعتش این است

اپنی عادت سے ناچار ہے دشمنی اہل کمال اس کا شعار ہے کوئی مبتلاے آفت ہو۔ خواہ گرفتار مصیبت ہو۔ اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا کسی یکسی یگانہ آفاق کو نقش ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا۔ سخن آراے نوحہ سرائی سے کیونکر بدل نہو۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُر درد اور کبھی آہ سرد لب پر ہے۔ کہیے جب یہ بار گران اندوہ دل پر آئے دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے۔ کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہان گفتگو کو مختصر کرتا ہون اور ایک قطعہ لکھتا ہون قطعہ

کیا کہون کچھ کہا نہین جاتا	لب پہ فالون کا اثر دجام ہوا
صدمۂ مرگ حضرتِ غالب	سبب رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سالِ طبع سالِ وفات	آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصہ اول اُردوے معلےٰ طبعزاد منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اُردوے معلےٰ گشت تالیف	همانا یک جہان گردید طالب
پئے سال مسیحائی طبعش	بگو جوہر نخیے اُردوے غالب

اعلان ۔ کاپی رائٹ محفوظ ہے۔

العبد محمد عبد الاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی دہلی ۔ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

اردوئے معلّی حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبدالاحد عفا عنہ الصمد شائقین والاتمکین کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ جب اردوے معلّے مرزا غالب ہندوستان کے سعدی مولانا حالی کی اجازت سے مطبع مین چھپی تو مولانا موصوف نے ایک قلمی مسودہ مرزا غالب کے رقعات کا اپنے پاس سے بھی عنایت فرمایا جس کو احقر نے حصہ دوم اردوے معلّے کے نام سے نامزد کر کے اسی کے آخر مین شامل کر دیا۔ اس حصہ مین خاصکر وہ رقعات ہین جن مین اُنھون نے لوگون کو اصلاحین دی ہین یا شاعری کے متعلق کوئی ہدایت کی ہے یا کوئی نکتہ بتایا ہے اور بعض کتابون کے دیباچہ اور ریویو بھی ہین

دیباچہ کہ بر سراج المعرفت من تصنیف مولوی مفتی سید رحمت علیخان بہادر ادام اقبالہم نگاشتہ اند

سبحان اللہ آدمی اور خدا کی حمد و شکر کا دعویٰ! حمد و شکر کی گزارش کا سرمایہ دو قوتین ہین فکر اور نطق اور یہ دونون قوتین موہبتی ہین۔ بخشی ہوئی دستگاہ پر خودنمائی۔ اور پھر اُسے بخشنے والے کے آگے! کیسی تنگ ظرفی ہے اور کیسی ہرزہ درآئی۔ اس صورت مین اداے حق حمد

تو لیا معنی مگر ہان حمد کرنے والا بقدرِ توفیقِ حمد۔ شایستۂ آفرین ہے یہ کون کہہ سکتا ہی؟
کہ توفیق نتیجہ کشت وکار ہے البتہ عطیہ پروردگار ہے۔ قدرت حمد اُس نے پیدا کی۔ توفیق حمد
اُس نے عطا کی۔ جب کہ آدمی حمد کا عازم ہو تو سپاس عطیہ توفیق کیون نہ لازم ہو۔ ہان اے
حق شناس اگر تجکو شعور ہے عطیہ توفیق شکر پر ایک اور شکر ضروری ہے ؎

گر کسے شکر حق فزون گوید　　　شکر توفیق شکر چون گوید

حق یون ہے کہ حقیقت از روے مثال ایک نامۂ درہم پیچیدۂ سربستہ ہے کہ جس کے عنوان
پر لکھا ہے لا مؤثر فی الوجود الا اللہ اور خط مین مندرج ہے لا موجود الا اللہ۔ اور اس خط کا
لانے والا اور اس راز کا بتانے والا وہ نامہ آور نام آور ہے کہ جس پر رسالت ختم ہوئی۔
ختم نبوت کی حقیقت۔ اور اس معنی غامض کی صورت یہ ہے کہ مراتب توحید چار ہین۔
آثاری و افعالی و صفاتی و ذاتی۔ انبیاے پیشین صلوات اللہ علے نبینا و علیہم۔ اعلان
مدارج توحید سہ گانہ پر مامور تھے۔ خاتم الانبیاء کو حکم ہوا کہ حجاب تعینات اعتباری اُٹھاوین
اور حقیقت نیرنگی ذات کو صورت الآن کما کان مین دکھاوین۔ آپ گنجینۂ معرفت خواصِ امتِ
محمدی کا سینہ ہے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ مفتاح باب گنجینہ ہے۔ زہے عامہ مومنین کہ وہ اس
کلام سے صرف نفی شرک فی العبادۃ مراد لیتے ہین۔ اور نفی شرک فی الوجود جو اصل مقصود ہی
اُن کی نظر مین نہین۔ جب لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہین گے۔ اُس سے اُسی
توحید ذاتی کے اعتقاد کی قدمگاہ پر آ رہین گے۔ یعنی ہمارے اس کلمہ سے وہ مراد ہے جو
خاتم الرسل کا مقصود تھا۔ یہی حقیقت ہے شفاعت محمدی کی اور یہی معنی ہین رحمۃ للعالمین
ہونے کے اور اسی مقام سے ناشی ہے ندائے روح فزاے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ
قلم اگرچہ دیکھنے مین دو زبان ہے۔ لیکن وحدت حقیقی کا راز دان ہے۔ گفتگوے توحید مین

وہ لذت ہے کہ نہیں چاہتا ہے کوئی سو بار کہے۔ اور سو بار سنے۔ نبی کی حقیقت ذوجہتین ہے ایک جہت خالق کہ جس سے اخذ فیض کرتا ہے۔ اور ایک جہت خلق کہ جس سے فیض پہنچاتا ہی ۵

نبی را دو وجہ است دلجوے خلق ٭ یکے سوے خالق یکے سوے خلق

بدان وجہ از حق بود مستفیض ٭ بدین وجہ بر خلق باشد مفیض

یہ جو صوفیہ کا قول ہے الولایۃ افضل من النبوۃ معنی اس کے صاف اور از روے انصاف یہ ہین کہ ولایت نبی کی کہ وہ وجہ الی الحق ہے افضل ہے نبوت سے کہ وہ وجہ الی الخلق ہے۔ نہ یہ کہ ولایت عام افضل ہے نبوت خاص سے جس طرح نبی مستفیض ہے حضرت الوہیت سے اُسیطرح ولی مستنیر ہے انوار نبوت سے۔ مستنیر کی تفضیل منیر پر اور مستفیض کی ترجیح مفیض پر۔ ہرگز معقول۔ اور عقلا کے نزدیک مقبول نہین۔ اب وہ ولایت کہ ناسمہ نبی تھا۔ نبوت کے ساتھ منقطع ہوگئی۔ مگر وہ فروغ کہ اخذ کیا گیا ہے مشکوۃ نبوت سے ہنوز باقی ہے نقل وتحویل ہوتی چلی آتی ہے اور چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا ہے اور یہ سراج ایزدی تا ظہور صبح قیامت روشن رہے گا۔ اور اب اسی کا نام ولایت اور یہی مشعل طریق ہدایت ہے۔ ولایت وہدایت وہی حقیقت توحید ذاتی ہے کہ جواز روے کلمہ لا الہ الا اللہ مشہود عیون اعیان امت۔ اور منظور نظر اکابر ملت ہوئی ہے۔ مگر وہ بات اب کہان؟ کہ ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دل نور معرفت سے منور ہو جاوے۔ اور وہ ضامن زبردست کہان کہ قائل لا الہ الا اللہ کو اگرچہ اس کے معنی اچھی طرح نہ سمجھا ہو۔ قدم گاہ توحید پر قایم کردے یعنی رسول مقبول واجب التعظیم۔ قائل انا احمد بلا میم علیہ التحیۃ والتسلیم۔ اب سعادت بقدر ارادت ہے۔ اور راحت بعد جراحت۔ سچ بھی تو ہے۔ آدمی کیونکر سمجھ سکے۔ اور بطلان بدیہیات کے جواز پر اس کو کیونکر تسلی ہو۔ یعنی اس مجموع موجودات

کوکہ افلاک و انجم و بحار و جبال اسی مین ہین۔ نیست و نابود محض جان لے۔ اور تمام عالم
کو ایک وجود مان لے۔ **رُباعی**

اے کردہ بآرایش گفتار بسیج — در زلف سخن کشودہ راہ خم و پیچ
عالم۔ کہ تو چیز دیگرش میدانی — ذاتیست بسیط و منبسط دیگر ہیچ

جب اولیاء اللہ نے کہ وہ اطباے روحانی ہین۔ دیکھا کہ نفوس بشری پر وہم غالب ہی اور بسبب استیلائے وہم مشاہدہ وحدت ذات سے محروم رہے جاتے ہین۔ ہر چند اُن کو سمجھاوینگے۔ راہ پر نہ آئینگے۔ ناچار اشغال و اذکار وضع کیے۔ تا قوت متخیلہ اُس مین اُلجھی رہے اور رفتہ رفتہ بیخودی طاری ہو جاوے۔ وحدت وجود اس طرح کی بات تو نہین کہ نہو۔ اور ہم اُس کو بہ پیرایہ تکلف ثابت کیا چاہتے ہون ع دانی ہمہ اوست ورنہ دانی ہمہ اوست ۵۔ وہم صورت گری اور پیکر تراشی کر رہا ہے اور معدومات کو موجود سمجھ رہا ہے۔ پس جب وہ وہم شغل و ذکر کی طرف مشغول ہو گیا بے شبہہ اپنے کام سے یعنی صورت گری و پیکر تراشی سے معزول ہو گیا۔ بے خبری و بے خودی چھا گئی اور وہ کیفیت جو موحدین کو بجز و فہم حاصل ہوتی ہے۔ اُس شاغل کے نفس کو بیخودی مین آگئی۔ ایک دریا مین جان کر کودا۔ ایک کو کسی نے غافل کر کے دھکیل دیا انجام دونون کا ایک ہے۔ وہ لوگ جو وحدت وجود کو سمجھ لین۔ یہ مین نہین کہتا کہ نہین ہین مگر ہان کم ہین اور مخفی ہین۔ اور کہین کہین ہین۔ اور ایسے نفوس کو کہ جو کسب حالت بیخودی کے واسطے محتاج اشغال و اذکار ہین بہت ہین بلکہ بے شمار ہین حق سبحانہ ہمیشہ سلامت رکھے حضرت شاہنشاہی حق شناس حق آگاہ سراج الملۃ والدین ابو ظفر بہادر شاہ کو جو لباس بادشاہی مین یاد الٰہی کر رہے ہین ۵

شاہی و درویشی اینجا باہم است ‏ ‏ ‏ بادشاہ عہد قطب عالم است

حکم دیا حضرت پیر و مرشد برحق نے جناب افادت مآب۔ معرفت نصاب۔ مجمع البحرین شرع و عرفان۔ قران السعدین عقل و ایمان۔ ابوحنیفۂ ثانی۔ سراج العلما۔ ضیاء الفقہا۔ مولانا مفتی سید رحمت علیخان بہادر کو اور فرمایا اُن سے کہ وہ اشغال و اذکار جو انتہای قوس نزولی نبوت و ابتداے قوس عروجی ولایت۔ یعنی عہد جناب رسالت علیہ السلام سے ہم تک سینہ بسینہ و ہم سفینہ بسفینہ چلے آئے ہین اُن کو ایک رسالے مین درج کرین۔ اور اُس رسالے کی تحریر مین وہ عبارت اُردو کہ صاف اور بے تکلف ہو خرچ کرین۔ کیون نہ ارباب فہم اس رازداری پر قربان جائین کہ مجموع اشغال و اذکار زبان حقیقت ترجمان سے فرماتے ہین اور حکم دیا ہی کہ اُن کو وابستہ بسلاسل فقرا و منقول من رسائل العرفا تحریر کرین قضارا یہ ترک کج مج زبان اسد اللہ خان ہیچمدان کہ جسکا فن سخن مین غالب نام اور وہ خود مغلوب ہوسہای خام ہے۔ اس رسالہ کے مشاہدہ سے مستفیض ہوا جی مین آیا کہ اس کتاب مستطاب پر ایک دیباچہ لکھیے اور پھر مین برگ سفر ساز کرون اور عزم سفر حجاز کرون۔ زمزم کے پانی سے وضو کرون اور اُس کاشانہ ملائک آشیانہ کے گرد پھرون اور حجر اسود کو چومون۔ اور پھر وہان سے مدینہ منورہ کو جاؤن۔ اور خاک تربت اطہر کا سرمہ آنکھون مین لگاؤن۔ بادشاہ سے کیا عجب ہے کہ دو برس کی تنخواہ دے کر مجکو خانہ خدا کے طواف کی رخصت دین کہ یہ گنہگار وہان جاوے اور اگر زیست باقی ہے تو وہان جاکر۔ اور اپنے ستاون برس کے گناہ کہ جس مین سواے شرک کے سب کچھ ہے بخشوا کر پھر آوے۔

غالب ہواے کعبہ بسر جاگرفتہ است ‏ ‏ ‏ رفت آنکہ عزم خلخ و نوشاد کردمی

دیباچہ کہ بر کتاب خواجہ بدرالدین خان عرف خواجہ امان موسوم بہ حدائق انظار نگاشتہ اند

سبحان اللہ شاہد زیباے سخن کا حسن بے مثال۔ مشاہدہ اُس کا نور افزاے نگاہ۔ تصور

اُس کا انجمن افروز خیال آرزوے لفظ۔ اہل معنی کی نظر مین آئینہ عارض جمال من حیث المعنی بصورت صنعت قلب کلام کا مقلوب یعنی کمال۔ اگر نفس ناطقہ کو حق نے بصورت انسان پیدا کیا ہوتا۔ تو ہم اس صورت مین کیونکر کہین کہ کیا ہوتا۔ اس لعبت دلفریب کی نظارگی سے بے بادہ مست ہوجاتے۔ اور یہ پیکر ہوش رُبا دیکھ کر اہل معنی یک قلم صورت پرست ہوجاتے نظم مین اور ہی روپ۔ نثر مین اور ہی ڈھنگ۔ فارسی مین اور ہی زمزمہ۔ اُردو مین اور ہی آہنگ۔ سیر و تواریخ مین وہ دیکھو جو تم سے سیکڑ و ن برس پہلے واقع ہوا۔ افسانہ و داستان مین وہ کچھ سُنو کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ ہر چند خردمند بیدار مغز تواریخ کی طرف بالطبع مائل ہونگے۔ لیکن قصہ کہانی کی ذوق بخشی ونشاط انگیزی کے بھی دل سے قائل ہونگے۔ کیا تواریخ مین ممتنع الوقوع حکایات نہین۔ ناانصافی کرتے ہو یہ کچھ بات نہین۔ سام اپنے فرزند کو پہاڑ پر پھکوائے سیمرغ اُسکو اپنے گھونسلے مین اُٹھالائے پرورش کرکے پہلوان بنائے۔ آداب حرب وضرب سکھائے۔ پھر جب رستم اسفندیار کے لڑائی سے گھبرائے۔ زال اُس اسم نے مسمے کو بلائے سیمرغ گردان کبوتر کی طرح سیٹی کی آواز سُنتے ہی چلا آئے اور اپنی بیٹ کے لیپ سے یا اور کسی دوا سے رستم کے زخم اچھے کرکے ایک تیر دوشاخہ دے کر تشریف لے جائے رستم دس برس کی عمر مین مست ہاتھی کو ہلاک کرے۔ جب چشم بد دور جوان ہو دیو سپید کو تہ تناک کرے۔ فرعون کا دعوی خدائی مشہور ہے۔ شداد و نمرود کا بھی تواریخ مین ایسا ہی مذکور ہے۔ اگر اہل طبیعت ایک پہلوان زبردست حمزہ دیوکش رستم جیسا قرار دین اور ایک زمرد شاہ گمراہ دعوی خدائی کرنے والا مثل نمرود گھڑ لین گو ایک ڈھکوسلا بنا لیا ہے مگر اچھا بنایا ہے۔ انہین روایات کا چربا اُٹھایا ہے مگر اچھا اُٹھایا ہے

موعظت و پند نہین ترہات ندیمانہ ہے سیر و اخبار نہین جھوٹا افسانہ ہے۔ داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے۔ سچ یہ ہے کہ دل بہلانے کے لیے اچھا فن ہے۔ عمرو کی عیاریان دیکھو۔ حمزہ کی میدان داریان دیکھو۔ جامع ان حکایات کا کوئی سخنور ایران ہے۔ مگر وہ میر تقی محمد شاہی جو ندیم مؤتمن الدولہ اسحق خان کا ہے گویا باغ ارم کو ہندوستان مین اُٹھا لایا۔ اُس نے بوستان خیال مین کچھ اور ہی تماشا دکھلایا۔ ان قصص مین سے ایک جلد ہی معز نامہ داد ری بزم و رزم و سحر و طلسم اور حسن و عشق کی گرمی ہنگامہ۔ معز الدین کی طلسم کشائیان اگر سنین تو امیر حمزہ کی یہ صورت ہو کہ اپنی صاحبقرانی کو ڈھونڈھتے پھرین اور کہین پتا نپائین ابو الحسن کی عیاریون کے جوہر اگر دیکھین تو خواجہ عمرو کو یہ حیرت ہو کہ زیرہ سی آنکھین کھلی کی کھلی رہ جائین۔ درینولا امیر ابرار زادہ سعادت توامان خواجہ بدر الدین خان عرف خواجہ امان کہ وہ ایک جوان شیرین بیان تیز ہوش ہے اور ہر فن کے کمال کی تحصیل مین سختی کش و سخت کوش ہے۔ ستار کا جو خیال آیا ایسا بجایا کہ میان تان سین کو انگلیون پر نچایا۔ مصوری کی طرف جو طبیعت آئی وہ تصویر کھینچی کہ اُس کو دیکھ کر مانی و بہزاد کو حیرت آئی۔ اُس اقبال آثار کا یہ ارادہ ہوا۔ معز نامہ کی فارسی نثر کے اردو کرنے پر آمادہ ہوا معز الدین فیروز بخت کی کشور کشائیان۔ ابو الحسن جوہر کی نیرنگ نمائیان۔ عجائبات حکیم قسطاس کی حیرت فزائیان۔ ملکہ نوبہار کی رنگین ادائیان۔ جمشید خود پرست کی زور آزمائیان۔ ضار منکوس منحوس کی بیحیائیان۔ مسلمین و کفار کی لڑائیان مسلمانون کی بھلائیان۔ کافرون کی برائیان فارسی سے اردو مین لے آیا۔ یون تصور کرو کہ قلمرو اردو مین ایک قصر دلکشا یا ایک خانہ باغ روح افزا سر تا سر بنایا۔ عبارت آرائی کو ترک کیا ہے گویا تقریر کو پیرایہ تحریر دیا ہے۔ بعد اختتام نگارش غالب فلک زدہ نے

دیباچہ لکھنے کی آرزو کی مین نے ہر چند عجز آمیز معذرت انگیز گفتگو کی۔ بیداد گر نے ایک بات نہ سُنی۔ اور ایک عذر نہ مانا۔ بھلا اس اصرار کا کیا علاج اور اس ضد کا کیا ٹھکانا بھتیجا اور پیارا بھتیجا۔ ناچار بجز خامہ فرسائی کے کچھ نہ بن آئی۔ اس دیباچہ کے انجام کا بجز اسکے اور کوئی رنگ نظر نہ آیا کہ عالم امداح کو سید ھا چلا گیا اور حضرت نظامی سے ایک شعر مانگ لایا۔ اُسی شعر شعری شعار کو خاتمہ مین لکھ دیتا ہون بہت تنگ آگیا ہون اب دم لیتا ہون ؎

شکر کہ این نامہ بعنوان رسید ۔۔۔ بیشتر از عمر بپایان رسید

ومن اللہ التوفیق وھو خیر رفیقہ

تقریظے کہ بر کتاب ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ نگاشتہ اند

اللہ اللہ نطق کو آفرید گار نے کیا پایہ اور کیا سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی مین سے کسی امر کا شہود۔ اور مصالح دنیوی مین سے کسی مصلحت کا وجود۔ بلکہ اگر بمثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اُس کی بھی نمود جب تک اس لطیفہ عینی کا شمول نہو عالم امکان مین ممکن نہین ؎

سخن را ازان دوست دارم کہ دوست ۔۔۔ بہ تصدیق از ما طلبگار اوست

مسائل حکیمانہ کی ہستی۔ ترہات ندیمانہ کی مستی۔ دردو درمان کے مدارج کا اظہار۔ افسانہ وافسون کے مقاصد کا مدار۔ شکوہ وشکایت کا عنوان۔ نفرین وآفرین کا بیان۔ ردّ وقبول کے حکایت۔ فتح وشکست کی روایت۔ صرف ونحو کی رازدانی۔ لفظ ومعنی کی گلفشانی۔ جو کچھ اگلون نے کہا ہے۔ جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے۔ جو کچھ آگے کہین گے اور قیامت تک کہتے رہین گے۔ جو کچھ نیک وبد نو وکہن سے ہے۔ سب وابستہ نطق وسخن سے ہے۔ اب سمجھیے کہ سخن ازروے مثال کیا ہے۔ چشمہ ہے ندی ہے سیل ہے

دریا ہے کیسی روانی۔ اور کس زور کا پانی۔ اس کا بڑھاؤ اس کی رفتار۔ اس پر کس کا زور۔ اور کس کا اختیار ۔ جدھر منہ کیا۔ ادھر ایسا نالا بہادیا۔ دریا کی لہر کیا گھوڑے کی باگ ہے؟ کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ بارہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جس کو ہندی میں اٹھان اور فارسی میں انگیزہ۔ اور عربی میں باعث کہیے کچھ اور ہی پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ یہ کیا طور ہے ۔ یہ کتاب مجموعہ دانش و آگہی ہے۔ اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن از روئے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بہی ہے۔ جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجکو پیش گاہ سلطنت ابد مدت سے حکم آیا۔ کہ بندہ درگاہ اسد اللہ اس کی تقریظ لکھنے میں اظہار حسن اطاعت کرے۔ اور سخن طرازی میں آرایش زبان اردو پر قناعت کرے۔ جیسا کہ حکم بجا لانا ضرور ویسا ہی یہ بھی کہہ جانا ضرور کہ منشا اس رسالہ کی نگارش کا کیا ہے ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سن اٹھارہ جلوس میمنت مانوس میں نہ شہر سے بلکہ خارج سے یہ آوازہ بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ۔ بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ روئے زمین ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہب آبائے نامدار کیا۔ اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا۔ باریافتگان بزم قرب و رازدانان خلوت انس حیران اور حیرت ان کی بجا۔ اگر بادشاہ نے کبھی یہ بات کہی ہوتی تو پہلے انکو آگہی ہوتی۔ اسرار سلطنت کی خبر۔ اور پھر اس میں عام کو تقدم خاص پر! نہ پوچھنے کا یارا۔ نہ چپ رہنا گوارا۔ علمائے نامدار و مشائخ کبار و فقہائے دیار نے جرأت کر کے عرضداشت لکھی مضمون یہ کہ ایسا سنا جاتا ہے۔ اور باور نہیں آتا ہے۔ امیدوار ہیں کہ خداوند تاج و سریر کے ماہی الضمیر پر آگہی پاویں۔ حضور نے نجاشی کی اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر میں

اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہین گزرا۔ بعد چندروز کے ایک دن حسب الحکم قضا توام

بزم سلطانی ہوئی آراستہ • کعبہ امن و امان کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشین۔ اہل دل ہمنشین۔ امرا دستہ دستہ دست بستہ صفہ نگار
بھی مانند خار سر دیوار باغ و پروانہ پاے چراغ۔ اس چمن مین نشاط اندوز۔ اور اس انجمن مین
ادب آموز۔ زبان مبارک گہرفشان ہوئے حقیقت مذہب اہل سنت وجماعت بیان ہوئی
سوءظن علما۔ اس مجمع عظیم مین بہ پیرایۂ حسن ظن جلوہ گر ہوا۔ خاص وعام کو اعلیٰ حضرت کا ثبات
قدم مسلک تسنن پر باور ہوا مضامین ارشاد کیے ہوئے اعلیٰ حضرت کے۔ بموجب ارشاد۔ قالب
نظم مین ڈھلے۔ ناگاہ جانب احباب سے اس نظم کے جواب مین کچھ وار چلے۔ یہ گنہگار نے گناہ بھی
بہ ذم ممدوح ہوا۔ اور خنجر زبان کے زخم سے مجروح ہوا۔ الغرض جب وہ تحریر یہان دیکھی
دکھائی گئی تو اس مین خلفا کی توہین پائی گئی۔ ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت موئلف نے
دیباچہ مین لکھا ہے لکھا گیا۔ اور مجکو تقریظ نگاری کے واسطے جیسا کہ مین نے اوپر کہا
ہے کہا گیا۔ مین اگر اس گزارش مین یہ سب نہ کہہ جاتا تو البتہ وضع تحریر کا موضوع لہ مجہول
رہ جاتا۔ بحث ونزاع کا رسم وآئین اور ہے۔ شیوہ سخندانان معنی آفرین اور ہے۔ نہ سفیہ
ہون کہ ہجو مین سخن سرائی کرون۔ نہ فقیہ ہون کہ بحث مین زور آزمائی کرون۔ غریب الوطن
سپاہی زادہ ہون۔ فلک زدہ خانمان برباد داوہ ہون۔ تاب آفتاب حوادث سے ظل اللہ کے
سایہ دیوار کی پناہ مین بیٹھا ہون۔ گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہون۔ کہ آرام کی جگہ دیکھ کر دم
لینے کو راہ مین بیٹھا ہون۔ احسان ہے مجھ پر خدا کا کہ مین سواے اپنے خدا کے کہ وہ
غیب دان اور اپنے بندون پر مہربان ہے یہ نہین کہ اور کسی کا گنہگار ہون۔ جو مجکو اپنا
ہمکیش سمجھین ان سے [illegible] کا متوقع۔ اور جو مجکو اپنا مخالف مذہب گمان کرین

اُن سے دعاے تخفیف عذاب کا امیدوار ہون حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر فقط

تقریظے کہ بر کتاب گلزار سرور من تصنیف میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور نگاشتہ اند

سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صفتین ہین۔ تعالی اللہ کیا حیرت آور قدرتین ہین یہ جو حدائق العشاق کا فارسی زبان سے عبارت اُردو مین نگارش پاتا ہے۔ ارم کا زمین دنیا سے اُٹھ کر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جاتا ہے۔ وہان حضرت رضوان ارم کے نخلبند و آبیار ہوئے۔ یہان میرزا رجب علی بیگ صاحب سرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے۔ اس مقام پر یہ ہیچ میرز جو موسوم بہ اسد اللہ خان اور مخاطب بنجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہے۔ خداے جہان آفرین سے توفیق کا۔ اور خلق سے انصاف کا طالب ہے۔ ہان اے صاحبان فہم و ادراک۔ سرور سحر بیان کا اُردو کی نثر مین کیا پایہ ہے۔ اور اس بزرگوار کا کلام۔ شاہد معنی کے واسطے کیسا گران بہا پیرایہ ہے ؎

رزم کے داستان گر سنیے	ہے زبان ایک تیغ جوہر دار
بزم کے التزام گر کیجیے	ہے قلم ایک ابر گوہر بار

مجکو دعوے تھا کہ انداز بیان و شوخی تقریر مین فسانہ عجائب بے نظیر ہے۔ جس نے میرے دعوے کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹا دیا۔ وہ یہ تحریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے۔ یہ تو ہم کہہ سکتے ہین کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش نے معنی صورتین بناکر پیمبری کا دعوے کرے کیا عقل کی کمی ہے۔ یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچ کر دعوی خدائی نہ کرے کس حوصلہ کا آدمی ہے۔ سچ تو یون ہے کہ جناب

مہاراجہ صاحب والا مناقب عالی شان الیسر سی پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرایش کے کارفرما ہون۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ میرزا سرور چمن آرا ہون۔ وہ باغ کیسا ہوگا۔ بہشت نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول سکسر کیون ہے۔ بے دیکھے بھالے حضور کا ثناگستر کیون ہے۔ صاحبو! حاتم سے ہم نے کیا دولت پائی ہے۔ کہ اس کی سخاوت کی ثنا کرتے ہین۔ رستم سے کہان شکست کھائی ہے کہ اسکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہین۔ معہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بالیو برسدھ پرشاد نارائن کا موردِ عنایت رہا ہون۔ جن دنون وہ دلی مین تشریف لائے ہین اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہون۔ جب ناشناسائی اور بیگانگی درمیان نہو تو ان کا نیازمند کیون ان کا ثناخوان نہو۔ نہین نہین میرا کیا منہ ہے ثناخوانی کا۔ مین تو عاشق ہون ان کی شاعر پروری و سخندانی کا۔ حضور نے قدردانی کی۔ سرور نے گہرفشانی کی۔ حضور کا اقبال۔ سرور کا کمال۔ حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نقش صفحہ روزگار پر یاد رہے گا۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی مین۔ مہاراج عالی جاہ کا نام فیض رسانی مین تا روز شمار رہے گا۔ فقط۔

دیباچہ کہ بر دیوان منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا نگاشتہ اند

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہین۔ کسی امیر کا نہین۔ کسی شیخ شیاد کا نہین۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے۔ اور فقیر اپنے دوستون کے کلام کو معرضِ اصلاح مین نظر دشمن دیکھتا ہے۔ پس جب تملق نہین مدارا نہین تو جو مجکو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہونگا۔ نثر مین نعمتخانِ عالی کی طرز کا احیا کیا ہے۔ مگر پیرایہ کچھ اس سے بہتر دیا ہے۔ قصائد مین انوری کا چربا اٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے۔ غزل مین متاخرین کا

کا انداز۔ عاشقانہ سوز و گداز۔ منشی حبیب اللہ کا سخنور ہمہ دان ہلینا۔ لفظ لفظ معنی آفرین
آفرین صد آفرین صد جزا آفرین فقط

دیباچہ کہ بر کتاب نواب عالیجناب میرزا کلب حسین خان بہ کلک گہر سلک آوردہ ام

سبحان اللہ شاہد سخن کمال حسن مین لاثانی ہے۔ سچ تو یون ہے کہ یہ یوسف کنعان معانی ہے۔ کنعان ہو۔ کنوان ہو۔ کاروان ہو۔ کوئی جگہ کوئی مقام کوئی مکان ہو۔ زلف ویسی ہی منبر۔ عارض بدستور تابدار۔ لب کی جان بخشی کا وہی عالم چشم اسی طرح بیمار۔ معہذا جو سلطنت مصر کے زمانے کا جمال تصور مین لائیگا۔ وہ آفتاب تابان کو حضرت یوسف کا ادنے ذرہ پائے گا۔ تو ہم ابھی قلمرو سخن سے آئے ہین۔ حسن پرستان سخن کے واسطے نوید سراسر امید لائے ہین سنی سنائی نہین کہتے۔ نہ دیکھے آتے ہوتے تو چپ ہو رہتے۔ امید یہ کہ دانشمند آدمی باور کرین نوید یہ کہ دیدہ ور لوگ نظر کرین کہ یوسف سخن کنعان و چاہ و کاروان و بازار و زندان سے نکل کر تخت فرمانروائی مصر پر جلوہ افروز ہوا ہے۔ زلیخائے عشق کے گھر عید ہوئی ہے۔ اور یوسف حسن کی سرکار مین نوروز ہوا ہے۔ غالب آشفتہ نوا اس ورق کے ناظرین جب تک رمز نجا نینگے تیری بات کبھی نہ مانینگے کیون نہین کہتا کہ خالق نے نواب عالی جناب والا دودمان میرزا کلب حسین خان کو کیا اچھی طبیعت بخشی ہے جو انہون نے ان اوراق کو اپنے اشعار سے رونق۔ اور اشعار کو نعت و منقبت سے زینت بخشی ہے۔ دیباچہ نگار نے اس مجموعہ نظم کو مصر فرض کیا ہے اور شاہد معنی کو یوسف قرار دیا ہے۔ جس کتاب مین ائمہ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام کی مدح کے سو قصیدے زینت اوراق ہون۔ ان اوراق کا سواد کیون نہ سرمہ چشم اہل دین۔ اور وہ اوراق کیون نہ حرز بازوے مومنین آفاق ہون۔ بین لب علو رتبت

برنا کرتا ہون کہ ائمہ اطہار کے مداح کا ستایش گر ہون۔ اور بذریعہ اس ستایش کے غالب بر غالب یعنی اپنے سے بہتر ہون۔ اس دعوے کا گواہ اسد اللہ ۔ فقط

دیباچہ در تذکیر و تانیث حسب فرمایش مولوی سید احمد حسن بلگرامی نوشتہ اند

سیدی سندی نور بصر و لخت جگر قرۃ العین اسد مولوی سید فرزند احمد کے طول عمر و دوام دولت و بقاے اقبال کی دعا مانگتا ہون۔ جن کو مبدء فیاض سے اس رسالے کے لکھنے کی توفیق عطا ہوئی ہے سبحان اللہ تذکیر و تانیث کی تقریر کہ وہ اور مطالب کی توضیح پر بھی مشتمل ہے کس لطف سے ادا ہوئی ہے ہر چند اس راہ سے کہ دانا اور دقیقہ رس اور منصف ہین قواعد تذکیر و تانیث کے منضبط نہونے کی خود معترف ہین۔ لیکن قوت علم و حسن فہم و لطف طبع سے وہ مضبوط ضوابط بہم پہنچائے ہین کہ اور صاحبون کے دل کی دوسرے کو کیا خبر۔ مگر مجھے تو دل سے پسند آئے ہین دعا یہ ہے اور یقین بھی یہی ہے کہ یہ رسالہ صفحہ روزگار پر یادگار اور ہمیشہ منظور انظار اولو الابصار رہے گا۔ جو صاحب اسکو مطالعہ فرمائین گے نفع بھی پائین گے اور لطف بھی اٹھائین گے۔ مولف صاحب جو کامیاب اپنے ذہن رسا سے ہین۔ رئیس جلیل القدر عظیم آباد و آرا۔ اور حضرت فلک رفعت مولوی سید صاحب عالم صاحب مارہروی کے نواسے ہین۔ بہ سیدواسطی بلگرامی ہین۔ جہان کے سادات علم و فضل مین نامی اور قدر و منزلت مین گرامی ہین۔ آن حضرت کا مداح گویا اپنا ثناخوان ہے جیسا کہ مولوی معنوی رومی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے ؎

مادحِ خورشید مداحِ خود است ؏ کہ مرا دو چشم سر نا مرمد است

داد کا طالب

غالب

خطوط در تحقیق الفاظ و اصلاح بر اشعار بزبان اُردو بنام منشی ہرگوپال تفتہ

واہ کیا خوبی قسمت ہے میری۔ بہت دن سے دھیان لگا ہوا تھا کہ اب منشی جی کا خط آتا ہے۔ اور اُن کی خیر و عافیت معلوم ہوتی ہے خط آیا اور خیر و عافیت معلوم نہوئی یعنی معلوم ہوا کہ خیر نہین ہے اور پاؤن مین چوٹ لگی ہے۔ سنو صاحب یہ بھی غنیمت ہے ہڈی کو صدمہ نہین پہنچا۔ اتنا پھیلا بھی اس سبب سے ہوا کہ کوئی مالش کرنے والا نہ ملا اور چوٹ کہنہ ہوگئی۔ البتہ کچھ دیر مین افاقت ہوگی۔ بعد افاقت ہونے کے تم مجکو اطلاع کرنے مین دیر نہ کرنا۔ میرا دھیان لگا ہوا ہے۔ بابو صاحب کا خط آیا تھا یہ اُنھون نے تکلیف کی اور کچھ بھیجا جو آگے بھیجا تھا۔ تمہاری مفارقت سے بہت ملول ہین۔ سطر تحریر سے فراوانی محبت معلوم ہوتی تھی۔ مین نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی جی گئے نہین ضرورت کو کیا کرین جلد پھر آئین گے۔ آپ اُن کو اپنے پاس ہی تصور فرمائیے۔ بابو ہرگوبند سنگھ تعطیل مین کول گئے ہونگے جو آپ کے خط مین اُن کی بندگی لکھی آئی۔ کیون اُنھون نے تکلیف کی۔ بہمہ جہت دو سو قدم پر میرے گھر سے اُن کا مکان۔ اور وہ جاتے وقت مجھ سے رخصت نہو گئے۔ اب بندگی سلام کیا ضرور۔ ہان صاحب یہ تم نے اور بابو صاحب نے کیا سمجھا ہے کہ میرے خط کے سرنامے پر املی کے محلہ کا پتہ لکھتے ہو۔ مین بلی مارون مین رہتا ہون۔ املی کا محلہ یہان سے بے مبالغہ آدھ کوس ہے۔ وہ تو ڈاک کے ہرکارے مجکو جانتے ہین ورنہ خط ہرزہ پھرا کرے۔ آگے کالے صاحب کے مکان مین رہتا تھا۔ اب بلی مارون مین کرایہ کی حویلی مین رہتا ہون۔ املی کا محلہ کہان اور مین کہان۔ منشی جی کو لکھتے ہو کہ حاکم کے ساتھ گئے ہین۔ اور پھر لکھتے ہو کہ نہ دورہ مین بلکہ اپنے کام کو۔ بہر صورت اب آگئے ہونگے میرا سلام کہیے گا۔ اور اپنی خیر و عافیت کے ساتھ اُن کی معاودت کی خبر لکھیے گا

ورنہ مجکو خط لکھنے مین تامل رہے گا ؛ نظر شگفتن و گوش شگفتن ہم نہین جانتے۔ اگرچہ منشی ہرگوپال تفتہ اور مولانا نورالدین ظہوری نے لکھا ہو ؎

نظارہ را زخون دلم گل۔ در آستین ؛ خونش مگو۔ بگوکہ زچشم چمن چکید

لیکن یہ سمجھنا کہ چمن از چشم چکیدن شگفتن گوش و نظر کی مانند غرابت رکھتا ہے۔ یہ خونفشانی چشم کا استعارہ ہے۔ اور خونفشانی صفت چشم ہوسکتی ہے۔ اگر نظر کا خوش ہونا اور کان کا شادہونا جائز ہوتا تو ہم اُس کا استعارہ بشگفتگی کر لیتے۔ خوش ہونا جب صفتِ چشم و گوش نہ ہو تو ہم کیا کرین۔ یاد رہے یہ نکات سوائے تمہارے اور کو مین نہین بتاتا ہون۔ میری بات کو غور کرکے سمجھ لیا کرو۔ مین پوچھنے سے اور تکرار سے ناخوش نہین ہوتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہون مگر ہان ایسی تکرار جیسی بیش اور بیشتر کے باب مین کی تھی ناگوار گزرتی ہے کہ وہ صریح تہمت تھی مجھ پر۔ جو مین آپ لکھونگا تم کو اُسکے لکھنے کو کیون منع کرونگا ؎

اے صد ہزار راز نہان اندرین سخن ؛ گرکم سخن توئی نگہت کم سخن مباد

؎ ہرچہ بانفس خود کنم زبدی ؛ نیکیش نام مے توانم کرد

یہ دونون شعر بے سقم ہین رہنے دو۔ ؎

سہرنا کامیم سلامت باد ؛ کام را کام مے توانم کرد

مین نہین سمجھا کہ اسکے معنی کیا ہین کام کو کام سب کرسکتے ہین اُسمین لطف کیا ہے ؎

زترکتازئی آن نازنین سوار ہنوز ؛ زسبزہ میدمد انگشت زینہار ہنوز

حزین کے اس مطلع مین واقعی ایک ہنوز زاید اور بیہودہ ہے متتبع کے واسطے سند نہین ہوسکتا۔ یہ غلط محض ہے۔ یہ سقم ہے۔ یہ عیب ہے۔ اس کی کون پیروی کرے گا۔ حزین تو آدمی تھا یہ مطلع اگر جبرئیل کا ہو تو اس کو سند نہ جانو اور اس کی پیروی نہ کرو

بھائی تمہارا مصرعہ اس قبیل سے نہیں ہے۔ اُس میں تو مکنید متمم معنی ہے مکنید لغو نہیں ہے۔ مگر خرابی یہ کہ اگر فارسی رہنے دو تو۔ اور اگر ہندی کرو تو مصرعہ مہمل اور بےمعنی ہے

چہ گل چہ لالہ چہ نسرین چہ نسترن مکنید ۔ کیا گلاب کا پھول۔ کیا لالہ۔ کیا موتیا۔ کیا چنبیلی۔ نکرو زنہار نکرو۔ یعنی کیا نکرو۔ اب جب تم یہ کہو کہ صاحب ذکر نہ کرو تب کوئی جانے ورنہ کبھی جانا نہیں جاتا کہ ذکر نہ کرو۔ اے تم نے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت ذکر مضاف کیونکر ہو سکتا ہے۔ گل و لالہ و نسرین و نسترن کی طرف۔ کہو گے کہ ذکر کا لفظ نہیں بیان کا لفظ اوپر کے مصرع میں ہے۔ وہ بیان کا لفظ رستوں سے اور زنجیروں سے ان چاروں لفظوں سے ربط نہیں پاتا۔ مطلع لکھو۔ قطع لکھو۔ ترجیع بند لکھو۔ یہ مصرع معنی دینے ہی کا نہیں۔ مہمل محض ہے۔ والسلام۔ اسد اللہ۔

ایضاً۔ بندہ پرور "بیش از بیش و کم از کم" یہ ترکیب بہت فصیح ہے اس کو کون منع کرتا ہے۔ اور جلال اسیر کی یہ بیت بہت پاکیزہ اور خوب ہے اسکے معنی یہی ہیں کہ در زمان من مہر بیش از بیش شد۔ و در زمان تو وفا کم از کم شد۔ اُستاد کیلئے کہا گیا ہے یہ تو تین ٹکڑے کا لف و نشر ہے من اور تو مہر اور وفا بیش از بیش اور کم از کم۔ یاد رہے کہ بیشتر از بیش و کمتر از کم اگرچہ بحسب معنی جائز ہے۔ لیکن فصاحت اس میں کم ہے بیش از بیش و کم از کم افصح ہے۔ وہ شعر تمہارا خوب ہے اور ہمارا دیکھا ہوا ہے

قیس از تو نہ ایم کم ولے صبر ؎ بیش ست ترا کم ست مارا

لیکن ہاں پہلے مصرع میں اگر کمتر ہوتا تو اور اچھا تھا۔ بہرحال اتنا خیال رہے کہ ایسی جگہ تر کا لفظ افصح ہے چنانچہ میرا شعر ہے

جلوہ کن منت منہ از ذرہ کمتر نیستم ؎ حسن با این تابناکی آفتابے بیش نیست

ے ورنہ چشمِ توچہ از روزن دیوار کم ست ؛ یہان بہت ہی اوپری معلوم ہوتا ہے اور نرا ہندی کا ترجمہ رہ جاتا ہے فارسیت نہین رہتی ے سہل مشمار زندگانیہا ؛ مجکو یاد پڑتا ہے کہ مین نے اس مطلع کو یون درست کردیا ہے ے

رایگان ست زندگانی ما ؛ ے توان کرد جانفشانی ہا

اور اس صورت مین یہ مطلع ایسا ہوگیا تھا کہ میرے دل مین آئی تھی کہ تم کو نہ دون اور خود اس زمین مین غزل لکھون مگر پھر مین نے تخست نہ کی اور تمکو دے دیا۔ حضرت نے ملاحظہ نہین فرمایا۔ یہ خط جو آپ نے مجھے لکھا ہے شراب کے نشہ مین لکھا ہی اور وہ اصلاحی اوراق بھی اسی عالم مین ملاحظہ فرمائے ہین اب ے گلہ تا کے زندگانی ہا ؛۔ اس کو موقوف کیجیے اور وہ مطلع رہنے دیجیے کہ وہ بہت خوب ہے بعینہ مولانا ظہوری کا معلوم ہوتا ہے۔ بھائی ہمارے اوراق اصلاحی کو غور سے دیکھا کرو ہماری محنت تو ضائع نہ جاوے۔ آیامے چند مین جمع الجمع ایسی کھلی ہوئی نہین ہی بلکہ فقیر کے نزدیک جمع الجمع ہی نہین ہے مثلاً معانی چند اور احکام چند اور اسرار چند یہ آدمی لکھ سکتا ہے مگر آن آمال ہا یہ کھلی سور ٹھ ہے ے خطائے بزرگان گرفتن خطاست ؛ ہمکو اپنی تہذیب سے کام ہے۔ اغلاط مین سند کیون ڈھونڈتے پھرین۔ مثلاً حضرت حافظ نے لکھا ہے ے

صلاح کار کجا و من خراب کجا ؛ ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

میری جان ایسے موقع مین یہ چاہیے کہ بزرگون کے کلام کو ہم مورد اعتراض نکرین اور شہرت فلانے شخص کے انتقال کی بہ غلط البتہ میرا بھی موجب ملال ہے مگر یہ کون سا واقعہ عظیم ہولناک ہے کہ صاحبان اخبار اس کو چھاپین۔ آپ اس طرف

اتنا اعتنا نہ فرمائیے ؎

گر ماہ و آفتاب بمیرد عزا مگیر ÷ ور تیر و زہرہ کشتہ شود نوحہ خوان مخواہ

مین کالے صاحب کے مکان سے اٹھ آیا ہون۔ بلی ماروں کے محلے مین ایک حویلی کرایہ کو لیکر اس مین رہتا ہون۔ وہان کا میرا رہنا تخفیف کرایہ کے واسطے نہ تھا صرف کالے صاحب کی محبت سے رہتا تھا۔ واسطے اطلاع کے تمکو لکھا ہے۔ اگرچہ میرے خط پر حاجت مکان کے نشان کی نہین ہے در دہلی بہ اسد اللہ برسد کافی ہے مگر اب لال کنوان۔ لکھا کرو محلہ بلی ماران لکھا کرو۔ اور ہان صاحب ہمارے شفیق بابو صاحب کا حال لکھو مسہل سے فراغت ہوئی اور مزاج کیسا ہے اور اب اجمیر اور وہان سے الور پہاڑ کو کب جائین گے۔ میرا سلام بھی کہہ دیجے گا

والسلام۔ اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ بست و دوم مارچ سنہ ۱۸۵۲ء

ایضاً مرزا تفتہ پیر شو و بیاموز۔ تم خوش گو اور زود گو معنی ہو۔ لیکن جس کو تم تحقیقات کہتے ہو وہ محض توہمات اور تخیلات ہین۔ قیاس دوڑاتے ہو وہ قیاس کہین مطابق واقع ہوتا ہے کہین خلاف۔ عرفی کہتا ہے ؎ روح را ناشتا فرستادی ÷ یعنی روح کو تونے بھوکا بھیجا۔ ناشتا اُس کو کہتے ہین جس نے کچھ کھایا نہ ہو ہندی اُس کی نہار منہ تم لکھتے ہو ؎ کہ عجب ناشتا فرستادی ÷ یعنی غذاے صبح جیسا کہ ہندی مین مشہور ہے اُس نے ناشتہ بھی کیا ہے یا نہین۔ واقف کہتا ہے ؎

نے محرم قفس نہ بدام آشنا شدیم ÷ نفرین کنیم ساعت پرواز خویش را

یہ بھی ہندی کی فارسی ہے۔ بُری گھڑی اور سُبھ گھڑی۔ اہل زبان ایسے موقع پر طالع لکھتے ہین ؎ نفرین کنیم طالع پرواز خویش را ÷۔ قتیل کہتا ہے ؎

یک وجب جاے بکوئی تو خون پاک نبود ÷ کشتہ بر کشتہ تپان بود و دگر خاک نبود

یہان ہیچ نہ بود کا محل ہے۔ ہندی مین کچھ نہین کی جگہ خاک نہین بولتے ہین۔ اور پھر صاحب برہان قاطع کا کیا ذکر کرتے ہو۔ دعلو ہر لغت کو تینون حرکتون سے لکھتا ہے۔ زیر زبر پیش کا تفرقہ منظور نہین رکھتا ہے۔ لکھتا ہے کہ یون بھی آیا ہے۔ اور یون بھی دیکھا ہی جس لغت کو کاف عربی سے لکھے گا کاف فارسی سے بھی بیان کرے گا۔ جس لفظ کو طائے حطی سے لائے گا۔ تائے قرشت سے بھی ضرور لکھے گا۔ فضلائے کلکتہ کے حاشیے دیکھو کہ وہ اس کی کیا تحمیق کرتے ہین۔ تنبیا نبوت کے مشتقات مین سے ہرگز نہین۔ آمامن امام کے مشتقات مین سے زنہار نہین۔ نبی بخش کا مخفف بنیا۔ اور امام کا متعلق اگر مذکر ہی تو امامی۔ اور اگر مؤنث ہے تو امامن۔ ظفر لنے ہندی لغت کے لانے کا التزام کیا ہے ؎ وقت آن آمد کہ مینارا گ ہندی سر کنند۔ اور اساتذہ کو اس کا التزام منظور نہین۔ مگر کیا کرین۔ گڑگانوان نام ہے ایک گانون کا اس کو کیون کر بدلین۔ ہان گر بہ بائے قرشت کہین گے۔ لکھنو نام ہے ایک شہر کا وہ لکھنو بغیر ہائے مخلوطہ کے کہین گے فی زماننا چھاپے کو چاپ بولتے ہین عرفی جھگڑے کو جگر بولتا ہے ؎ آن باد کہ در ہند گر آید جگر آید۔ راتقیلہ ہائے مخلوطہ۔ تشدید۔ یہ تینون ثقالتین مٹا دین۔ صاحب برہان قاطع اس لفظ کو فارسی بتاتا ہے۔ اور زبان علمی اہل ہند مین بھی اس کو مشترک جانتا ہے۔ اپنے کور سوا اور خلق کو گمراہ کرتا ہے ؎

ہرزہ مشتاب وپے جادہ شناسان بردآ ✦ اے کہ در راہِ سخن چون تو ہزار آمد ورفت

اہل ہند مین سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہین۔ میان فیضی کی بھی کہین کہین ٹھیک نکل جاتی ہے۔ فرہنگ لکھنے والون کا مدار قیاس پر ہے جو اپنے نزدیک صحیح سمجھا وہ لکھدیا۔ نظامی وسعدی وغیرہ کی لکھی ہوئی فرہنگ ہو تو ہم اُس کو مانین ہندیو

کیونکر مسلم الثبوت جانین۔ گاے کا بچہ بزور سحر آدمی کی طرح کلام کرنے لگا۔ بنی اسرائیل اُس کو خدا سمجھے۔ یہ جھگڑے قصے جانے دو۔ دو باتین سنو۔ ایک تو یہ کہ ارغنون کو بغین مضموم مین نے سہو سے لکھا۔ در اصل ارغنون بغین مفتوح اور مخفف اُس کا ارغن او مبدل منہ ارگن ہے۔ دوسرے یہ کہ جب موسوی خان نے ایولے کو ایوا لکھا تو اس لفظ کی صحت مین کچھ تامل نہ رہا۔ رامپور سے اپریل مہینے کا روپیہ اور تعزیت و تہنیت کے خط کا جواب آگیا آیندہ جو خدا چاہے۔ نجات کا طالب غالب۔ یکشنبہ ۱۴۔ مئی ۱۸۶۵ء

ایضاً بھائی یہ مصرع جو تم کو بہم پہنچا ہے فن تاریخ گوئی مین اس کو کرامت اور اعجاز کہتے ہین۔ یہ مصرع سلمان ساوجی و ظہیر کا سا ہے۔ چار لفظ اور چارون واقعے کے مناسب۔ یہ مصرع کہہ کر اور مصرع کی فکر کرنی کس واسطے واہ واہ سبحان اللہ۔ اور یہ جو تم کو فر کے لفظ مین تردد ہوا اور ایک سوکھا سہما شعر ظہوری کا لکھا۔ بڑا تعجب ہے یہ لفظ سیکڑہان بیچ آہنگ مین دو ہزار[۵] جگہ آیا ہوگا۔ فر اور فرہ لفظ فارسی ہے مرادف جاہ کے پس جاہ کو اور اس کو کس نے کہا ہے کہ بغیر ترکیب دیے نہ لکھیے۔ عالیجاہ اور سکندر جاہ اور مظفر فر اور فریدون فر یون بھی درست۔ لو صرف جاہ اور فر یون بھی درست۔ اور ایک بات تم کو معلوم رہے کہ اس پورے خطاب کو خطاب بہادری کہنا بہت بیجا ہے۔ سنو! خطاب کے مراتب مین پہلے تو خانی کا خطاب ہے اور یہ بہت ضعیف ہے اور بہت کم ہے۔ مثلاً ایک شخص کا نام ہے میر محمد علی یا شیخ محمد علی یا محمد علی بیگ اور اُس کو خاندانی بھی خانی نہین حاصل پس جب اُسکو بادشاہِ وقت محمد علیخان کہہ دے تو گویا اُس کو خانی کا خطاب ملا۔ اور جو شخص کہ اُس کا نام اصلی محمد علیخان ہے یا تو وہ قوم افغان ہے

عـه ۵ ہزار کا لفظ محض ظرافۃً لکھا ہے یعنی تم ہمارے فہیم شاگرد اور ہمارے کلام کے قدر کرنے والے اور پھر تم کو یہ خبر نہین کہ ہماری فارسی نثر مین یہ لفظ سیکڑوں بار اور سیکڑوں جگہ استعمال ہوا ہے پس تمہاری غفلت کی مثال ایسی ہے کہ جو چیز ہزار بار دیکھی جائے وہ معلوم نہ رہے۔ ۲۔ ۰۔ ۰

یاخانی اس کی خاندانی ہے۔ بادشاہ نے اس کو محمد علیخان بہادر کہا بس یہ خطاب بہادری کا ہے اسکو بہادری کا خطاب نہ کہتے ہین۔ اس سے بڑھ کر خطاب دولگی کا ہے یعنی مثلاً محمد علیخان بہادر اس کو منیر الدولہ محمد علیخان بہادر کہا اب یہ خطاب دولگی کا ہوا۔ اس کو بہادری کا خطاب نہین کہتے۔ اب اس خطاب پر افزایش جنگ کی ہوتی ہے۔ منیر الدولہ محمد علیخان بہادر شوکت جنگ ابھی خطاب پورا نہین۔ پورا جب ہوگا کہ جب ملک بھی ہو پس پورے خطاب کو خطاب بہادری لکھنا غلط ہے یہ واسطے تمہارے معلوم رہنے کے لکھا گیا ہے۔ اب آپ اس سات بیت کے قطعہ کو اپنے دیوان مین داخل اور شامل کر دیجیے یعنی قطعون مین لکھ دیجیے۔ جب تمہارا دیوان چھاپا جاویگا یہ قطعہ بھی چھپ جاویگا۔ مگر ہان منشی صاحب کے سامنے اس کو پڑھیے اور ان سے استدعا کیجیے کہ اسکو آگرے بھیجین۔ تاکہ چھاپا ہو جاوے اسعد الاخبار مین اور زبدۃ الاخبار مین یقین ہے کہ وہ تمہارے کہنے سے عمل مین لاوین گے مجکو کیا ضرور ہے کہ مین لکھون مین نے یہان صادق الاخبار مین چھپوا دیا ہے۔

ایضاً صاحب! دو زبانون سے مرکب ہے یہ فارسی متعارف۔ ایک فارسی۔ ایک عربی۔ ہرچند اس منطق[۱] مین لغات ترکی بھی آجاتے ہین مگر کمتر۔ مین عربی کا عالم نہین مگر نرا جاہل بھی نہین۔ پس اتنی بات ہے کہ اس زبان کے لغات کا محقق نہین ہون علماء سے پوچھنے کا محتاج اور سند کا طلبگار رہتا ہون۔ فارسی مین مبدأ فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد و ضوابط میری ضمیر مین اسطرح جاگزین ہین جیسے فولاد مین جوہر۔ اہل پارس مین اور مجھ مین دو طرح کے تفاوت ہین۔ ایک تو یہ

۱ منطق سے مراد یہان زبان یا بولی ہے ۱۲۔

ان کا مولد ایران اور میرا مولد ہندوستان۔ دوسرے یہ کہ وہ لوگ آگے۔ پیچھے۔ سو دو سو
چار سو۔ آٹھ سو برس پہلے پیدا ہوئے ہین جُود لغت عربی ہے بمعنی بخشش۔ جوّاد صیغہ
ہے صفت مشبہ کا بہ تشدید۔ اس وزن پر صیغہ فاعل میری سماعت مین جو نہین آیا
تو مین اس کو خود نہ لکھون گا۔ مگر جب کہ نظیری شعر مین لایا اور وہ فارسی کا مالک اور عربی
کا عالم تھا تو مین نے مانا۔ کیا ہنسی آتی ہے کہ تم مانند اور شاعرون کے مجکو بھی یہ
سمجھے ہو کہ استاد کی غزل یا قصیدہ سامنے رکھ لیا۔ یا اس کے قوافی لکھ لیے اور ان قافیون
پر لفظ جوڑنے لگے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بچپن مین جب مین ریختہ لکھنے لگا ہون
لعنت ہے مجھ پر اگر مین نے کوئی ریختہ یا اس کے قوافی پیش نظر رکھ لیے ہون۔ صرف
بحر اور ردیف قافیہ دیکھ لیا۔ اور اس زمین مین غزل قصیدہ۔ لکھنے لگا۔ تم کہتے ہو نظیری
کا دیوان وقت تحریر قصیدہ پیش نظر ہوگا اور جو اس کے قافیہ کا شعر دیکھا ہوگا اس پر لکھا
ہوگا۔ واللہ اگر تمہارے اس خط کے دیکھنے سے پہلے مین یہ بھی جانتا ہون کہ اس زمین
مین نظیری کا قصیدہ بھی ہے چہ جاے آن کہ وہ شعر۔ بھائی شاعری معنی آفرینی ہے
قافیہ پیمائی نہین ہے ؁ زمان لفظ عربی ازمنہ جمع۔ دونون طرح فارسی مین مستعمل۔
زمانی۔ یک زمان۔ ہر زمان۔ زمان زمان۔ درین زمان۔ دران زمان۔ سب صحیح اور
فصیح۔ جو اس کو غلط کہے وہ گدھا۔ بلکہ اہل فارس نے مثل موج و موجہ یہان بھی ہے
بڑھا کر زمانہ استعمال کیا ہے۔ یک زمان کو مین نے کبھی غلط نہ کہا ہوگا۔ سعدی کے
شعر لکھنے کی کیا حاجت۔ سنو میان میرے ہموطن یعنی ہندی لوگ جو وادی فارسی
دانی مین دم مارتے ہین وہ اپنے قیاس کو دخل دے کر ضوابط ایجاد کرتے ہین۔
جیسا وہ گھاگس الو عبد الواسع ہانسوی لفظ نامراد کو غلط کہتا ہے۔ اور یہ الو کا پٹھا قتیل

صفو تکدہ و شفقکدہ و نشترکدہ کو۔ اور ہمہ عالم و ہمہ جا کو غلط کہتا ہے۔ کیا مین بھی ویسا ہی ہون جو یک زمان کو غلط کہون گا۔ فارسی کی میزان یعنی ترازو میرے ہاتھ مین ہے للہ الحمد وللہ الشکر۔ مرقومہ چہارشنبہ ۲۷۔ ماہ۔ اگست ۱۸۶۲ء

ایضاً میان تمہارے انتقالات ذہن نے ملا۔ مین نے کب کہا تھا کہ تمہارا کلام اچھا نہین۔ مین نے کب کہا تھا کہ دنیا مین کوئی سخن فہم و قدردان نہ ہوگا۔ مگر بات یہ ہے کہ تم مشق سخن کر رہے ہو۔ اور مین مشق فنا مین مستغرق ہون۔ بوعلی سینا کے علم کو اور نظیری کے شعر کو ضائع اور بے فائدہ اور موہوم جانتا ہون۔ زیست بسر کرنے کو کچھ تھوڑی سی راحت درکار ہے۔ اور باقی حکمت اور سلطنت اور شاعری اور ساحری۔ سب خرافات ہے۔ ہندوون مین اگر کوئی اوتار ہوا تو کیا اور مسلمانون مین نبی بنا تو کیا۔ دنیا مین نام آور ہوئے تو کیا اور گم نام جیے تو کیا۔ کچھ وجہ معاش ہو اور کچھ صحت جسمانی۔ باقی سب وہم ہے اے یار جانی۔ ہر چند وہ بھی وہم ہے مگر مین ابھی اسی پایہ پر ہون۔ شاید آگے بڑھ کر یہ پردہ بھی اٹھ جائے۔ اور وجہ معیشت اور صحت و راحت سے بھی گزر جاون عالم بیرنگی مین گزر پاون جس سناٹے مین مین ہون وہان تمام عالم بلکہ دونون عالم کا پتہ نہین۔ ہر کسی کا جواب مطابق سوال کے دیئے جاتا ہون اور جس سے جو معاملہ ہے اُس کو ویسا ہی برت رہا ہون لیکن سب کو وہم جانتا ہون۔ یہ دریا نہین ہے سراب ہے ہستی نہین ہے پندار ہے۔ ہم تم دونون اچھے خاصے شاعر ہین۔ مانا کہ سعدی و حافظ کے برابر مشہور رہین گے۔ اُن کو شہرت سے کیا حاصل ہوا کہ ہمکو تمکو ہوگا" قطعات تاریخ آگرہ کیونکر بھیجون پھر تمہارے پاس بھیجتا ہون۔ خالق معنی بمعنی معنی آفرین صحیح اور مسلم اور جائز لیکن جس طرح اللہ مین مشدد لام کو دو لام کے قائم مقام قرار دیا ہے

الہ اور الہی مین الف ممدودہ کو دوسرا۔ الف کیونکر سمجھین۔ قیاس کام نہین آتا۔ اتفاق سلف شرط ہے۔ جب اور کسی نے الہی مین دو الف نہین مانے تو ہم کیونکر مانین۔ دویم بروزن جویم غلط۔ دُوم ہے بغیر تحتانی بالفرض تحتانی بھی لکھین تو دیم پڑہین گے۔ اگرچہ لکھین گے دویم واو کا اعلان ٹکسال باہر ہے۔ ہان دومی درست ہے مگر نہ بہ حذف تحتانی مثل زمین نہ بہ حذف نون۔ بلکہ بطریق قلب بعض۔ دویم کا دومی ہوگیا۔ کنوی کی تاریخ کوئے تامل بھیج دو۔ اور تاریخ وفات کا اور مادہ سوچو۔ کس واسطے کہ جب الہی مین سے ایک الف لیا تو ایک عدد کم ہوجائے گا۔ والدعا۔ ازغالب روز ورودنامہ بلکہ وقت ورودنامہ بعد خواندن نوشتہ شد۔ یکشنبہ۔

ایضاً بھائی تمہارے ذہن نے خوب انتقال کیا۔ مین نے جس وقت یہ شعر پڑھا بہند آمدندی زایران دیار ؎ آمدندی کی جگہ آمدندی بصیغۂ استمرار ٹکسال باہر معلوم ہوا رسیدند در ہند ز ایران دیار۔ اُس کی جگہ لکھ دیا۔ واقعی پوستین کا بھیجنا راہ مین واقع ہوا۔ پھر رسیدند در ہند بیجا۔ تمہارا تصرف مستحسن۔ جس طرح تم نے لکھا ہے اسی طرح رہنے دو۔ صاحب اسنبلستان سے کیون گھبراتے ہو۔ مین تمہارے گھبرانے سے گھبراتا ہون رخ کو گل زلف کو سنبل فرض کرتے ہین سنبلستان مین کیا عیب ہے۔ اور اگر نہین پسند تو یہ قصہ ہی جانے دو۔ اس وقت تک کہ اکتوبر کے آٹھوین ہفتے کا دن تیسرے پہر کا وقت ہے۔ میر قاسم علی صاحب تشریف نہین لائے۔ ہاترس کے منصف اور دلی کے نامنصف ہین ۱۲۔ ازغالب روز شنبہ ہشتم اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ آخر روز۔

ایضاً میان سنو اس قصیدہ کا ممدوح شعر کے فن سے ایسا بیگانہ ہے جیسے ہم تم اپنے اپنے مسائل دینی سے۔ بلکہ ہم تم باوجود عدم واقفیت امور دینی سے نفور نہین اور وہ

شخص اس فن سے بیزار ہے۔ علاوہ اس کے وہ اتالیق کہان۔ وہان سے نکالے گئے دلی مین اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہین۔ عجب ہے آئے ہین ایک بار میرے پاس نہین آئے نہ مین اُنکے پاس گیا۔ یہ لوگ اس لایق بھی نہین کہ ان کا نام لیجیے۔ چہ جاے آنکہ مدح کیجیے۔ ہاے انوری ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوارِ مدیح ؏ اے دریغا نیست معشوقے سزاوارِ غزل

ایضاً انگشتری اور خاتم دونون ایک ہین تم نے خاتم بمعنے نگین باندھا یہ غلط۔ جنس وفا ے کس مخر کیا ترکیب ہے۔ جنس کس مخر وفا البتہ درست ہے۔ نظر اول مین بسبب تکدر حواس۔ اور کثرت درد و ورم پا کے مین نے خیال نہ کیا ہوگا ۱۲۔ یہ خط لکھ کر بند رکھا تھا کہ کل صبح روانہ کرونگا۔ چشم بد دور آج اسی وقت کہ دو گھڑی دن ہے آپ کا نوازشنامہ پہنچا وہ سرا جو مین نے خالی چھوڑ دیا ہے اُسکو کتر کر یہ سطرین لکھ کر پھر بند کرتا ہون سبحان اللہ ؎ دیگر بنوان گفت اخص را کہ اعم ست این ؏ اس کا وزن کب درست ہے۔ کیا فرماتے ہو۔ غور کرو۔ بعد غور کے اس کی ناموزونی کا خود اقرار کروگے۔ شرف قزوینی کے مطلع مین ساغر غم درکشیدہ ایم۔ و دم درکشیدہ ایم۔ دوسرے شعر مین پیمانہاے زہر ستم درکشیدہ ایم درکشیدن کو ربط پیمانہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ۔ اگر زہر درکشیدن جائز ہوتا تو وہ سم کے قافیہ کو کیون چھوڑتا۔ تیسرے شعر مین قلم درکشیدن ہے۔ چوتھے شعر مین آب درکشیدن ہے۔ پانچوین مین سر درکشیدن ہے۔ کیا زہر پانی ہے۔ اگر بمثل زہر آب ہوتا تو روا تھا۔ سبحان اللہ یہ عبارت جائیکہ شرف قزوینی ساغر و پیمانہ و زہر درکشید۔ اے برادر شرف زہر کجا درکشید بلکہ پیمانۂ زہر درکشید۔ شما ہم ساغر سم درکشید۔ سم درکشیدن کجا و پیمانہ غم درکشیدن کجا۔ ہم نے تو تم کو اجازت دی ہے۔ خیر رہنے دو۔ ہندین

اس کو کون سمجھے گا چاہو یون کردو ۔

دانی من و دل آنچه بهم درکشیده ایم ٭ در یک نفس دو ساغر سم درکشیده ایم

غالب ۱۲ ٭ ۔ سبحان اللہ تم جانتے ہو کہ مین اب دو مصرع موزون کرنے پر قادر ہون جو مجھ سے مطلع مانگتے ہو ۔

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی ٭ بدست مرگ ویے بدتر از گمان تو نیست

خیر شرف قزوینی کی سند پر وہ مطلع رہنے دو غالب ۱۲ ۔ مین ایسا جانتا ہون کہ دراعہ تشدید ہے اور وہ ورع بوزن زرع اور لغت ہے ۱۲ صاحب یہ قصیدہ تم نے ایسا لکھا ہے کہ میرا دل جانتا ہے کیا کہنا ہے ۔ ایک خیال رکھا کرو کہ شعر اخیر مین کوئی بات ایسی آجائے کہ جس سے اختتام کے معنی پیدا ہوا کرین ۔ ایک قصیدہ اصلاح دے کر بھیج چکا ہون ۔ اور اُسی پر فلانے صاحب کے باب مین تمکو ایک نصیحت کرچکا ہون ۔ اُدھر کے جواب کا ہرگز خیال نہ رکھو اور اِدھر سے اگر قصیدے کے ارسال مین دیر ہوا کرے تو گھبرایا نہ کرو ۔ اب میرے پاس دو قصیدے ہین ایک لشکر برادرم اور ایک کل آیا ہے بر جا ماند و دریا ماند خوب کہے کہ مضمون سے پہلے ممدوح ڈھونڈھنا پڑتا ہے اگر مین تم کو ممدوح بنا سکتا تو قصیدہ اُس کے نام کا تم سے منگوا چکا ہوتا ۔ اور اُس ممدوح تک پہنچا چکا ہوتا ۔ بھائی ایک دقیقہ ہے کہ لکھنے کے قابل نہین ۔ ہان ملاقات ہوئے پر کہہ سکتا ہون ۔ اللہ اللہ ۔

ایضاً صاحب گوہر راخا و را یہ قصیدہ بہت اصلاح طلب تھا ہم نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے ۔ جب تم صاف کرکے بھیجو گے ہم تمہارے ممدوح کو دے دینگے ۔ کل تمہارا یہ قصیدہ پہنچا ہم نے دوپہر کو دیکھ کر درست کیا ۔ آج پنجشنبہ ۱۲ ستمبر کو ڈاک مین بھجوا دیا ۔ صاحب آج میر بادشاہ آئے تمہاری خیر و عافیت انکی زبانی

معلوم ہوئی اللہ تمہیں خوش رکھے اور مجکو تمہارے خوش رکھنے کی توفیق دے۔ ممدوح کا نام کیا لکھوں بات اسی قدر ہے کہ رامپور میں کوئی صورت کسیطرح بنتی نظر نہیں آتی۔ ورنہ کیا تمہارا قصیدہ وہاں نہ بھجواتا ۱۲ وداعہ کو یہ نہ کہو کہ تشدید نہیں ہے۔ اصل لغت مشدد ہے شعرا اس کو مخفف بھی باندھتے ہیں۔ سعدی کے مصرعہ سے اتنا مقصود حاصل ہوا کہ وداعہ بے تشدید بھی جائز ہے۔ یاد رہے جادہ اور وداعہ دونوں عربی لغت ہیں دونوں دال کے تشدید سے اور یہ رے کی تشدید سے مگر خیر جادہ وداعہ بھی لکھتے ہیں۔ یہ نہ کہو کہ وداعہ ہرگز نہیں ہے یہ کہو وداعہ بے تشدید بھی جائز ہے غالب ۱۲۔

ایضاً صاحب دیباچہ و تقریظ کا لکھنا ایسا آسان نہیں ہے کہ جیسا تمکو دیوان کا لکھ لینا کیوں روپیہ خراب کرتے ہو۔ اور کیوں چھپواتے ہو۔ اور اگر یوں ہی جی چاہتا ہے تو ابھی کہے جاؤ آگے چل کر دیکھ لینا۔ اب یہ دیوان چھپوا کر اور تیسرے دیوان کی فکر میں پڑ گئے تم تو دو چار برس میں ایک دیوان کہہ لو گے میں کہانتک دیباچہ لکھا کرونگا۔ مدعا یہ ہی کہ اس دیوان کو اس دیوان کی برابر ہو لینے دو۔ اب کچھ قصیدہ و رباعی کی فکر کیا کرو دو چار برس میں اس قسم سے جو کچھ فراہم ہو جاوے دوسرے دیوان میں اس کو بھی درج کرو۔ صاحب جہاں تقطیع میں الف نہ سمائے وہاں کیوں لکھو۔ اسد۔

ایضاً دیدہ ست یہ لفظ نیا بنایا ہے۔ مقصود تمہارا میں نے تو سمجھ لیا مگر زنہار اور کوئی نہ سمجھیگا المعنی فی بطن القائل کے یہی معنی ہیں چشمان پرخمار و چشمان بے حیا۔ ان دونوں ترکیبوں میں سے ایک لکھ لو۔ ان سب اشعار میں نہ عیب نہ لطف۔ دیکھو صاحب خط میں تم پھر وہی بیش و بیشتر کا قصہ لائے ہو۔ چہ جرم و چہ سبب و چہ گناہ پر جو سند لاتے ہو عشق است و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم ۔ اسکی حاجت کیا ہے۔ جانان مددے یاران مددے

یہ تمام غزل اسی طرح کی ہے۔ اگر یہ ترکیب درست نہوتی تو مین ساری غزل کیون نہ کاٹ ڈالتا۔ دیکھو رفیع السودا کہتا ہے ؎

نہ ضرر کفر کو نہ دین کو نقصان مجھ سے ✦ باعث دشمنی اے گبر و مسلمان مجھ سے

غالب کہتا ہے ؎

مجھ تک کب اُنکی بزم مین آتا تھا دور جام ✦ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین

یعنی اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو مین ڈرتا ہون۔ یہ جملہ سارا معترضہ ہے میرا فارسی کا دیوان جو دیکھے گا وہ جانے گا کہ جملے کے جملے معترضہ چھوڑ جاتا ہون مگر ؎ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد ✦ یہ فرق البتہ وجدانی ہے بیانی نہین ؎

اگر دریافتی بر دانشت بوس ✦ وگر غافل شدی افسوس افسوس

از اسد اللہ روز جمعہ ۱۳ جنوری ۱۸۵۶ء

ایضاً صاحب یہ قصیدہ تم نے بہت خوب لکھا ہے حق تعالےٰ شانہ اسکا تمہین صلہ دے نواب مصطفےٰ خانصاحب کے ہان سے قصیدے کی رسید آگئی یقین ہے کہ تم کو بھی وہ خط لکھین۔ وہ نیولا یہان آیا چاہتے ہین اور مجکو یہ لکھا تھا کہ قصیدہ پہنچا۔ کیا کہنا ہے ایسا اور ایسا ہے۔ مین چند روز مین وہان آتا ہون۔ عند الملاقات اس قصیدہ کے باب مین باتین ہونگی۔ ضیاء الدین خانصاحب کا بھی مقدمہ آج کل فیصل ہوا چاہتا ہے۔ وہ قصیدہ جو میرے پاس امانت ہے اُنکو دیا جائیگا انشاء اللہ العلی العظیم ؎ از من فراغ بُرد بُریدم من از فراغ ✦۔ بُریدم من از فراغ یعنی قطع نظر کردم از فراغ و نومید شدم از فراغ ۔

ایضاً بھائی ریمیا و سیمیا خرافات ہے۔ اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بوعلی یہ بھی کچھ اس باب مین لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہین جو اشیا کی تاثیر سے تعلق

رکھے وہ کیمیا اور جو اسباب سے متعلق ہو وہ سیمیا۔ ع

جان غم سیمیا نخورد نگہے ٭ دل سوے کیمیا نیاوردم

شعر با معنی ہوگیا یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہین وہ حق ہے۔ کیا آگے آدمی احمق پیدا نہین ہوتے تھے۔ زمان و زمانہ کو مین پاگل ہون جو غلط کہونگا۔ ہزار جگہ مین نے نظم و نثر مین زمان و زمانہ لکھا ہوگا۔ وہ شعر کس واسطے کاٹا گیا سمجھو پہلا مصرع لغو۔ دوسرے مصرعہ مین نبرد کا فاعل معدوم۔ حلقہ زا کی زے پر نقطہ نہ تھا مین نے غصہ مین لکھا کہ نہ حلقہ را درست نہ حلقہ زا درست۔ مگر یہ فارسی بے دلانہ ہے خیر رہنے دو۔ مرتا ہون مجھے سمجھاتے ہو کہ صد جا در کلام اہل زبان خواہند یافت۔ مگر مین بانی کلام اہل زبان نہین ع گردش چرخ استخوان سائید ٭ اس سے یہ بہتر ہے ع سودہ شد استخوان ز گردش چرخ ٭ باقی اور مصرعے سب اچھے بنائے ہین۔ غالب ۱۲۔

ایضاً حضرت پرسون صبح کو تمہارے سب کاغذ ایک لفافہ مین بند کر کے ڈاک گھر بھجوا دئیے۔ سمجھا کہ اب چند روز کو جان بچی اُسی دن شام کو ایک خط آپ کا اور پہنچا اُسکو بھی روانہ کرتا ہون۔ اپنا حال پرسون کے خط مین مفصل لکھ چکا ہون۔ ادنے بات یہ ہے کہ جو کچھ لکھتا ہون وہ لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ مزے کی بات ہے کہ میرا لکھا ہوا میرا حال باور نہین۔ اور کسی نے جو کہدیا کہ غالب کے پانون کا ورم اچھا ہوگیا۔ اور اب وہ شراب دن کو بھی پیتا ہے تو حضور نے ان باتونکو یقین جانا۔ بیس برس آگے یہ بات تھی کہ ابر و باران مین با ہمیشہ از طعام چاشت یا قریب شام تین گلاس پی لیتا تھا اور شراب شبانہ معمولی مین مجرا نہ لیتا تھا۔ اس بیس برس مین بیس برساتین ہوئین بڑے بڑے مینہ برسے پینا ایک طرف دل مین بھی خیال نہ گزرا۔ بلکہ رات کی شراب

کی مقدار کم ہو گئی ہے۔ پانون کا ورم حد سے زیادہ گزر گیا۔ مادہ تحلیل کے قابل نہ نکلا۔ کمون شروع ہو گئی۔ حکما جو دو تین یہان ہین اُن کی راے کے مطابق کل سے نیب کا بھرتا بندھے گا وہ پکالائیگا تب اُس کے پھوڑنے کی تدبیر کیجائے گی۔ تلوا زخمی۔ پنڈلی زخمی۔ اگر وہ نامرد بے درد جھوٹا ہے تو اُس پر ہزار لعنت۔ اور اگر مین جھوٹا ہون تو مجھ پر سو ہزار لعنت"

ایضاً مرزا تفتہ یہ غلطی تمہارے کلام مین کبھی نہین دیکھی تھی کہ شعر ناموزون ہو۔ بڑی قباحت یہ کہ اعم بہ تشدید لفظ عربی ہے ع دیگر نتوان گفت اخص راکہ اعم است۔ مگر بحر اور ہو جاتی ہے۔ تا ناکہ فارسی نویسان عجم نے یون بھی لکھا ہو کاف کے اسقاط کی کیا توجیہ کرو گے اور پھر اس صورت مین بھی تو بحر بدل جاتی ہے۔ ناچار اس شعر کو نکال ڈالو۔ ہمین نے تمہین قصائد لکھنے کو کہا تھا۔ اب ہم منع کرتے ہین کہ عاشقانہ قصائد نہ لکھا کرو۔ مدح بشرط ضرورت لکھو۔ مگر بہ فکر و غور ۱۲ غالب ۱۶ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب کشیدن کی جگہ درکشیدن و برکشیدن بلکہ برکشیدن کی جگہ درکشیدن نہ چاہیے برآمدن و درآمدن کا استعمال بعض متاخرین نے عام کر دیا ہے یعنی درآید سے برآید کے معنی لیے ہین لیکن درکشیدن اور ہے اور کشیدن اور۔ مین قریب بمرگ ہون۔ پانون کے ورم نے اور ہاتھ کے پھوڑے نے مار ڈالا ہے تا باور کرنا اور میرے سب آدمی بلکہ بعض دوست جو روز آتے ہین وہ بھی گواہ ہین کہ مین صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پڑا رہتا ہون۔ خطوط کی تحریر لیٹے لیٹے ہوتی ہے۔ اشعار اصلاح کو بہت جگہ سے آتے تھے سب کو منع کر دیا ایک رئیس رامپور اور ایک تم ان کی اصلاح رہ گئی۔

ایضاً حضرت آپ کے سب خط پہنچے۔ سب قصیدے پہنچے بعد اصلاح بھیج دیے گئے۔ ستر برس کی عمر آلام روحانی نہ مین کہون نہ کوئی یاد کرے۔ آمراض جسمانی مین کیا کلام ہے۔ بائین پانون

تن مہینا بھر سے ورم ہے۔ کھڑے ہونے مین رگین پھٹنے لگتی ہین۔ افعال دماغ ناقص ہو گئے حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہین۔ قصہ مختصر ایک قصیدہ سابق کا اور ایک کل کا آیا ہوا یہ دونون ایک لفافہ مین آج روانہ کرتا ہون۔ جمعہ ۲۔ جولائی۔

ایضاً حضرت اس[۱] قصیدہ کی جتنی تعریف کرون کم ہے۔ کیا کیا شعر نکالے ہین لیکن افسوس کہ بے محل اور بے جا ہے۔ اس مدح اور اس ممدوح کا بعینہ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر سیب کا یا ہی کا درخت اگ جائے۔ خدا تم کو سلامت رکھے دکان بے رونق کے خریدار ہو۔ ۱۲

ایضاً نواب صاحب ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کر کے انبالہ کا جانا موقوف کیا۔ اور بڑے گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا۔ بیمار ہون ہات پر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار ہو گیا ہے۔ دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے۔ غالب ۱۲

ایضاً تمکو معلوم رہے کہ ایک ممدوح تمہارے یہان آئے ہین۔ اُن کو مین نے تمہاری فکر اور تلاش کا مداح پایا۔ جنوری ۱۸۶۲ء مین کچھ تمہاری خدمت مین بھیجین گے تم کو تحمل کرنا ہوگا۔ سمجھے! یہ کون؟ یعنی نواب مصطفے خان صاحب۔ اور دوسرے ممدوح یعنی نواب ضیاء الدین خان۔ وہ آخر دسمبر ۱۸۶۱ء مین یا اوائل جنوری ۱۸۶۲ء مین حاضر ہونگے۔

ایضاً لاحول ولاقوۃ کس ملعون نے بسبب ذوق شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی۔ اگر مین شعر سے بیزار نہ ہون تو میرا خدا مجھ سے بیزار۔ مین نے تو بطریق قہر درویش بجان درویش لکھا تھا۔ جیسے اچھی جورو بُرے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے۔ میرا تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہے ۱۲۔

ایضاً[۲] میرزا تفتہ کیا کہنا ہے نظیری کا پتا نہ غالب کا۔ مداح شایستہ صد ہزار آفرین اور

[۱] یہ قصیدہ غالباً میرزا تفتہ نے خود مرزا صاحب مرحوم کی مدح مین لکھ کر بھیجا تھا۔ ۱۲
[۲] یہ رقعہ بھی غالباً کسی مدحیہ قصیدہ کے جواب مین لکھا ہے جو خود مرزا غالب مرحوم کی مدح مین لکھا گیا تھا۔ ۱۲

ممدوح سزاوار صد نفرین ۱۲

ایضاً صاحب تم نے تن تن کا ذکر کیون کیا۔ مین نے اس باب مین کچھ لکھا نہ تھا۔ تن تن اور تننّا اصوات ہین تار کے۔ ہندی و فارسی مین مشترک۔ نبیا اور امامن کے لکھنے کو مین نے منع ہرگز نہین کیا شوق سے لکھو۔ یہ تم کو سمجھایا تھا کہ نبیا مخفف نبی بخش۔ اور امامن متعلق بہ امام ہے مشتقات مین سے اس کو تصور نہ کرو۔ قاعدہ دانان اشتقاق تم پر ہنسین گے ۱۲۔ ایواے کے جتنے شعر تم نے لکھے ہین سب مانع ہین ایواکے۔ اور سند ایوا کی موسوی خان نے بحسب ضرورت شعر ایوا لکھا ہے۔ تہمتن بروزن قلمزن ہے۔ فردوسی نے سو جگہ شاہنامہ مین تہمتن بسکون ہاے ہوز لکھا ہے۔ پس کیا اس لغت کی دو صورتین قرار پا گئین لاحول ولاقوۃ۔ لغت وہی بحرکت ہاے ہوز ہے ۱۲۔ مین نے کس قدر کلام کو طول دیا۔ صائب کے شعر کی حقیقت شرح وبسط سے لکھی تم نے ہرگز اعتنا نہ کیا۔ ایوا کو الگ سمجھے مصیبتاہ کو جدا سمجھے۔ بھلا میرے قول کو گوز شتر سمجھتے ہو۔ نرا مصیبتاہ یا حسرتاہ برہان قاطع مین یا بہار عجم مین ہم کو دکھا دو۔ وہی واے ہے کہ جب اس کے بعد مصیبتا یا حسرتا یا ویلا آتا ہے تو تحتانی کو حذف کر کے وا ویلا وغیرہ لکھتے ہین۔ چاہو لے وا ویلا لکھو۔ چاہو وا ویلا لکھو۔ چاہو آخر مین ہاے ہوز لکھو جیسا کہ وا مصیبتاہ۔ چاہو نہ لے ہاے ہوز وا مصیبتا۔ اور یہی حال ہے حسرت و درد و اسف و دریغ کا جہان اسے کے ساتھ وا مصیبتا پاؤ۔ وہان ای کو حرف ندا اور منادی یعنی ہمنشین اور ہمدم کو مقدر سمجھو۔ فرہنگ لکھنے والون نے اشعار قدما مین ترکیبین دیکھین۔ اپنا قیاس دوڑا کر اس کی حقیقت ٹھہرا لی کہین ان کا قیاس غلط کہین صحیح سو ان مین یہ دکنی ایسا کج فہم ہے کہ اس کا قیاس سو لغت مین شاید دس جگہ صحیح ہو۔ مین نے تو صاف لکھ دیا تھا کہ موسوی خان کے شعر کی سند پر ایوا کو رہنے دو

مگر صائب کے شعر مین ایوا کو الگ اور مصیباہ کو جدا نہ سمجھو۔ تمہارے قیاس نے پھر تمہین کہین کا کہین پھینکا۔ اور تم نے بھی کہا کہ صائب نے ایوا لکھا ہے۔ نجات کا طالب غالبؔ

ایضاً سچ ہے اگر آپ اُستاد کا مصرع نہ لکھتے تو مین بڑے استادان رنگ کو کہا نسجھتا

به از من نصیحت گری بایدت ٭ ندانم پس از من چه پیش آیدت

مین نے جو لکھا کہ مین اچھا ہون اُس کو آپ سمجھ کر خدا کا شکر بجالاے۔ وہ جو مین نے لکھا تھا کہ شدت مرض کا بیان مبالغہ شاعرانہ ہے اُس کو بھی آپ نے سچ جانا ہوگا۔ حال آن کہ یہ دونون کلمے ازراہ طنز تھے۔ مین جھوٹ سے بیزار ہون اور جھوٹے کو ملعون جانتا ہون کبھی جھوٹ نہین بولتا۔ جب تم نے کسی طرح بیان واقعی کو باور نہ کیا تو مین نے تمہین لکھ بھیجا کہ اچھا ہون۔ اور یہ کلمہ تمہین مین نے جب لکھا ہے کہ عہد کر لیا ہے کہ جب تک دم مین دم اور ہات مین جنبش قلم ہے جب تک موقع اصلاح خیال مین آسکتا ہے۔ آج جو تمہارا دفتر پہنچے گا اُس کو کل روانہ کر دیا کرون گا۔ مجملاً حال میرا یہ ہے کہ قریب بمرگ ہون۔ دونون ہاتون مین پھوڑے پانون مین ورم نہ وہ اچھے ہوتے ہین نہ یہ رفع ہوتا ہے بیٹھ نہین سکتا۔ لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ کل تمہارا دو ورقہ آیا آج صبح کو لیٹے لیٹے اُسکو دیکھ کر تمہین بھجوایا۔ زنہار تم مجھے تندرست سمجھے جاؤ اور دفتر کے دفتر بھیجتے رہو۔ ایک دن سے زیادہ توقف نکرونگا۔ قریب مرگ ہون تو بلا سے۔ غالبؔ صبح پنجشنبہ۔ ۲۳۔ جولائی ۱۸۶۳ء

ایضاً صاحب قصیدہ پر قصیدہ لکھا اور خوب لکھا آفرین ہے پھر اُستاد کے شعر تضمین کیون کرتے ہو نہ اس کی کچھ حاجت نہ اس مین کوئی افزایش حُسن تمہاری۔ ایک شعر کو ایک شعر کے بعد رکھ دیا ہے تا کہ مقطع کلام ہو جائے۔ پہلا قصیدہ تمہارا بر آورم بر آورم کی ردیف کا سُست ہے اس کو ہم نے نامنظور کیا۔ مگر نظر ثانی مین جو شعر قابل

رکھنے کے ہونگے وہ لکھ کر تم کو بھیج دینگے۔ بالفعل ایک شعر کی قباحت تم پر ظاہر کرتے ہین تاکہ آیندہ اس جانب سے احتراز کرو۔ ع نورِ سعادت از جبہۂ قاصد چکید ۔ یہ کیا ترکیب ہے جبہہ بروزن چشمہ ہے یعنی دو ہائی ہوز ہین جبۂ قاصد ایک ہائے ہوز کہان گئی ع ہر کجا چشمۂ بود شیرین ۔ چشمہ کی جگہ جبہ لکھتے ہو۔ یہ بات ہمیشہ کو یاد رہے اتنے بڑے مشاق سے ایسی غلطی بہت تعجب کی بات ہے ۱۲۔ میان ع بہ کنہ نا نہ سازد نیش بود ۔ یہ کوئی لغت نہین ایک لفظ نہین کہ کسی فرہنگ مین نہ نکلے آپ یہ طرزِ تحریر ہی کس کو یاد ہے کہ اس کا نظیر کہان موجود ہے۔ اس امر سے قطع نظر وہ شخص ایسا کہان کا فارسی دان اور عالم ہے کہ مین لڑکون کی طرح بیت بحثی کرون [illegible] آپ لگادین ایک جوتی تم سے لگوادی۔ آب قطع نظر کرو اور سکوت اختیار فرماؤ۔ مین برہان کا خاکا اڑا رہا ہون۔ چار شربت اور غیاث اللغات کو حیض کا لتہ سمجھتا ہون ایسے گمنام پھوکرون سے کیا مقابلہ کرونگا۔ برہان قاطع کے اغلاط بہت نکالی ہین۔ دس جزو کا ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام قاطع برہان رکھا ہے اب اسکے چھاپے کی فکر ہے۔ اگر [illegible] حاصل ہوگیا تو ایک جلد چھاپے کی تم کو بھیج دونگا ورنہ کاتب سے نقل کروا کر قلمی ایک جلد بھیج دونگا۔ بہت سودمند نسخہ ہے۔ ۱۲۔ اس قصیدہ متبرکہ کو موافق اصلاح کے اس کاغذ سے اور کاغذ پر نقل کرکے۔ اور جو مطالب کہ اس کاغذ پر مرقوم ہین اُن کو حافظہ کی سپرد کرکے اس ورق کو پھاڑ ڈالو۔ اور اس قصیدہ پر ناز کیا کرو یہ قصیدہ تمہارا ہمکو بہت پسند آیا ہے۔ غالب جمعہ ۴۔ اکتوبر ۱۸۶۱ء۔

ایضاً صاحب تمہارے یہ اوراق سکندر آباد سے دلی اور دلی سے رامپور پہنچے یقین ہے کہ رامپور سے میرے بھیجے ہوئے سکندر آباد پہنچے ہونگے۔ سوائے ایک مصرعہ کے

مجھے اور جگہ کی اصلاح یاد نہین - تم جو اپنے فرزند کو ناشناسا سے مزاج روزگار کہتے ہو
خود اس مین اُس سے کیا کم ہو - پہلے تو یہ بتاؤ کہ رامپور مین مجھے کون نہین جانتا - کہان
مولوی وجیہہ الزمان صاحب کہان ہین - اُن کا مسکن میرے مسکن سے دور - پھر در دولت
رئیس کہان اور مین کہان - چار دن والئی شہر نے اپنی کوٹھی مین اُتارا - مین نے مکان
جداگانہ مانگا - دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین - اب اُس مین رہتا ہون - بحسب
اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے ڈاک منشی آشنا ہو گیا ہے برابر دلی سے خط چلے آتے
ہین - صرف رامپور کا نام اور میرا نام - محلہ کی اور عرف کی حاجت نہین - بلکہ در دولت اور
مولوی صاحب کے نشان سے شاید خط تلف ہو جائے - دوسری بات جو تم نے لکھی ہے
وہ بھی مطابق واقع و مناسب حال نہین - اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلا لون گا - غالب ۱۲

ایضاً صاحب واقعی سداب کا ذکر کتب طبی مین بھی ہے اور عرفی کے ہان بھی ہے تمہارے
ہان اچھا نہین بندھا تھا اسواسطے کاٹ دیا - قراب کون سا لفظ غریب ہے - جسکو اسطرح
پوچھتے ہو - خاقانی کے کلام مین اور اساتذہ کے کلام مین ہزار جگہ آیا ہے - قراب اور سداب
دونون لغت عربی الاصل صحیح ہین - غالب ۱۲

ایضاً دل بے داغ دار بود و نماند ✤ در نظر ہا بہار بود و نماند ✤

اگر بود کے آگے کے واؤ کو موقوف اور محذوف کر دو گے تو ہمارے نزدیک کلام سراسر بلیغ
ہو جائے گا - میری جان جو خجالت کہ مجکو تم سے ہے شاید بسبب عبادت نہ کرنے کے قیامت
مین خدا سے بھی نہ ہو گی - اور بسبب خلاف شرع کرنے کے پیمبر سے بھی نہو گی مگر خدا ہی
جانتا ہے جو میرا حال ہے - مرگ ناگاہ کا طالب - غالب -

ایضاً مرزا تفتہ صاحب اس قصیدے کے باب مین بہت باتین آپ کی خدمت مین

عرض کرنی ہین۔ پہلے تو یہ کہ خنجر را و گوہر را کو تم نے از قسم تنافر سمجھا۔ اور اُس پر اشعار اساتذہ سند لائے۔ یہ خدشہ نہین پیدا ہوتا مگر لڑکون کے اور مبتدیون کے دل مین سلیم ؎

شراب نقل نخواہد بگیر ساغر را ٭ کہ احتیاج شکر نیست شیر مادر را

یہ غزل شاہجہان کے عہد کی طرحی ہے صائب و قدسی و شعراے ہند نے اسپر غزلین لکھی ہین۔ دوسرے یہ کہ ممدوح کا پورا نام بے تکلف آتے ہوئے خالی کیون اُڑا دو ضیاء الدین احمد خان نام ہے۔ ہندی مین رخشان تخلص فارسی مین نیر تخلص ؎ ہمانا نیر رخشان ضیاء الدین احمد خان ۔ دیکھو تو کیا پاکیزہ مصرعہ ہے۔ یہ نہ کہنا کہ شعرا ممدوح کا نام نہ لکھا جاتے ہین وہ بحسب ضرورت شعر ہے جس بحر مین پورا نام نہ آئے۔ اُس مین شوق سے لکھو۔ جائز روا مستحسن۔ جس بحر مین نام ممدوح کا درست آئے اُس مین فروگذاشت کیون کرو۔

دوشنبہ۔ نہم ستمبر سنہ ۱۸۶۱ء۔

ایضاً مین تم کو خط بھیج چکا ہون پہنچا ہوگا۔ کل ایک رقعہ میرے پاس آیا کوئی صاحب ہین عطاء اللہ خان اور نامی تخلص کرتے ہین خدا جانے کہان ہین اور کون ہین۔ ایک دوست نے وہ رقعہ میرے پاس بھیجا۔ مین نے اُس کا جواب لکھ کر اُسی دوست کے پاس بھیج دیا۔ رقعہ تمکو بھیجتا ہون پڑھ کر حال معلوم کروگے۔ تمہارے شعر مین جو تردد تھا اُس کا جواب مین نے یہ لکھا ہے تمکو بھی معلوم رہے ؎

رفت آنچہ بہ منصور شنیدی تو من ہم ٭ اے دل سخنے ہست نگہدار زبان را

تردد یہ کہ آنچہ بہ منصور رفت نہین دیکھا۔ آنچہ بر منصور رفت درست ہے۔ جواب با موحدہ علی کے معنی بھی دیتی ہے۔ بس جو کچھ بر سے مراد تھی وہ با موحدہ سے حاصل ہوگئی اور اگر باء موحدہ کے معنی معیت کے لین تو بھی درست ہے نظیری کہتا ہے ؎

شادی کہ غبن میکشی و دم نمیزنی ۞ درشہر این معاملہ با ہرگدا رود
اگر کوئی یہ کہے کہ یہان معاملہ ہے اور اُس شعر مین معاملہ کا لفظ نہین جواب
اسکا یہ ہے کہ سراسر دونون شعرون کی صورت ایک ہے۔ نظیری کے ہان معاملہ مذکور ہی
اور تفتہ کے ہان مقدر ہے۔ رفت کا صلہ اور تعدیہ باء موحدہ کے ساتھ دونون جگہ ہی۔ والسلام اسد اللہ
ایضاً صاحب دیکھو پھر تم دنگا کرتے ہو وہی بیش و بیشتر کا قصہ نکلا۔ غلطی مین جمہور کی
پیروی کیا فرض ہے۔ یاد رکھو یاے تحتانی تین طرح پر ہے۔ جزو کلمہ **ہ** ہماے بر سر
مرغان ازان شرف دارد ۞۔ اے سر نامۂ نام تو عقل گرہ کشائی را۔ یہ ساری غزل
اور مثل اسکے جہان یاے تحتانی ہے جزو کلمہ ہے۔ اس پر ہمزہ لکھنا گویا عقل کو گالی
دینا ہے۔ دوسرے تحتانی مضاف ہے۔ صرف اضافت کا کسرہ ہے ہمزہ وہان بھی
مخل ہے جیسے آسیاے چرخ یا آشناے قدیم۔ توصیفی اضافی بیانی کسیطرح کا
کسرہ ہو ہمزہ نہین چاہتا۔ فداے تو شوم رہنماے تو شوم یہ بھی اسی قبیل سے ہی
تیسرے یے دو طرح پر ہے یا مصدری اور وہ معروف ہوگی۔ دوسرے طرح توحید و تنکیر
وہ مجہول ہوگی مثلاً مصدری آشنائی یہان ہمزہ ضرور بلکہ ہمزہ نہ لکھنا عقل کا قصور
توحیدی آشنائے یعنی ایک آشنا یا کوئی آشنا۔ یہان جب تک ہمزہ نہ لکھو گے دانا
نہ کہاؤ گے ۞ نیم گناہ و نیم نگاہ و نیم ناز۔ یہ روزمرہ اہل زبان ہے نیم بمعنی اندک ورنہ گناہ
کا آدھا اور نگاہ کی ادھواڑ۔ اور ناز آدھا یہ مہملات مین ہے۔ ان چیزون کا مناصفہ کیا
اگر تم کو نیم گناہ پسند نہین تازہ گناہ رہنے دو ۞ خستہ بستہ تازہ غازہ خانہ دانہ آوارہ
بیچارہ روزہ بوزہ۔ ہزار لفظ ہین کہ ان کے آگے جب یاے توحید آتی ہے تو اُس کی
علامت کے واسطے ہمزہ لکھ دیتے ہین۔ زرہ۔ گرہ۔ کلاہ۔ شاہ۔ آگاہ۔ آگہ۔ صبحگاہ

ہوگا۔ ایسے الفاظ کے آگے اگر تحتانی آتی ہے تو زہی۔ گرہی۔ کلاہی۔ شاہی آگاہی اگہی گاہے گہے۔ لکھ دیتے ہین ۱۲ غالب۔

ایضاً صاحب دوسرا پارسل جس کو تمنے بہ تکلف خط بنا کر بھیجا ہے پہنچا۔ نہ اصلاح کو جگہ نہ تحریر سطور کا پیچ وتاب سمجھ مین آتا ہو تم نے الگ الگ دو ورقی پر کیون نہ لکھا۔ اور چھدرا چھدرا کیون نہ لکھا۔ ایک آدھ ورقہ زیادہ ہوجاتا تو ہوجاتا۔ بہرحال اب مجھے چُنتے پڑتے ہین سوالات۔ اگر کوئی سوال میری نظر نہ چڑہے اور رہ جاے تو سطور کی موڑ توڑ کا گناہ سمجھنا میرا قصور نہ جاننا۔ بلا ربائی اس مین تامل کیا ہے لفظ صحیح اور پورا تو یہی ہے۔ رُبا اس کا مخفف ہے ۱۲ خارہا در رہش افشانم کہ چون خواہد شدن ۱۲ بہت خوب اور معقول۔ مین اُس وقت خدا جانے کس خیال مین تھا چون خواہد شدن وکنون خواہد شدن ردیف وقافیہ سمجھا تھا۔ لفظ بے پیر تورانی بچہ ہاے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے جب مین اشعار اُردو مین اپنے شاگردون کو نہین باندھنے دیتا تو تمکو شعر فارسی مین کیونکر اجازت دونگا میرزا جلال اسیر علیہ الرحمۃ مختار ہین اور اُن کا کلام سند ہے۔ میری کیا مجال ہے کہ اُن کے باندھے ہوئے لفظ کو غلط کہون لیکن تعجب ہے اور بہت تعجب ہے کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے۔ ۱۲ شست بستن جب ظہوری کے ہان ہے تو باندھیے یہ روزمرہ ہے۔ اور ہم روزمرہ مین انکے پیرو ہین۔ بے پیر ایک لفظ ٹکسال باہر ہے ورنہ صاحب زبان ہونے مین اسیر بھی ظہوری سے کم نہین ۱۲ ھ

زاہدا این سخت ہرزہ کہ گفتی چہ شدی ◆ حق غفورست گناہے شدہ ام تا چہ شود

پہلے زاہد سے یہ سوال غلط کہ چہ شدی۔ تراچہ شد۔ سوال ہوسکتا ہے۔ پھر گناہے شدہ ام یہ جواب مہمل۔ گناہے کردہ ام جواب ہوسکتا ہے۔ یہان تم کہوگے کہ ہمہ تن گناہ با

سراپا گناہ باسراسر گناہ شدہ ام۔ یہ جواب اُس جواب سے سراسر بے ربط ہی جب تک ہمہ تن گناہ نہ ہو معنی نہین بنتے پھر گز ہرگز۔ اصلاح دیے ہوئے شعر مین مضمون تمہارا ہی رہا۔ اور ٹکسال کے موافق ہوگیا عجب ہے تم سے کہ صرف شدہ ام اور تا پچہ شود۔ کے پیوند مین الجھ کر حقیقت معنی سے غافل رہے ؎ بازآر دلِ خود از چنین کار ؛ آنا رچہ مے کنی دلم زار ؛۔ اہلی نے زبردستی کی ہے۔ مگر ہان اُس نے ایک وجہ ٹھہرالی ہے یعنی آندن مصدر اور آنارد مضارع اور آنارام۔ آمر بمعنی اسم جامد آتا ہے اور اسم جامد کردن کے ساتھ پیوند پاتا ہے خیر رہنے دو؎ کند آن آہوے وحشی ز برم فردارم ؛ یہ شعر موید میرے کلام کا ہے۔ بدارم و زردارم و سردارم و فردارم۔ یہ سب الفاظ ایک طرح کے ہین۔ الف ممدودہ کہین نہین۔ ہان بودارد و ردارد و فرودآرد تمہارے عقیدہ کی تائید کرتا ہے مگر یہ شعر اُستاد کا نہین۔ مشایخ مین سے ایک بزرگ تھے مولانا علاؤالدین ؎ ما مقیمانِ کوی دلداریم ؛۔ یہ ترجیع بند آنہین کا ہے۔ اُن کو فقر و فنا و سیر و سلوک مین سمجھنا چاہیے۔ نہ آئنا ز کلام مین ؎ بر مو رست شمشیرے کہ بر موے میان دارد ؛ بھائی خدا کی قسم یہ مصرع تلوار کی نازکی کی سند نہین ہوسکتا۔ یہ تو ایک مضمون ہے کمر۔ مور۔ و تلوار۔ برِ مور وجہ تشبیہ علاقہ پرمور با مور مانند علاقہ شمشیر بامیان۔ نزاکت وجہ تشبیہ کبھی نہین انصاف شرط ہے۔ تلوار کی خوبی تیزی ہے یا نازکی یہ دھوکا نہ کھاؤ۔ اور تلوار کو نازک نہ باندھو۔ خو مین اور تلوار مین مناسبت نہین پائی جاتی جانے دو شعر سے ہاتھ اُٹھاؤ ؏ میان خمیدن بھی صحیح اور چمیدن بھی صحیح۔ اس مین کس کو تردد ہے مگر لغت او محاورہ اور اصطلاح مین قیاس پیش نہین جاتا۔ ہندوستان کے باتونی لوگون کو خم و چم بولتے سُنا ہے۔ آج تک کسی نظم و نثر فارسی مین یہ لفظ نہین دیکھا۔ لفظ بید انجکو بھی

پسند۔ مگر کیا کرون جو اپنے پیشواؤن سے نہ سنا ہو اُس کو کیون کر صحیح جانون۔ جمید صیغہ ماضی کا ہے۔ جمیدن سے اور جمیدن ایک مصدر ہے صحیح اور مسلّم۔ جمد مضارع۔ جم امر اس مین کیا گفتگو ہے۔ کلام خم وچم مین ہے۔ سوالات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کا جواب لکھ دیا۔ اب اشعار کو دیکھتا ہون۔ خدا کرے مجھ سے کوئی سوال باقی نہ رہ گیا ہو۔ اور تم بھی جب ان اوراق طلسمی کو دیکھو تو کوئی اصلاح کا اشارہ تم سے باقی نہ رہ جائے۔ غرض یہ ہے کہ اب پھر اس طرح کبھی نہ لکھنا۔ مین بہت گھبراتا ہون۔ جمیدست۔ ورمیدست مین نزنی دست یہ قافیہ درست ہے۔ مگر است کا الف سب جگہ اڑا دو۔ اور یاد رہے کہ صرف مین تے کافی ہے۔ الف ضرور نہین۔ ۱۲۔ غالب۔

ایضاً حضرت اس غزل مین پروانہ وپیمانہ وبت خانہ۔ تین قافیے اصلی ہین۔ دیوانہ چونکہ علم قرار پاکر ایک لغت جداگانہ مشخص ہو گیا ہے اُسکو بھی قافیہ اصلی سمجھ لیجیے۔ باقی غلامانہ ومستانہ ومردانہ وترکانہ ودلیرانہ وشکرانہ سب ناجائز وناستحسن۔ ایطا۔ اور ایطا بھی قبیح۔ مجھے بہت تعجب ہے کہ انہین قافیون مین ایطا کا حال تم کو لکھ چکا ہون۔ اور پھر تم نے غزل مبنی انہین قوافی پر رکھی۔ کاشانہ وشانہ وافسانہ وجانانہ وفرزانہ یہ قافیے کیون ترک کیے۔ یاد رہے ساری غزل مین مردانہ یا مستانہ یا انکے نظائر مین سے ایک جگہ آوے دوسری بیت مین زنہار نہ آوے۔ یہ غزل نظری ہو گئی اور غزل لکھ کر بھیجو تا اصلاح دی جائے ۱۲ عفو کا طالب غالب۔

بنام ماسٹر پیارے لال

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز ؛ چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا
پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ آئینہ عبارت فولاد کے آئینہ سے ہے ورنہ حلبی آئینون مین جوہر

کہاں اور انکو صیقل کون کرتا ہے۔ فولاد کی جس چیز کو صیقل کروگے نئے شبہ پہلے ایک لکیر پڑے گی۔ اُسکو الف صیقل کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ معلوم تو اب اس مفہوم کو سمجھیے ؎ چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریبان سمجھا۔ یعنی ابتداے سن تمیز سے مشق جنون ہے۔ ابتک کمال فن نہین حاصل ہوا۔ آئینہ تمام صاف نہین ہوگیا۔ بس وہی ایک لکیر صیقل کی جو ہی سو ہے۔ چاک کی صورت الف کی سی ہوتی ہے اور چاک جیب آثار جنون مین سے ہی ہے۔ غالب

بنام منشی حبیب اللہ المتخلص بہ ذکا

بندہ پرور آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ تمہاری اور صاحب زادے کی خیر و عافیت معلوم ہونے سے دل خوش ہوا۔ جو آپ کی عبارت سے سمجھ لیا ہوں اُس کا جواب لیجیے۔ اور جو نہین وہ مطابق میرے التماس کے مجھے سمجھادیجیے۔ عماد عماید شعراے قدیم مین سے ہے۔ اُسی کے پان سات بیت کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

پاے سر تا نشود راہ تو رفتن نتوان ✤ جز بہ جاروب مژہ کوے تو رفتن نتوان

پہلے مصرع مین رے مفتوح اور دوسرے مصرع مین مضموم۔ باقی اشعار مین گفتن و سُفتن وغیرہ قافیہ ہین اُستاد دو مصرعون مین حرکت ماقبل روی مختلف لایا۔ اگر مین نے پچاس شعر کے قصیدے مین ایک شعر ایسا لکھا تو کیا غضب ہوا۔ آیا معترض صاحب استناد مثل ونظیر کو نہین جانتے یا جانتے ہین اور نہین مانتے۔ یہ دستور میرا ایجاد کیا ہوا نہین قدیم سے ہے۔ بندہ نواز مین نے لکھا کہ موید برہان میرے پاس آگئی ہے اور مین اُس کے اعتراضات کے جواب بہ نشان صفحہ و سطر ایک تختہ کاغذ پر لکھ رہا ہون۔ بعد اتمام نگارش تمہارے پاس اس مراد سے بھیجونگا کہ تم ازراہ عنایت موید کا جواب لکھو۔ میری نگارش جو پسند آئے اسکو بھی جابجا درج کردو۔ تم نے اس درخواست کا جواب ہان نا کچھ نہ لکھا۔ اب عنایت فرماکر

ان تینون باتون کا جواب لکھیے اور جلد لکھیے۔ میان محمد میران کو دعا۔ ۱۸۔ مارچ سنہ ء
ایضاً اے عنایت بہ عنایت ہم شکل۔ آپ کا خط حاوی حل شبہات جس دن پہنچا تھا
دوسرے دن جواب لکھ کر بھیج دیا۔ دو مصرعون مین دو لفظ بدلے گئے۔ دو شعرون کے
باب مین کچھ تقریر درج ہوئی۔ دو تین شعرون مین تمہاری راے مسلم رہی۔ باوجود فقدان
حافظہ و استیلاے نسیان۔ ایک مصرع کا بدلا ہوا لفظ یاد ہے ع چہ غرہ غرہ پیشانی سمند عمر
بدل ع چہ غرہ غرہ پیشانی نگاہ عمر۔ دوسرا تبدل اسی قدر یاد رہ گیا ہے کہ
شبگردان رکاب کچھ اسی طرح کے دو لفظ تھے۔ لے واؤ عاطفہ کچھ تقدم و تاخر
ہو گیا ہے ۱۲ صبح شنبہ ۲۔ ذی الحجہ مطابق یکم مئی سال حال ۱۲ غالب
ایضاً حضرت مولوی صاحب مین برس دن سے بیمار اور تین مہینے سے صاحب فراش
ہون۔ اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت مفقود۔ پھوڑون سے بدن لالہ زار۔ پوست پہ ہڈیان نمودار۔
پھوڑے ایسے جیسے انگارے سلگتے ہین۔ اعضا پر دس جگہ پھاے لگتے ہین ضعف و ناتوانی
علاوہ سوز غمہاے نہانی۔ علاوہ صنعت سہل ممتنع مین نئے نواب مختار الملک کو قصیدہ بھیجا کچھ
قدردانی نہ فرمائی۔ رد فرقہ وہابیہ مین ایک مثنوی جو سابق مین لکھی تھی وہ محی الدولہ کو بھیجی
رسید بھی نہ آئی۔ اب سنتا ہون کہ مولوی غلام امام شہید شاگرد قتیل وہان کوس انا ولا غیری
بجا رہے ہین اور سخن ناشناسون کو اپنا زور طبع دکھا رہے ہین۔ ایک کم ستر برس کی میری عمر
ہوئی سواے شہرت خشک کے فن شعر کا کچھ پھل نہ پایا۔ فرمانروایان عصر معتقد ہوئے مگر کچھ ہاتھ
نہ آیا۔ احسنت و مرحبا کا شور سامعہ فرسا ہوا۔ خیر ستایش کا حق ستایش سے ادا ہوا۔ مختار الملک
نے یہ بھی نہ کیا نہ مدح کی داد دی نہ مدح کا صلہ دیا۔ حیران ہون کہ نواب صاحب مجھے کیا
سمجھے۔ محی الدولہ نے اور کچھ نہین کہا مگر یہ کہ خدا سمجھے ۱۲ کل سے پلنگ پر لیٹا لیٹا غزل کو

دیکھ رہا ہون۔ اور لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھتا ہون ؎ دیدیم گل و لالہ چہار نگ برآورد،
فقیر کے نزدیک دیدیم زاید اگر یون ہو تو بہتر ہے ؎ ہر یک زگل و لالہ الخ ÷ باشد شفقے
کان بلب لعل تو ماند ÷ گر چرخ بکام دل ما رنگ برآورد ÷۔ باشد مخل معنی ہے اگر اسکی
جگہ آرد ہو تو بہتر۔ مگر آرد صیغہ مستقبل کا اور آورد ماضی کا۔ آور فاعل دونون فعلون کا چرخ
ہر چند اساتذہ نے یون بھی لکھا ہے۔ مگر فارسی گویان ہند نہ مانین گے۔ پس اس شعر کو
یون لکھنا چاہیے ؎

حاشا کہ شفق مثل لب لعل تو باشد ÷ کے چرخ بکام دل ما رنگ برآورد

؎ خون شد دل غمدیدہ الخ ÷ یہ شعر ہموار ہے نہ صاد کے قابل نہ اصلاح کا محتاج۔ ۴۔ اور
۵۔ یہ دو شعر واہ کیا کہنا ہے ؎ اے اہل ورع الخ یہ بھی ہموار ہی نہ صاد چاہتا ہی نہ اصلاح ؎

گوئی کہ زبان در دہنم برگ حنا بود ÷ تا بوسہ زدم آن کف پا رنگ برآورد

مولوی صاحب یہ بات تو کچھ نہین۔ زبان چاٹنے کا آلہ ہے نہ چومنے کا۔ سد زبان برگ حنا بن گئی
تو ہو ہے سے کف پا کیون حنائی ہو جائے ؎

گوئی دہنم لب زرگ برگ حنا داشت تا بوسہ زدم آن کف پا رنگ برآورد

مقطع اور اُسکے اوپر کا شعر دونون اچھے۔ اب آپ اس خط کی رسید لکھیے اور اسمین غلام امام
شہید کا حال مفصل لکھیے کہ ان کی وہان کیا صورت ہے۔ ایک شخص مجھ سے یون کہتا تھا
کہ مختار الملک نے منہ نہ لگایا مگر محی الدولہ نے چارسو روپیہ مہینا سرکار جناب عالی سے
مقرر کروا دیا ہے۔ روز چہار شنبہ ۱۰۔ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۲۶۔ اگست سنہ ۱۸۶۳ع

ایضاً صبح شنبہ ۱۳۔ صفر سال غفر۔ صاحب مین تمکو اخوان الصفا مین گنتا ہون
اپنا نور نظر و لخت جگر جانتا ہون۔ دیکھو تم پر مجکو کیا اعتماد ہے کہ خود ضبط راز نہین کر سکتا

اور تم سے سازداری اور امانت مین اُستواری چاہتا ہون ۱۲ قصیدہ و غزل مین حیلہ
تحسین بہ اقتضاے بخت و قسمت ہے نہ بہ اندازہ ارزش کلام ۔ ممدوح سخن فہم ہوتا تو مجکو ہبوط
کے تساہل کا وہم ہوتا۔ اغنیا کو نہ مذاق شعر سے نسبت نہ مطالعہ اشعار کی فرصت متوسطین
بقدر وسع سلسلہ جنبانی کی لیکن مرجع نے نہ قدردانی کی ۱۲ مولوی غلام غوث خان بیخبر
میر منشی لفٹنٹ گورنر مخلص خالص للاخلاص ہین۔ ہرگز اُن کو مدعی سے تلمذ نہین البتہ ہمکو
خوشگو جانتے ہین اور یہ کبھی نہوگا کہ وہ میرا مقابلہ کرین اور قاطع برہان کا جواب لکھین ؎
باطل است انچہ مدعی گوید ❊ مدعی اپنے زعم مین مجکو اپنا ہم فن جان کر حسد کرتا ہے۔ تمین
امیر علی شیر جیسا محتسب۔ اور مولوی جامی جیسا مفتی کہان سے لاؤن جو نیاؤ کرے لوگ کاغذ
کو سنا دے۔ شکر ہے خدا کا کہ تم سخنور اور سخندان ہو۔ اور یقین ہے کہ قلمرو ہند مین اور بھی
ایسے آدمی ہون گے کہ میرے اور مدعی کے رتبہ کو ممیز ہو سکین گے ؎ عیدست بادہ شد
فلک و ساغر آفتاب ❊ ۔ خانصاً للہ فلک ظرف اور آفتاب مظروف ہے یہ شخص ظرف کو مظروف
اور مظروف کو ظرف ٹھہراتا ہے اسکو کون مسلم رکھے گا۔ اس سے بڑھ کر ایک خدشہ ہے
یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مین وجہ شبہ شرط ہے آفتاب و ساغر مین تدویر وجہ شبہ ہے
شراب اور فلک مین وجہ تشبیہ کہان ۱۲ مین اپنے کو ایسا نہین جانتا کہ تمہارے کلام کو
اصلاح دون۔ قدردانی کیونکر کہون قدر افزائی کرتے ہو۔ دوستانہ نہ استادانہ۔ جو خیال
مین آئے گا کہا جائے گا۔ اگر آپ نے اس روش کا یعنی استصلاح کا التزام کیا ہے تو جبتک
کاغذ اشعار میرے پاس سے واپس نہ جایا کرے ماکتب فیہ شہرت نہ پایا کرے۔ مجموعہ کلام
سابق اگر بھیج دوگے مین بکمال طیب خاطر اُسکو دیکھ کر بھیجدونگا۔ استجازت کیا ضرور ۱۲
نجات کا طالب۔ غالب ❊ ۔

ایضاً صاحب پہلے مطلع مین لطف نہین۔ ہان مضمون لطیف ہے وہ فرد مین خوب آگیا ہے۔ مطلع ثانی بسبب تعقیدات کے مہمل رہ گیا۔ قدرنہ کا قافیہ اور شعر مین اور طرح سے بندھ گیا۔ تیسرا شعر الفاظ بدلنے سے بہت اچھا ہو گیا۔ جو شعر بے تصرف بدستور رہا اُس کا ذکر کچھ ضرور نہین۔ ساقی ابھی چھنی الخ۔ چھنی لفظ غریب ہے نہ اہل دہلی کے زبان زد نہ گوش زد غربال کو چھلنی کہتے ہین جسکی فارسی پرویزن ہے اور جس کپڑے مین سالکات کو چھانین فارسی اُسکی لاے پالا اور اُردو صافی ہے بہ یاے معروف۔ برابر نہ ہوا تھا یہ قافیہ دو طرح سے درست ہوا ہے جسطرح چاہو رہنے دو۔ مرنے کا میرے وقت مقرر نہ ہوا تھا۔ تقرر وقت مرگ کا انکار حشو بلکہ مہمل ہے۔ مگر ہان تقرر کا وقت ازل کو قرار دیا جاے۔ مقطع میری پسند نہین ہے۔ میرے سر کی قسم اُس کو نہ رکھو اور مقطع لکھ لو۔ ۱۲ غالب شنبہ ۱۲ نومبر سنہ ۱۸۶۳ع

بنام منشی میان داد خان المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خان سیاح کو دعا۔ صاحب وہم اور چیز ہے اور احتیاط اور چیز ہے۔ کارپردازان ڈاک میرے خطوط کے ٹکٹ کبھی نہ دبائین گے اور میرے خطوط کبھی نہ تلف ہونگے۔ آدہ آنہ کی جگہ دوست کا ایک آنہ کیون کھوؤن ۱۲ گلشن بعض کے نزدیک مؤنث اور بعض کے نزدیک مذکر ہے قلم وہی خلعت ان کا بھی حال ہے کوئی مونث کوئی مذکر بولتا ہے۔ میرے نزدیک وہی اور خلعت مذکر ہے اور قلم مشترک چاہو مذکر کہو چاہو مؤنث۔ گلشن البتہ مذکر مناسب ہے رکھتہ ہے تہائی جہان الف دبتا ہے میرے کلیجے مین ایک تیر لگتا ہے۔ رکھتا ہے گلشن بھی یہ الف دبتا ہوا دیکھ کر مین نے رکھتی ہے بنا دیا۔ مگر گلشن مذکر مناسب ہے۔ پھلکی یا پھلکا تنہا

بمعنی محض ہے۔ ہلکی پھلکی ہلکا پھلکا یون آئے تو درست ورنہ لغو۔ اور یہ جو پھلکا بتلی
چپاتی کو کہتے ہین یہ دوسرا لغت ہے۔ پھلکے کبھی کوئی نہ بولے گا۔ پانی وانی حقہ وقہ
یون کہین گے۔ نرا وانی اور نرا وقہ نہ کہین گے۔ ہلکا پھلکا۔ ہلکی پھلکی کہین گے۔ ایک
چیز کو نرا پھلکا یا نری پھلکی نہ کہین گے۔ تذکیر و تانیث کے باب مین میرزا رجب علی بیگ سے
مشورہ کر لیا کرو۔ اور دبتے ہوئے حروف بھی اُن سے پوچھ لیا کرو۔ ۱۲ غالب۔

ایضاً بھائی ہمنے تمکو یہ نہین کہا کہ تم مرزا رجب علی بیگ کے شاگرد ہو جاؤ۔ اور اپنا کلام
اُن کو دکھاؤ۔ ہمنے یہ کہا ہے کہ تذکیر و تانیث کو اُن سے پوچھ لیا کرو۔ دکھن بنگالے کے
رہنے والونکو اس امر خاص مین دلّی لکھنو کے رہنے والون کا تتبع ضرور ہے ۱۲۔ ایک قاعدہ
تمکو معلوم رہے عین کا حرف فارسی مین نہین آتا جس لغت مین عین ہو اُسکو سمجھنا کہ عربی
ہے بعد معلوم ہونے اس قاعدہ کے یہ سمجھو کہ غربال غین نقطہ دار مکسور اور رائے قرشت
اور بائے موحدہ اور لام یہ لغت فارسی ہے ہندی اسکی چھلنی اور مرادف اسکی پرویزن
یعنی فارسی مین چھلنی کو غربال اور پرویزن کہتے ہین۔ اور چھلنی ایسی چیز نہین ہے کہ
جسکو کوئی نہ جانے۔ رہا عربال یا عِربال عین سعفص اور یائے تحتانی سے فصیح و غیر فصیح
کیا بلکہ غلط محض و محض غلط ہے۔ ہان اگر عربی مین چھلنی کو عربال کہتے ہون تو فارسی
غربال اور عربی عربال۔ مگر مین ایسا گمان کرتا ہون کہ عربال کا عربی مین کچھ اور اسم ہوگا
عُربال نہ کہتے ہونگے۔ اب تم سنو فن لغت مین ایک امر ہے کہ اُس کو تصحیف کہتے ہین
یعنی لفظ کی صورت ایک ہو اور نقطون مین فرق جیسا کہ سعدی بوستان مین کہتا ہے ؎

مرا بوسہ گفتا بہ تصحیف دہ ÷ کہ درویش را توشہ از بوسہ بہ

توشہ و بوسہ نوسہ۔ یہ تین لفظ مصحف ہمدگر ہین۔ حال آنکہ معانی مین وہ فرق کہ

جیسا زمین اور آسمان ہین۔ توشہ ترجمہ زاد کا۔ بوسہ ترجمہ قبلہ کا۔ توشہ اسم دولہ کا صاحب فرہنگ مین برہان قاطع والا تصحیف مین بہت مبتلا ہے۔ گزر اور گزر خربزہ اور خربزہ کہتا ہے کہ سدا بہ سین بعض لفظ فارسی ہے بمعنی آواز۔ اور صدا بہ صاد تعریب ہے جو لغات تے مین لکھے ہین انہین لغات کو طوے مین لکھتا ہے۔ حال آنکہ جس طرح عین فارسی مین نہین ہے طوے بھی نہین ہے۔ مثلاً تشت لغت فارسی الاصل ہے۔ للا اسکی طوے سے غلط ہے۔ برہان قاطع والا اسکو تے سے بھی لایا ہے اور طوے سے بھی محققین جانتے ہین کہ صدا بمعنی آواز لغت عربی الاصل ہے نہ معرب۔ اور سدا سین سے ہرگز فارسی مین آواز کو نہین کہتے۔ ہان اردو کے محاورہ مین بمعنی ہمیشہ کے مستعمل ہے قصہ کوتاہ غربال بمعنی چھلنی کے لفظ فارسی الاصل صحیح اور فصیح ہے۔ اور غربال اگر کسی اور فرہنگ عربی مین مثل قاموس اور صراح وغیرہ کے بمعنی چھلنی کے نکلے تو اسکو مانو ورنہ یہ برہان قاطع والے کی خرافات مین سے ہے۔ نجات کا طالب غالب ۱۲۔ ۲۷۔ فروری

ایضاً منشی صاحب تمہارے خط پہنچنے کی تم کو اطلاع دیتا ہون اور مطالب مستفسرہ کا جواب لکھتا ہون اور اپنے دوست روحانی مرزا رجب علی بیگ سرور کو سلام کہتا ہون۔ کہہ دیجیے گا بلکہ یہ رقعہ دکھا دیجے گا ۲۔ بعض لوگ آن بان بولتے ہین مگر فقیر کے نزدیک آن تان صحیح ہے اور یہی فصیح ہے ۳۔ پر بمعنی لیکن لفظ مشہور ہے اور پہ اس کا مخفف ہے اس مین شاید کسی کو کلام نہو۔ کوئی اور لکھے یا نہ لکھے میرے اردو کے دیوان مین سو دو سو جگہ یہ لفظ آیا ہوگا ۴ مجکو بنگالہ سے آئے ۳۲۔ ۳۳ برس ہوئے بہت احباب مرگئے۔ بہت متفرق ہو گئے۔ اب ایسا وہان کوئی نہین جس سے ارسال رسائل کی رسم و راہ ہو ۱۲۔ صاحب وہ شعر جس کو تم نے پوچھا ہے یہ ہے ۵

واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو ✦ کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

دو شعر اس غزل کے اور یاد آگئے ہین وہ دوسرے صفحہ پر لکھتا ہون ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب ✦ آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گو وان نہین پہ وان کے نکالے ہوئے تو ہین ✦ کعبے سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی

دیکھو یہ پرکا مخفف ہے یہ بمعنی لیکن ۱۲- بنارس کا کیا کہنا ہے ایسا شہر کہان پیدا ہوتا ہی انتہاے جوانی مین میرا وہان جانا ہوا۔ اگر اس موسم مین جوان ہوتا تو وہین رہ جاتا ادہر کو نہ آتا ؎ عبادت خانۂ ناقوسیانست ✦ ہمانا کعبۂ ہندوستانست ✦ جس بحر مین کوئی اسم یا کوئی لفظ نہ آسکے اُسکی تدبیر فردوسی و خاقانی سے بھی نہ ہوگی - مین کیا کرون گا نام تمہارا آسکتا ہے لیکن الف دبتا رہتا ہے۔ خدا کے واسطے اسکی تدبیر سرور صاحب سے بھی ضرور پوچھنا - نجات کا طالب - غالب سہ شنبہ ۱۲- فروری ۱۸۶۰ء

ایضاً بھائی تمہارا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہون پہلے یہ پوچھتا ہون کہ میری طرف سے جو اعتذار چھپا ہے وہ تمہاری نظر سے گزرا ہے یا نہین - نہ گزرا ہو تو اکمل الاخبار ماہ شوال کے چارون ہفتہ کے دو ورق دیکھ لو - ایک ہفتے مین نکل آئے گا ۱۲- واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی نے لکھے ہین - اس ہفتے کے اکمل الاخبار مین دیکھ تو تم سے کلام کرے اُسی انداز سے تم بھی کلام کرو ۱۲ نجات کا طالب غالب ۲۹- اپریل ۱۸۶۰ء

ایضاً بھائی تمہاری جان کی اور اپنے ایمان کی قسم کہ مین فن تاریخ گوئی و معما سے بیگانہ محض ہون - اردو زبان مین کوئی تاریخ میری نہ سنی ہوگی - فارسی دیوان مین دو چار تاریخین ہین ان کا حال یہ ہے کہ مادہ اورون کا ہے اور اشعار میرے ہین - تم سمجھے کہ مین کیا کہتا ہون - حساب سے میرا جی گھبراتا ہے - اور مجکو جوڑ لگانا نہین آتا ہے - جب

کوئی مادہ بناؤن گا حساب درست نہ پاؤن گا۔ دو ایک دوست ایسے تھے کہ اگر حاجت ہوتی تو مادہ تاریخ وہ مجھے ڈھونڈہ لادیتے موزون مین کرتا۔ اور اگر آپ مین نے مادہ کی فکر کی ہے اور یہی حساب جمل منظور رکھا ہے تو ایسے ایسے تعمیے وتخرجے آگئے ہین کہ وہ تاریخ ہنسی کے قابل ہوگئی ہے۔ کلکتہ مین قاضی القضات سراج الدین علیخان مرحوم کی قبر پر مسجد بنی ہے اُن کے بھتیجے مولوی ولایت حسین خان نے استدعاے تاریخ کی مین نے لکھی چنانچہ وہ فارسی دیوان مین موجود ہے ؎

مفتیٔ عقل از پئے تاریخ این بنا ۔۔۔ ایما بسوے من زرہ احترام کرد
گفتم بوے بدیہہ خوشا خانۂ خدا ۔۔۔ شد خشمگین دمے کہ نظر در کلام کرد
خاشاک رفت و پاے ادب در شکنجہ ریخت ۔۔۔ ایہام را بہ تخرجہ معنی تمام کرد

واسطے خدا کے غور کرو خوشا خانۂ خدا مادہ پھر اُس مین سے خاشاک کے عدد دور کرو نوسو اکیس [۹۲۱] کا تخرجہ پھر بھی دو اور زیادہ رہے۔ پاے ادب توڑا۔ بھلا یہ کوئی تاریخ ہی مگر ہان حساب کے قاعدہ سے باہر۔ کچھ معنی سکالی کے طور پر میرا ایجاد ہے۔ اور وہ لطف رکھتا ہے ایک شخص ۱۲۴۸ھ مین مرا اُس کی تاریخ مین نے لکھی ؎

زسال واقعہ میرزا مسیتا بیگ ۔۔۔ تمت راست شمار ائمہ امجاد
صحیفہ ہاے سماوی مبین از عشرات ۔۔۔ حدیقہ ہاے بہشتی مشخص از آحاد

ائمہ بارہ یعنی بارہ سو پھر کتب سماوی چار۔ دھائے کے چار۔ یعنی چالیس۔ بہشت آٹھ۔ چالیس اور آٹھ اڑتالیس بارہ سو اڑتالیس۔ دوسری تاریخ بارہ سو ستر کی ؎

از بروجِ سپہر جوے آحاد ۔۔۔ عشرات از کواکب سیار

برج بارہ سات دہائے کے ستر۔ یہ جو لکھتے ہو کہ سید غلام بابا کسی بحر مین نہین آتا۔ کیون نہین آتا ؎

جب کہ سید غلام بابا نے ایسی رونق ہوئی برات کی رات	مسندِ عیش پر جگہ پائی کہ کواکب ہوئے تماشائی

دوسری بحر سنو ؎

ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے زمین پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات	فرازِ مسند عیش و طرب جگہ پائی کہ آسمان پہ کواکب بنے تماشائی

اس بحر مین سماتا ہوا کوئی مادہ بہم پہنچاؤ۔ تاریخ کہہ لو وہ دوست جو مادہ ڈھونڈھ دیتے تھے وہ جنت کو سدھارے۔ مین جیساکہ اوپر لکھ آیا ہون معذور اور مجبور ہون۔ غالب سہ شنبہ ۱۱ محرم ۲۱ جولائی سال حال ؁

بنام شہزادہ بشیر الدین

پیر و مرشد سلامت۔ اعضا فرسودہ اور بودے ہوگئے۔ روح اُن مین دوڑتی نہین پھرتی مگر ابھی مفارقت نہین کرگئی۔ خدا جانے کس کمین مین ہے۔ اعضا نکمے ہوگئے۔ اب وہ کام جو اُن سے متعلق تھے بند ہوگئے۔ آپ کا حکم ماننا اور آپ کی خدمت بجالانی دل سے تعلق رکھتی ہے وہ لطیفہ غیبی یعنی روح کے کام ہین جب تک وہ باقی ہے سرانجام پائے جائینگے۔ خاکم بدہن واسطے اقوال کے ہے جب کوئی کلمہ مکروہ طبع کہتے ہین تو خاکم بدہن کہہ لیتے ہین عمر خیّام ؎

برخاک بریختی مئے ناب مرا ؛ خاکم بدہن مگر تو مستی ربّے

اور خاکم بسر اور خاکم بفرق علم ہے جیساکہ مین ایک شہزادہ کے مرثیہ مین کہتا ہون ؎

اے اہل شہر مدفن این دودمان کجاست ؛ خاکم بہ فرق خوابگہ خسروان کجاست

اُستاد ؎ خاکم بسر کہ عاشق کار آزمودہ ام ؛ دانم کہ با رقیب بخلوت چہا رود

آپ کے ہان اور مولوی روم کے ہان خاکم بدہن کا متوقع نہین جیساکہ مولوی معنوی نے لکھا
حضرت بھی اپنے ہان نہ لکھین سے فرق است درمیانہ کہ بسیار نازک است • نجات کا طالب غالب •

ایضاً بندہ پرور مہربانی نامہ آیا سر پر رکھا اور آنکھون سے لگایا۔ فارسی کی تکمیل کے واسطے اصل الاصول مناسبت طبیعت کی ہے۔ پھر تتبع کلام اہل زبان لیکن نہ اشعار قتیل و واقف و شعرائے ہندوستان کہ یہ اشعار سواے اسکے کہ ان کو موزونی طبع کا نتیجہ کہیے اور کسی تعریف کے شایان نہین ہین۔ نہ ترکیب فارسی نہ معانی نازک۔ ہان الفاظ فرسودہ عامیانہ جو اطفال دبستان جانتے ہین اور جو متصدی نثر مین درج کرتے ہین وہ الفاظ فارسی یہ لوگ نظم مین صرف کرتے ہین۔ جب رودکی۔ و عنصری و خاقانی و رشید وطواط اور انکے امثال و نظائر کا کلام بہ استیفا دیکھا جائے اور ان کی ترکیبون سے آشنائی بہم پہونچے اور ذہن اعوجاج کی طرف نہ لیجائے تب آدمی جانتا ہے کہ ہان فارسی یہ ہے منکہ باشم الخ اس کی جو شرح چھاپے مین لکھی ہے اس کو ملاحظہ کیجیے اور معانی میرے خاطر نشان کیجیے تو مین سلام کرون۔ پہلے نظر یہان لڑانی چاہیے کہ از اوج بیان انداختہ کا فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ اگر عقل کل کو انداختہ کا مفعول اور منکہ کے کاف کو کدامیہ ٹھہراؤگے تو بے شبہ انداختہ کے فاعل دو ٹھہرینگے۔ ایک ناوک انداز ادب اور ایک مرغ اوصاف تو ایک فعل اور دو فاعل یہ کیا طریق اور کیسی تحقیق ہے اب فقیر سے اسکے معنی سنیے مَن انداختہ کا مفعول را مقدر منکہ کا کاف توصیفی ناوک انداز ادب ادب آموز یعنی استاد مرغ توصیف تو فاعل۔ مجکو کہ عقل کا استاد ہون تیرے مرغ توصیف نے اوج بیان سے گرا دیا۔ عقل کل تک کہ وہ علو یونین اعلے ہے اسکا ناوک پہنچ سکتا تھا۔ مگر مرغ اوصاف اس مقام پر ہے کہ جہان اس

ناوک انداز کو ناوک کے پہنچانے کی گنجایش نہین۔ اوج بیان سے گرنا علو آجانا ہے قدرت دہ کہ عقل کل سے بھی زیادہ۔ اور عجز یہ کہ اوج بیان سے گر گیا۔ یہ اچھا مبالغہ ہے مرغ اوصاف کی بلندی کا۔ اور کیا خوب مضمون ہے اظہار عجز باوجود دعوی قدرت "ایثار تو بر دوختہ چشم و دہن آز" اسکے معنی تو یہی ہین جو چھاپے مین لکھے مصرع ثانی کی شرح مین گمراہ ہو گیا "احسان تو ہر قطرۂ دریا شگافت تا ہم بعبید حباب نیاید" یہ تیمپران اس معنی کے معنی نہین سمجھا۔ سیدھی بات ہے مگر خیال مین جب آئے گی کہ اساتذہ کے مسلمات معلوم ہون۔ کمال ایثار و عطا مین مرد ریدہ دیا قوت و بحر و معدن کی کمبختی آتی ہے یعنی دُر کا معدوم ہوجانا اور بحر و کان کا خالی رہجانا۔ نئی نئی طرح سے باندھا ہے چنانچہ مین نے کسی زمانہ مین اسی زمین مین ایک قصیدہ لکھ کر وزیر الدولہ والی ٹونک کو بھیجا تھا۔ اس مین کے دو شعر یہ آپ کو لکھتا ہون ؎

ناموس نگہ داشتی از جود بہ گیتی	چون پردگیان حرم معدن و یم را
وقت است کہ این آہ ز ہر کوچہ و بازار	بر سر زند و ہم منشاد رسوائی ما

پردگیان حرم معدن و یم۔ لعل و گہر جو کثرت ایثار سے کوچہ و بازار مین خاک آلودہ پڑے ہوئے ہین وہ باہمدگر دردمندانہ یہ گفتگو کرتے ہین کہ اس شخص نے سب کی حرمتین رکھ لین اور سب کی آبروئین بچائین ہمکو اس قدر بے حرمت اور ذلیل کیون کر رکھا ہے؟ ہر قطرہ دریا کا حساب کے واسطے چیرنا۔ نہ حساب ہے مقصود عرفی کا یہ ہے کہ جتنے موتی دریا مین ہاتھ آئے وہ بخش دیے اور بخشش کا ذوق باقی رہا چونکہ قطرہ مین بالقوہ استعداد موتی ہوجانے کا ہے تو اس احتمال سے ہر قطرہ دریا کو چیر ڈالا کہ اگر

بلہ مصرعہ ثانی یہ ہے ؎ احسان تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را ۔

اگر موتی ہاتھ آئین تو وہ سالمون کو دیے جائین۔ پہلے مصرعہ مین حرص کا سیر کردینا موافق مسلمات شعرا کے ممتنع اور اسکا وقوع مین آنا اغراق دوسرے مصرعہ مین بہ احتمال استعداد بالقوہ قطرہ کو جیبڑ ڈالنا اور پھر اس طرح کہ ہر قطرہ کو یہ اغراق سے گزر کر تبلیغ و غلو ہے۔ ۱۲ داد کا طالب غالب۔

بنام منشی کیول رام قوم کایتھ المتخلص بہ ہُشیار

غالب خاکسار کہتا ہے کہ شعراے ایران کلہم اجمعین مسلم الثبوت ہین اور اُن کا کلام سند ہے سخنوران ہند مین امیر خسرو دہلوی بھی ایسے ہی ہین جیسے اہل ایران۔ اہل ہند مین امیر خسرو دہلوی نے اہل ایران مین رودکی و فردوسی سے لے کر جامی تک اور جامی سے صائب و کلیم تک کسی نے لغت کی کوئی کتاب لکھی ہو کوئی فرہنگ جمع کی ہو تو ہمین دکھاؤ اسکو اگر مین نہ مانون اور سند نہ جانون تو مین گنہگار ۱۲ جتنی فرہنگین اب موجود ہین نام اُنکے کہان تک لون۔ مشہور و غیر مشہور کچھ کم سو رسالے ہونگے ان سب رسالونکے جامع ہندی ہین۔ کوئی اہل زبان نہین ہے ۱۲ اشعار اساتذۂ ایران کو ماخذ ٹھہرا کر جو لغات اُنکی نظم مین دیکھے بمناسبت مقام اُن لغات کے معنی لکھ دیے۔ استنباط معنی کا مدار قیاس پر۔ یہ مین نہین کہتا کہ قیاس اُن کا سراسر غلط۔ میرا قول یہ ہے کہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے ۱۲۔ اُن سب فرہنگ لکھنے والون مین یہ دکن کا آدمی یعنی جامع برہان قاطع احمق اور غلط فہم اور معوج الذہن ہے مگر قسمت کا اچھا ہے مسلمان اسکے قول کو آیت اور حدیث جانتے ہین اور ہندو اس کے بیان کو مطالب مندرجہ بید کی برابر مانتے ہین ۱۲ گیا اور گیاہ بہ کاف فارسی بکسور سبز گھانس کو کہتے ہین۔ گیا بہ کاف فارسی مفتوح کوئی لغت فارسی نہین ہے ہرگز نہین ہے۔ مولوی روم اور حکیم سنائی کے ہاتھ کے

ہوے ہوئے شعر کس نے دیکھے ہین کہ اُنھون نے اپنے ہاتھ سے کاف پر دو مرکز اور فتح بنا دیا ہو۔ فرہنگ نویسون کی رائے کی تباہی اور قیاس کی غلطی جسم میں سمجے ہین نہ گیا بمعنی وہ ہے نہ گیا بمعنی مقدم وہ ہے نہ گیا بمعنی پہلوان ہے نہ کار گیا کوئی لفظ ہے نہ کوئی لغت ہے ہاں کئے بہ کاف عربی مفتوح بروزن نئے ایک لغت فارسی ہے ذومعنین یعنی دو معنی دیتا ہے ایک تو کب یعنی کس وقت اور دوسرے معنی اسکے ہین حاکم اور مالک کے۔ الف جو اسکے آگے آتا ہے وہ کثرت کے معنی دیتا ہے جیسے خوشا بہت خوش۔ بدا بہت بد۔ کیا بڑا حاکم ہے

عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا   یافتند از عشق او کارِ کیا

یعنی بہ سبب عشق کار بزرگ یافتند ہے

سر فرو بردیم تا بر سروران سرور شدیم   چاکری کردیم تا کار کیائی یافتیم

یہان بھی وہ کار بزرگ یعنی بڑا کام بس یائے تحتانی اگر مجہول ہے تو تعظیمی ہے اگر معروف ہے تو مصدری ہے یعنی بزرگی کا کام حکومت کا کام وہ کیا مضاف و مضاف الیہ مقلوب ہے یعنی کیای وہ اور حاکم دہ کار کیا مثلہ یعنی کیای کار و مالک کار جہان ما قبل اس کے رائے بے کسور لائینگے وہان کار موصوف اور کیا صفت ہے نہایت تحقیق و اصل حقیقت یہ ہے فقیر نے جہان کیا کے لفظ پر خط مستطیل کھینچا ہے وہ علامت فتحہ ہے دوسرا مرکز نہین جو کاف پارسی سمجھا جاے ۱۲ داد کا طالب داد خواہ غالب

بنام مولوی کرامت علی

فقیر اسد اللہ جناب مخدومی مولوی کرامت علیصاحب کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ آپ کی تحریر کے دیکھنے سے یاد آیا کہ آپ میرے ہان آئے ہین اور مین نے آپکی

ملاقات سے حظ اٹھایا ہے حل معنی اشعار کی یہ صورت ہے کہ ہندی کے شعر میرے
نہین۔ شعراے لکھنؤ مین سے کسی کے ہین بلکہ اغلب ہے کہ ناسخ کے ہون۔ اشعار
فارسی البتہ میرے ہین ؎

خواست کز ما رنجد و تقریب رنجیدن نداشت ❖ جرم غیر از دوست پرسیدیم و پرسیدن نداشت

داشتن بمعنی رکھنے کی ہے۔ لیکن اہل زبان بمعنی بایستن بھی استعمال کرتے ہین۔ ظہوری ؎

گر اسیر زلف و کاکل گفته باشم خویش را ❖ گفته باشم این قدر بر خویش پیچیدن نداشت

میرے شعر مین پہلے مصرعہ کا داشت بمعنی رکھنے کے۔ اور دوسرے مصرع کا داشت بمعنی بایست
ہے مفہوم شعر یہ کہ دوست ایسا حیلہ ڈھونڈھتا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے مجھ پر خفا ہو۔ چاہتا تھا
کہ آزردہ ہو مگر سبب نہین پاتا تھا قضارا کچھ دنون کے بعد رقیب سے معشوق کو ملال ہوا۔
میری جو شامت آئی مین نے دوست سے پوچھا کہ رقیب نے کیا گناہ کیا جو راندۂ درگاہ ہوا
معشوق اسی گستاخی کو بہانہ عتاب ٹھہرا کر آزردہ ہوگیا۔ اب شاعر افسوس کرتا ہے اور کہتا
ہے ہاے پرسیدن نداشت یعنی پوچھنا نہ چاہیے تھا ؎

دیر خواندی سوے خویش و زود فهمیدم دریغ ❖ پیش ازین پایم ز گرد راه پیچیدن نداشت

عاشق ایک عمر تک منتظر رہا کہ یار مجکو بلاوے مگر اس عیار نے نہ بلایا رفتہ رفتہ مین غم سے
ایسا زار و ناتوان ہوگیا کہ طاقت رفتار نہ رہی اور گرد راہ سے میرے پاؤن اُلجھنے لگے
جب اس نے یہ جانا کہ اب آ نہ سکے گا تب بُلایا۔ عاشق کہتا ہے کہ تو نے میرے بلانے
مین دیر کی اور مین اس کی وجہ جلد سمجھ گیا کہ تو نے میرے بُلانے مین اس واسطے دیر
کی کہ اس سے پہلے مین ایسا ضعیف نہ تھا کہ تو بلاے اور مین نہ آؤن دریغ کو یہ نہ سمجھا
جائے کہ زود فہمیدن پر ہے یا پہلے سے بیمار نہ ہونے پر ہے دریغ ہے دوست کی بیوفائی

اور بے سبب آزار دینے اور اپنی عمر کے تلف ہونے پر ۵

من بو نامردم و رقیب بدر زد ٭ نیمه مگس انگبین و نیمه تبرزد

انگبین شہد کو کہتے ہین اور تبرزد مصری کو کہتے ہین ان معنون مین کہ یہ مانند قند اور بتاسون کے جلد ٹوٹنے والے نہین جب تک اس کو تبر سے نہ توڑو مدعا حاصل نہین ہونا۔ بدر زدن۔ اگرچہ لغوی معنی اسکے ہین باہر مارنا۔ یعنی بدر باہر۔ اور زدن مارنا لیکن روزمرہ مین اسکا ترجمہ ہے نکل جانا۔ آب جب یہ معلوم ہوگیا تو یون سمجھیے کہ معشوق کے ہوٹون کو میٹھا کہتے ہین اور قند اور مصری اور شہد سے نسبت دیتے ہین اور البتہ مکھی مٹھاس کی عاشق ہے پس جو مکھی کہ مصری پر بیٹھی۔ وہ جب چاہے تب بے تکلف اوڑ جاے اور جو مکھی کہ شہد پر بیٹھے گی جب وہ اُڑنے کا قصد کرے گی۔ پر و بال اُسکے شہد مین لپٹ جائین گے اور وہ مر کر رہ جائے گی۔ پس اب یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے ہونٹ شیرینی مین میرے واسطے شہد ہوگئی۔ اور رقیب کے واسطے مصری۔ یعنی وہ چاٹ کر لطف اُٹھا کر صحیح و سالم چلا گیا اور مین پھنس کر وہین مر کر رہ گیا ۵

در نمکش بین و اعتماد نفوذش ٭ گر بہ مے افگند ہم بہ زخم جگر زد

زدن لازمی بھی ہے اور متعدی بھی لازمی کے معنی ہندی مین لگ جانا۔ اور متعدی کے معنی مارنا۔ یہان زد لازمی ہے۔ آب یہ سمجھا چاہیے کہ نمک شراب کو بگاڑتا ہے یعنی اگر شراب مین نون ڈال کر ایک آدھ دن دھوپ مین رکھین تو اُس مین نشہ جاتا رہتا ہے اور وہ سرکہ ہو جاتا ہے۔ اور زخم پر اگر نمک ڈالین تو وہ کٹا کرتا ہے اور زخم کو بڑھاتا ہی مقصود شاعر کا یہ کہ تو میرے معشوق کے نمک کو دیکھ اور دیکھ کہ اُس کو اُس نمک کے نفوذ پر کتنا بھروسا ہے کہ اگر وہ اس نمک کو شراب مین ڈال دیتا ہی تو وہ شراب مین

نہین ملتا۔ اور زخم جگر پر جا لگتا ہے۔ یعنی اگر نے محل بھی کرشمہ کرتا ہے تو بھی وہ اپنا کام کر رہتا ہے ؎

کیست درین خانہ کز خطوط شعاعی مہر نفس ریزہ ہا بہ روزن در زد

یہ خیال ہے یعنی ایک گھر مین اس کا محبوب بیٹھا ہوا ہے اور اس نے جان لیا ہے کہ کون ہے۔ مگر بطریق تجاہل بھولا بن کر پوچھتا ہے کہ آیا اس گھر مین ایسا کون ہے کہ مہر یعنی آفتاب نے اپنی سانس کے ٹکڑے فرط شوق سے دروازہ کے روزن پر پھینک دیے ہین۔ آفتاب کے خطوط شعاعی کا روزنون مین پڑنا۔ اور اُن خطوط شعاعی کا یعنے سورج کی کرن کا بصورت سانس کے ٹکڑون کے ہونا ظاہر ہے ؎

دعوی او را بود دلیل بدیہی خندہ دندان نما بہ حسن گہر زد

خندۂ دندان نما اُس ہنسی کو کہتے ہین جو تبسم سے بڑھ کر ہو۔ اور اُس مین دانت ہنسنے والے کے دکھائی دین۔ معشوق موتیون کے حسن پر ہنسا اور ہنستا کوئی اسی چیز پر ہے جس کو اپنے نزدیک ذلیل سمجھ لیتا ہے۔ حاصل معنی یہ کہ میرا معشوق موتیون کے حسن پر ہنسا گویا اُس نے یہ دعوے کیا کہ موتی کچھ اچھی چیز نہین۔ اب دعوے کے واسطے دلیل ضرور ہے سو شاعر یہ کہتا ہے کہ میرے معشوق کے دعوے پر دلیل بدیہی ہے یعنی ہنسنے مین اسکے دانت نظر آئے معلوم ہوا کہ وہ حسن جو لوگ موتی مین گمان کرتے تھے وہ لغو ہے حسن یہ ہے کہ جو معشوق کے دانتون مین ہے۔ پس اس دلیل کو سب نے دیکھ لیا اور چونکہ بدیہی تھی مان لیا ؎

غیرت پروانہ ہم بروز مبارک نالہ چہ آتش ببال مرغ سحر زد

پروانہ کی غیرت دن کو بھی مبارک سمجھنی چاہیے۔ پروانہ کی غیرت وہ غیرت نہین کہ

جو پروانہ مین ہویا پروانہ کو ہو۔ بلکہ وہ غیرت کہ جو اور کوائی ہو۔ پروانہ پر یعنی رشک۔ حاصل معنی یہ کہ مین تو دن رات عشق مین جلتا ہون رات کو جو پروانہ کو جلتا ہوا دیکھتا تھا تو مجکو اُس پر رشک آتا تھا دن کو ایسا کوئی نہ تھا کہ مجکو اُس پر رشک آوے۔ تو اب وہی غیرت اور وہی رشک جو پروانہ پر شب کو تھا اب دن کو بھی مبارک ہو یعنی میرے صبح کے نالون سے [illegible] کے پرون مین آگ لگ گئی اور مین اپنی مستی اور بے خودی مین [illegible] جلتا کہ یہ میرے نالے کے سبب سے ہی مجکو وہ رنج اور غصہ تازہ ہوگیا جو رات کو پروانہ کو دیکھ کر کھاتا تھا۔ اب مرغ سحر کو جلتے ہوئے دیکھ کر جلتا ہون کہ ہاے یہ کون ہے کہ جو میری طرح جلتا ہے ؎

شکر ہوشم بزورے نہ شکستی غمزۂ ساقی نخست راہ نظر زد

نظر فکر کو بھی کہتے ہین اور نگاہ کو بھی۔ یہان نگاہ کے معنی ہین شاعر کہتا ہے کہ مین ایسا نہ تھا کہ شراب کی تاب نہ لاتا۔ اور شراب پی کر بے ہوش ہو جاتا مگر کیا کرون کہ پہلے غمزۂ ساقی نے نگاہ کو خیرہ اور مغلوب کر دیا پھر اُس پر شراب پی گئی بیخودی کا استعداد تو بہم پہنچ ہی گیا تھا ناچار ہوش جاتے رہے ؎

زان بت نازک چہ جاے دعوی خون است دست سے و دامنے کماد بکمر بند

اس شعر کا لطف وجدانی ہے بیانی نہین ہے معنی اس کے یہ ہین کہ اُس معشوق سے کہ وہ بہت نازک ہے خون کا دعوی کیا کرین کہ اُس کو وقت عزم قتل۔ دامن گردانتے وقت وہ صدمہ پہنچا ہے کہ اُس کا ہاتھ ہے اور وہ دامن کہ جو انہون نے گردان کر کمر پر باندھا تھا ایسا لچکا کمر کو پہنچا ہے کہ وہ آپ اپنے دامن پر دادخواہ ہو رہا ہے۔ بس کوئی اُس سے خون کا کیا دعوے کرے گا قطعہ۔

برگ طرب ساختیم و بادہ گرفتیم شاخ چہ بالد گر ارمغان گل آورد	ہر چہ ز طبع زمانہ بیہدہ سر زد تاک چہ نازد اگر صلاے ثمر زد

شاعر کہتا ہے کہ یہ روئیدگیان بمقتضاے طینتِ خاک ہر طرف ظاہر ہوا کرتی ہین۔ مثلاً گنا۔ اب کچھ خاک کو اور ہوا کو یہی منظور نہین کہ اس کا رس نکلے اور اس کا قند بنے۔ یہ آدمی کی دانشمندی ہے کہ اس نے اس گھاس مین سے یہ بات پیدا کی۔ پس اسی طرح انگور ہین اور گلاب کے پھول ہین۔ شاخِ گل کیا جانے کہ پھول مین کیا خوبی ہے۔ اور تاک کیا جانے کہ میرے پھل مین کیا ہنر ہے۔ ہم نے اپنے زورِ عقل سے انگور کی شراب بنائی اور پھولونکو ہر رنگ سے اپنے کام مین لائے ؎

کام نہ بخشیدۂ گنہ چہ شماری ✤ غالبِ مسکین بہ التفات نیرزد

یہ گستاخانہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے کہ جب اس عالم مین تو نے میری داد نہ دی اور میری خواہشین پوری نہ کین تو بس اب معلوم ہوا کہ مین لایقِ التفات کے نہ تھا پس جب مین لایقِ توجہ کے نہین تو اب عالمِ عقبےٰ مین میرے گناہون کا مواخذہ کیا ضرور ہے جب ہمارے مطالب آپ نے ہمکو نہ دیے تو ہمارے معاصی کا بھی شمار نہ کیجیے جانے دیجیے ہم مین التفات کی ارزش نہین ہے۔ ۱۲ غالب

بنام منشی جواہر سنگھ جوہر

برخوردار۔ تمہارے خطون سے تمہارا پہنچنا۔ اور چھاپے کے قصیدہ کا پہنچنا اور ہیرا سنگھ کا ادھر روانہ ہونا معلوم ہوا۔ ہان لالہ بجل اکثر بیمار رہتے ہین۔ ان دنون مین خصوصاً اس شدت سے نزلہ چھاتی پر گرا کہ وہ گھبرا گئے اور زیست کی توقع جاتی رہی بارے کچھ فرصت ہوگئی ہے۔ بھائی یہ آفتاب سرکوہ ہین ہیرا کا انکے پاس رہنا اچھا ہی تم سے

جو ہو سکے گا تم اُسکے مصارف کے واسطے مقرر کردو گے غزل تمہاری ہمکو پسند آئی۔ اصلاح دے کر بھیج دی گئی۔ اسکا تم خیال رکھا کرو کہ کس لفظ کو کس معنے کے ساتھ پیوند ہے

ع چرا نہ یاس بجانِ امید وار افتد ٭ یہان افتد مہمل ہے۔ یاس بدل افتادن و یاس بجان افتادن روزمرّہ نہین۔ اور بھی کئی افتد ایسی ہین ع

سیاہ بختم اگر بر سرم گزار افتد ٭ بسان سایہ ہما نیز سوگوار افتد

سوگوار ہما سایہ کا بہ اعتبار سیاہی رنگ ہے۔ اب یہان دونو افتد ٹھیک ہین۔ گزار افتادن روزمرّہ۔ اور دوسرا افتد بمعنی واقع شود ع

شنیدہ ام بجفاے تو مبتلاست عدو ٭ چرا نہ شور بجانِ امید وار افتد

شور افتادن روزمرّہ ہے۔ اور یاس افتادن غلط ع

بہ حیرتم کہ ز دوزخ کسان دوزخ را ٭ کجا برند چو آہم شرارہ بار افتد

یہان افتد بمعنے واقع شود ٹھیک ع

نہ گبرم و نہ مسلمان بحیرتم کہ مرا ٭ سواے دوزخ و مینو کجا گزار افتد۔

یہ شعر تمہارا بہت خوب ہے آفرین ع

قرار در وطن افسردہ میکند دل را ٭ خوشا غریب کہ دور از دیار یار افتد

یہان بھی افتد صحیح و با معنی۔ ع

نیم رقیب کہ رسوائیم تحمل نکند ٭ خوش ست بیشم اگر یار پردہ دار افتد

یہان بھی افتد بمعنے واقع شود ع

ترا کہ شیوہ دگرگون کنی برغم بتان ٭ خوش ست گر ز جفا بر وفا قرار افتد

افتد یہان بھی ٹھیک ہے۔ بات اتنی ہی تھی کہ تو دگر لا لفظ تھا کنی صاف ہے ع

خطِ رخِ تو بدل دادہ خطِ آزادی ❊ خوشم کہ در شکنِ زلفِ تابدار افتد

وہ صورت اچھی نہ تھی یہ طرز خوب ہوگئی۔ معنی کا عیار کامل ہوگیا۔

چکد ز خامۂ جوہر سخن چنانکہ مگر ❊ بزورِ موج دُر از بحر بر کنار افتد

دولت و اقبال روز افزون روزی باد۔ از اسد اللہ۔ نگاشتہ سہ شنبہ نہم اپریل ۱۸۵۳ء

بنام منشی ہیرا سنگھ

فرزند دلبند سعادت مند منشی ہیرا سنگھ کے حق میں میری دعائیں قبول ہوں اور اُنکے جتنے مطالب و مآرب ہیں وہ عنایت الٰہی سے پورے ہوں۔ بھائی لبِ ساحل کی سند یہ شعر ہے طالب آملی کا۔ مدتے آن گداے خونین دل ❊ بود تبخالۂ لبِ ساحل ❊۔ لبِ بام۔ لبِ فرش لبِ گور لبِ چاہ لبِ دریا لبِ ساحل بمعنی کنارہ کے ہے مستعمل اہل ایران لبِ بام اُس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک قدم آگے بڑھائے تو دھم سے انگنائی میں آئے پس لبِ دریا اُسے سمجھیے جہاں سے قدم بڑھائیے تو پانی میں جائے۔ لبِ ساحل وہ ہو جہاں سے آگے بڑھیے تو دریا میں گر پڑیے۔ لبِ دریا سے پاؤں پانی پر رکھا جاتا ہے جیسے نہانے کے واسطے۔ اور لبِ ساحل سے دریا میں کودتے ہیں جس طرح سلطان جی کی باؤلی میں لبِ بام سے تیراک کودتے ہیں۔ اسیطرح تیراک جہاں دریا کا پانی نشیب میں ہوتا ہے وہاں کراڑی کے کنارے پر سے کودتے ہیں۔ کراڑ ساحل اور کراڑے کا کنارا لبِ ساحل جو صاحب کہ لبِ ساحل کو صحیح نہیں جانتے کیا وہ طالب آملی کو بھی نہیں مانیں گے اُن کا اس لفظ پر اعتراض کرنے کا سبب یہ ہے کہ اُن بیچاروں نے سواے گلستان بوستان کے کوئی فارسی کی کتاب نہیں دیکھی۔ اگر مدت تک قدما کی تصنیفات نظر میں رکھیں گے تو یقین ہے کہ دیکھ لینگے فقط۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

دیکھیں گے وہ ہرگز نہ سمجھیں گے۔ صرف برہان قاطع کے نام پر جان دیں گے۔ کئی باتیں جس شخص میں جمع ہونگی وہ اسکو مانے گا۔ پہلے تو عالم ہو۔ دوسرے فنِ لغت کو جانتا ہو۔ تیسرے فارسی کا علم خوب ہو اور اس زبان سے اسکو لگاؤ ہو۔ اساتذہ سلف کا کلام بہت کچھ دیکھا ہو اور کچھ یاد بھی ہو۔ چوتھے منصف ہو ہٹ دھرم نہ ہو۔ پانچویں طبع سلیم و ذہن مستقیم رکھتا ہو۔ معوج الذہن اور کج فہم نہ ہو۔ نہ یہ پانچ باتیں کسی میں جمع ہونگی اور نہ کوئی میری محنت کی داد دے گا ۱۲۔ فہمایش کا لفظ میاں بدھا ولد میاں جما اور لالہ گنیشی داس ولد لالہ بھیرون ناتھ کا گھڑا ہوا ہے۔ میری زبان سے کبھی تم نے سنا ہی۔ اب تفصیل سنو۔ امر کے صیغہ کے آگے شین آتا ہے تو وہ امر معنی مصدری دیتا ہے اور اس کو حاصل بالمصدر کہتے ہیں سوختن مصدر سوزد مضارع سوز امر سوزش حاصل بالمصدر۔ اسیطرح ہیں خواہش و کاہش و گزارش۔ و گدازش و آرایش و پیرایش و فرمایش۔ فہمیدن۔ فارسی الاصل نہیں ہے مصدر جعلی ہے۔ فہم لفظ عربی الاصل ہی۔ طلب لفظ عربی الاصل ہے۔ انکو موافق قاعدہ تفریس فہمیدن و طلبیدن کرلیا ہے اور اس قاعدہ میں یہ کلیہ ہی کہ لغت اصلی عربی آخر کو امر بن جاتا ہی۔ فہم یعنی بفہم سمجھ طلب یعنی بطلب مانگ۔ فہمد مضارع بنا طلبد مضارع بنا۔ خیر یہ فرض کیجیے کہ جب ہم نے مصدر اور مضارع اور امر بنایا۔ تو اب حاصل بالمصدر کیوں نہ بنائیں سنو حاصل بالمصدر فہمش اور طلبش ہونا چاہیے۔ فہم تھا صیغہ امر فہمد سے نکلا تھا۔ الف اور یے کہاں سے آیا۔ فہمائی تو نہیں ہے جو فہمایش درست ہو۔ کہیں فرمایش کو اس کا نظیر گمان نہ کرنا وہ مصدر اصلی فارسی فرمودن ہے۔ فرماید مضارع۔ فرماے امر حاصل مصدر۔ فرمایش ۱۲ پہلے حکیم میر اشرف علی کو دعا اور بیٹا پیدا ہونے کی مبارکباد۔ میاں میں نے رات کو اپنے عالم سرخوشی میں تاریخی نام کا خیال کیا۔ میر کاظم دین کے بارہ سو چھتر ہوتے ہیں لیکن یہ اسم بھی مانند لفظ فہمایش ٹکسال سے باہر ہے۔ غالب

تمت

اعلان

کاپی رائٹ بذریعہ رجسٹری باضابطہ محفوظ ہے

العبد
محمد عبد الاحد عفی عنہ پروپرائٹر مطبع مجتبائی دہلی ۴ اپریل سنہ ۱۸۹۹ء